تاریخی خروج اور عصر حاضر میں احتجاج مشابہت اور اختلافی پہلوؤں کا جائزہ

A Thesis Submitted to

Minhaj University, Lahore (Pakistan)

by

Talha Hasnat

For

The degree of Master in Philosophy in the Department of Islamic Studies

This work was carried out under the supervision of

Dr. Muhammad Akram Rana

Minhaj University Lahore

Thesis Completion Certificate

Certificate that the contents and form of “Thesis” submitted by

Name: Talha Hasnat S/O Qari Hasnat Ahmed

Roll No: 05 Registration No: 2011-bsisl-78

Titled: تاریخی خروج اور عصر حاضر میں احتجاج مشابہت اور اختلافی پہلوؤں کا جائزہ

Have been found satisfactory and according to the prescribed format, I recommend it be processed for evaluation by the external examiner for the award of degree.

Dr. Muhammad Akram Rana ____________________
Supervisor Signature

Dr. Shabir Ahmad Jami ____________________
Head of Islamic Studies Department Signature

Dr. Muhammad Akram Rana ____________________
Dean Faculty of Islamic Studies & Sharih Signature

Declaration

I solemnly declare that:

1. I have completed my research work under the guidance of my Supervisor

   Dr. Muhammad Akram Rana

2. I did my research work as per approved topic and outline by the Board of studies of Islamic studies and Arabic.
3. My research work is original and it is not an act of plagiarism.
4. I have not presented it for any other degree.

Signature of Candidate

I recommend the submission of this dissertation for evaluation by the external examiner.

Dr. Muhammad Akram Rana ______________________
Supervisor Signature

Dr. Shabir Ahmad Jami ____________________
Head Department of Islamic Studies Signature

Dr. Muhammad Akram Rana _____________________
Dean Faculty of Islamic Studies & Sharih Signature

انتساب

اوّلاً میں اس کاوش کو ربّ ذوالجلال والاکرام اور

ثانیاً

محبوب خدا حضرت محمد ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہوں

بعد

اس کے اپنے والدین اور اساتذہ کے نام

ہدیہ تشکر

سب سے پہلے میں اپنے ربّ کریم کے حضور سجدہ شکر ادا کرتا ہوں جس نے محض اپنے لطف و کرم سے مجھے یہ ہمت عطا فرمائی کہ مقابلہ ہذا کو مکمل کر سکوں۔

اس کے بعد درودوسلام انسانیت کے اُس محسن اعظم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر جس نے ہدایت ربانی کے ذریعہ اپنے خون کے پیاسوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کیا۔

اس کے بعد میں اپنے نگران مقالہ نگار نہایت ہی قابل احترام اور مشفق جناب ڈاکٹر محمد اکرم رانا کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر لحاظ سے مجھ نہ صرف تعاون کی بلکہ لحہ بہ لحہ نگرانی و حوصلہ افزائی فرمائی۔

کالج آف شریعہ (منہاج یونیورسٹی) پرنسپل محترم ڈاکٹر محمد خان، اساتذہ کرام اور دیگر کی راہنمائی نے میرے لیے آسانی پیدا کیں اور اُن تمام مددگاروں کا شکر گزار ہوں جن کی مدد سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے قابل ہوا اور تمام لائبریرین بھائیوں کا بھی شکر گزار ہوں۔

مقالہ نگار

طلحہ حسنات

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1.	انتساب	I
2.	ہدیہ تشکر	II
3.	مقدمہ	I-VI
4.	**باب اول: مبادیات موضوع**	1
5.	**فصل اول: خروج اور احتجاج کا مفہوم**	2
6.	خروج کا مفہوم	2
7.	خروج اور خوارج میں فرق	3
8.	خروج اور بغاوت میں فرق	5
9.	خروج اور دہشت گردی میں فرق	6
10.	احتجاج کا لغوی مفہوم	7
11.	اردو زبان میں احتجاج کا مفہوم	7
12.	عربی زبان میں احتجاج کا مفہوم	8
13.	انگریزی میں احتجاج کا مفہوم	9
14.	Protestant	9
15.	Protestantism	10
16.	احتجاج اور خروج میں فرق	11
17.	خلاصہ بحث	11
18.	فصل دوم: خروج اور احتجاج اور احتجاج کی صورتیں	12
19.	ہڑتال	12
20.	بھوک ہڑتال	13
21.	پہیہ جام ہڑتال	14

14	شٹر ڈاؤن ہڑتال	.22
14	احتجاج بصورت دھرنا	.23
15	دھرنے کا تاریخی پس منظر	.24
15	بائیکاٹ کرنا	.25
15	معاشرتی بائیکاٹ	.26
16	سیاسی بائیکاٹ	.27
16	مصنوعات کا بائیکاٹ	.28
17	سیاسی عمل سے بائیکاٹ	.29
17	کالی پٹی باندھ کر احتجاج کرنا	.30
17	لانگ مارچ	.31
17	خروج اور احتجاج کی ضرورت و اہمیت	.32
18	اعلاء کلمۃ الحق کا عملی پرچار	.33
20	خلاصہ بحث	.34
21	فصل سوم: خروج اور احتجاج کی شرعی حیثیت اور دائرہ کار	.35
21	جماعت سے وابستگی کا لزوم	.36
22	جماعت تفرقہ ڈالنے کی مذمت	.37
22	معصیت مبنی اطاعت حکم	.38
23	رعایا پر جبر کرنے کی مذمت	.39
24	حاکم کا محاسبہ	.40
25	ظالم و فاسق حاکم کی وضاحت	.41
25	خروج کی ناجائز صورتیں	.42
25	امام ابن حجر کا موقف	.43
26	امام احمد بن حنبل کا موقف	.44
26	امام نووی کا موقف	.45
27	ابن تیمیہ کا موقف	.46

28	خروج کی جائز صورتیں	47.
28	علامہ ابن حزم کا موقف	48.
29	امام ابو حنیفہ کا موقف	49.
30	شیخ یوسف قرضاوی کا موقف	50.
31	احتجاج کی جائز صورتیں	51.
31	مولانا اشرف علی تھانوی کا موقف	52.
31	مولانا عبد الحق کا موقف	53.
32	ڈاکٹر طاہر القادری کا موقف	54.
32	احتجاج کی ناجائز صورتیں	55.
33	احتجاج میں جبر کرنا	56.
33	حصول حق کے لیے حق تلفی کرنا	57.
34	بھوک ہڑتال اور جان کا تحفظ	58.
36	خلاصہ بحث	59.
37	باب دوم: خروج کا تاریخی پس منظر	60.
38	فصل اول: خلافت راشدہ میں خروج کا جائزہ	61.
38	حضرت عثمان کے خلاف خروج	62.
40	اہل خروج کی عذر خواہی	63.
41	اہل خروج کی سازش	64.
42	حضرت علی کا مظاہرین سے مذاکرہ	65.
43	حضرت عثمان کا محصور ہونا	66.
44	اہل خروج پر طاقت کے استعمال سے گریز	67.
45	حضرت علی کے عہد میں خروج	68.
45	خوارج کا خروج	69.
46	خوارج کے خروج کی وجوہات	70.
46	خوارج کی عذر خواہی کی کوشش	71.

47	خوارج سے متعلق حضرت علی کا موقف	.72
48	خوارج کا حضرت علی سے جنگ	.73
49	خوارج کی شکست	.74
50	حضرت علی کی شہادت میں خوارج کا کردار	.75
51	**فصل دوم: عہد بنو امیہ میں خروج کا جائزہ**	.76
51	حضرت امیر معاویہ کے خلاف خروج	.77
51	زیاد ابن خراش کا خروج	.78
52	اصحابِ نہر کا خروج	.79
52	یزید کا دور حکومت اور خروج	.80
53	اہل کوفہ کا خروج	.81
53	حضرت امام حسین کا خروج	.82
54	صحابہ کرام کا امام حسین کو روکنا	.83
55	امام حسین کے خروج کی وجوہات	.84
57	یزید سے متعلق صحابہ کا موقف	.85
58	امام حسین کا خروج بغاوت نہیں	.86
58	اہل مدینہ کا خروج	.87
59	یزید کی مدینہ پر لشکر کشی	.88
59	واقعہ حرہ	.89
60	اہل مکہ کا خروج	.90
61	کعبہ پر سنگباری	.91
61	اسلامی سلطنت کی تقسیم	.92
61	خوارج کی بغاوت	.93
62	مختار ثقفی کا خروج	.94
63	حجاج کے خلاف خروج	.95
63	صالح بن شرح تمیمی خروج	.96

.97	عبد اللہ بن علی کا خروج	63
.98	اہل خراسان کا خروج	64
.99	شودب کا خروج	64
.100	شیعان بنی ہاشم کا خروج	65
.101	ابو مسلم خراسانی کا خروج	65
.102	بنو امیہ کے خلاف خروج کے اسباب	65
.103	بنو امیہ کا جبر اور اس کی وجوہ	66
.104	حکومت بنو امیہ کا خاتمہ	67
.105	**فصل سوم: عہد بنو عباس میں خروج کا جائزہ**	68
.106	ابو العباس کے خلاف خروج	68
.107	نفس زکیہ کا خروج	68
.108	حسان بن مخالد کا خروج	69
.109	یوسف بن ابراہیم کا خروج	69
.110	ولید بن ظریف کا خروج	70
.111	مامون الرشید کا خروج	70
.112	امام محمد بن جعفر علوی کا خروج	71
.113	بہبود کا خروج اور قتل عام	71
.114	قرامطیوں کا خروج	71
.115	بنو عباس کا زوال	72
.116	خلاصہ بحث	72
.117	**باب سوم: عصر حاضر میں احتجاجی مظاہروں کا جائزہ**	73
.118	**فصل اول: عصر حاضر میں احتجاجی مظاہرے (عالم اسلام کے تناظر میں)**	74
.119	عرب بہار	74
.120	انڈونیشیا	75
.121	بنگلہ دیش	77

.122	نائجیریا	79
.123	مغوی طالبات کی رہائی کے لیے مظاہرے	79
.124	مصر	81
.125	خلاصہ بحث	82
.126	**فصل دوم: عصر حاضر میں احتجاجی مظاہرے (پاکستان کے تناظر میں)**	84
.127	نبی اکرم ؐ کی شان میں گستاخی کرنے پر احتجاج	84
.128	مذہبی جماعتوں کا احتجاج	85
.129	مذہبی شعائر کے بے حرمتی پر احتجاج	86
.130	اردو بنگلہ زبان تنازعہ پر احتجاج	86
.131	معاشرتی طبقات کا احتجاج	87
.132	اساتذہ کی ہڑتال	87
.133	طلباء کا احتجاج	88
.134	ملازمین کا احتجاج	90
.135	مزدوروں کا احتجاج	90
.136	ٹرانسپوٹرز کا احتجاج	92
.137	صحافی طبقہ کا احتجاج	92
.138	حکمرانوں کے خلاف احتجاج	93
.139	جنرل ایوب خان کے خلاف احتجاج	93
.140	یحییٰ خان کے خلاف احتجاج	94
.141	ایوب خان کا استعفی	95
.142	ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف احتجاج	95
.143	بھٹو کی پھانسی اور احتجاجی تحریک	96
.144	ضیاالحق کے خلاف احتجاج	97
.145	ایم کیو ایم کا احتجاج	97
.146	اذان مہم	98

.147	بے نظیر بھٹو کا لانگ مارچ	98
.148	جنرل پرویز مشرف کے خلاف احتجاج	99
.149	عدلیہ بحالی تحریک	100
.150	سول نافرمانی کی تحریکیں	100
.151	ٹرین مارچ	101
.152	پاکستان عوامی تحریک کا احتجاج	102
.153	تحریک انصاف کا احتجاج	103
.154	پر تشدد احتجاجی تحریکیں	103
.155	تحریک لبیک کا احتجاج	105
.156	احتجاجی مظاہروں کی ناکامی کی وجوہات	105
.157	خلاصہ بحث	106
.158	**فصل سوم: احتجاجی مظاہروں کے ریاست پر اثرات کا جائزہ**	108
.159	احتجاج کے منفی اثرات	108
.160	قوموں کی زوال پذیری	108
.161	آئین کی خلاف ورزی	109
.162	مجلس جمہوری عمل کے احتجاج کے اثرات	109
.163	ملکی خزانے پر بوجھ	110
.164	خزانے کو نقصان	110
.165	درآمدات کی فراہمی میں رکاوٹ	110
.166	ملکی املاک کو نقصان	111
.167	جمہوریت کو نقصان	111
.168	تعلیم پر اثرات	111
.169	سیاسی جماعتوں کا گٹھ جوڑ	112
.170	احتجاج کے مثبت اثرات	113
.171	ملوکیت و آمریت کا خاتمہ	113

113	شعوری کی بیداری	.172
114	احتجاج کے ذریعہ پیغام امن	.173
115	خلاصہ بحث	.174
116	**باب چہارم: خروج واحتجاج کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ**	.175
117	**فصل اول: خروج اور احتجاج کے پس پردہ عوامل کا جائزہ**	.176
117	خروج کے پس پردہ عوامل وجوہات کا جائزہ	.177
117	ملوکیت وبادشاہت	.178
118	بنوامیہ کے ظلم کے سبب خروج	.179
119	خلیفہ السفاح کے مظالم پر خروج	.180
119	منصور کے جبر وستم پر خروج	.181
120	عمال کے ظلم وستم	.182
120	برادر کشی کے جواز کا فتویٰ	.183
121	خاندانی رقابت	.184
122	بیرونی سازشیں	.185
122	خلفاء کی تعیش پسندی	.186
123	حکمرانوں کا عدم مساوات	.187
124	نااہل خلفاء	.188
124	احتجاجی مظاہروں کے پس پردہ وجوہات کا جائزہ	.189
125	نظریہ سے انحراف	.190
126	آئینی بحرانات	.191
126	حدودواختیارات سے تجاوز	.192
126	خفیہ سروس کے اداروں کی مداخلت	.193
127	معاشی ناہمواریاں اور بدحالی	.194
127	ناقص عدالتی نظام	.195
128	پولیس کا منفی کردار	.196

128	سول بیوروکریسی کی ریشہ دوانیاں	.197
128	بین الاقوامی سازشیں	.198
129	علیحدگی پسند تحریکیں	.199
129	کرپشن اور بدعنوانی	.200
130	بے چینی ومایوسی	.201
131	سیاسی جماعتوں کی محاذ آرائی	.202
131	تعلیم وتربیت کا فقدان	.203
131	خلاصہ بحث	.204
133	**فصل دوم: خروج اور احتجاج میں مشابہت اور اختلافی پہلوؤں کا جائزہ**	.205
133	مبحث اول: خروج اور احتجاج میں مشابہت	.206
133	وجوہات میں مشابہت	.207
133	مرکزومحوریت میں مشابہت	.208
133	خروج اور احتجاج میں فریق مخالف کا ہونا	.209
134	ملوکیت کے خاتمہ کے طور پر اشتراک	.210
134	جواز اور عدم جواز کے اعتبار سے مشابہت	.211
134	ضابطہ کار کی معدومیت	.212
134	مبحث ثانی: خروج اور احتجاج کے اختلافی پہلو کا جائزہ	.213
135	اغراض ومقاصد میں اختلاف	.214
135	قیادت کی موجودگی کے اعتبار سے اختلاف	.215
135	قانونی حیثیت میں اختلاف	.216
136	دائرہ کار میں اختلاف	.217
136	طریقہ کار میں اختلاف	.218
136	خروج اور احتجاج کے نتائج میں اختلاف	.219
136	عددی اعتبار سے اختلاف	.220
137	اثرات کے اعتبار سے اختلاف	.221

137	نظریاتی اعتبار سے اختلاف	.222
137	معنوی اعتبار سے اختلاف	.223
138	خروج اور احتجاج کے خلاف کاروائی میں اختلاف	.224
138	خلاصہ بحث	.225
139	**فصل سوم: خروج واحتجاج کا تجزیاتی مطالعہ**	.226
139	مسلح خروج اور پر تشدد احتجاج کی ممانعت	.227
140	مسلح جدوجہد سے اجتناب	.228
140	خروج اور احتجاج ذاتی مفاد سے بالاتر ہو	.229
141	خروج کے جواز اور عدم جواز سے متعلقہ آراء کا تجزیہ	.230
141	خروج یا احتجاج پر نہی عن المنکر کا اطلاق کا جائزہ	.231
142	ظلم کے خلاف جدوجہد کا دائرہ کار	.232
142	احتجاج کے اطلاقات	.233
143	عالمی ڈیکلیریشن اور اسلامی نقطہ نظر کا تجزیہ	.234
143	خلاصہ بحث	.235
144	بحث ماحصل	.236

مقدمہ

تعارف/Introduction

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کی تخلیق فرمائی اور اس کو دیگر تمام تخلیقات سے ممیز و ممتاز بنایا ۔انسان کا یہ امتیاز و تفوق اس کی مثبت سوچ اور گہری بصیرت شاخسانہ ہے۔جس سے دیگر کو تمام مخلوقات کو تقریباً محروم رکھا گیا۔جہاں سوچ کا مثبت پہلو اسے اشرف المخلوقات کے درجہ پر فائز کرتا ہے تو وہیں فکرو نظر کا منفی زاویہ اسے اسفل السافلین کی پستیوں میں پھینکتا ہے۔بعض اوقات سوچ و فکر کا منفی پہلو خوفناک تصادم کی صورت ظاہر ہوتا ہے اور معاشرے میں فتنہ و فساد انگیزی کا سبب بھی بنتا ہے۔انسان کی اسی فطرت اور منفی سوچ کے پیش نظر فرشتوں نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی۔

﴿قَالُوٓاْ أَتَجۡعَلُ فِيهَا مَن يُفۡسِدُ فِيهَا وَيَسۡفِكُ ٱلدِّمَآءَ﴾

(البقرۃ، ۳۰:۰۲)

انہوں نے عرض کیا: کیا تُو زمین میں کسی ایسے شخص کو (نائب) بنائے گا جو اس میں فساد انگیزی کرے گا اور خونریزی کرے گا؟

مگر جب تک انسانی سوچ احکام خداوندی کے تابع رہی اس وقت تک زمین امن و امان کا گہوارہ رہی مگر جب سوچ و فکر کا معیار بدلا اور خواہشات نفس نے انسانی فکر کو اپنا غلام بنا یا تو فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری کا سلسلہ شروع ہوا۔

بلاشبہ اختلاف انسان کی خلقت و تکوین کے لوازم میں سے ہے جس طرح نوع انسانی اپنی شکل و صورت اپنی رنگت میں ایک دوسرے سے مختلف ہے بعینہ اسی طرح ہر انسان اپنی استعداد ،رویے ،عقل اور ذہن و فکر جیسے امور میں اپنے ابنائے جنس سے کسی نہ کسی طور منفرد ہے۔فکر انسانی کے مختلف درجات کے سبب کچھ امور میں بنیادی اختلاف ہونا امر مانع نہیں لیکن اگر اختلاف کی نوعیت مثبت اور حدود کے دائرہ میں ہو تو یہ رحمت و ترقی کا موجب ہے۔مگر جب اختلاف میں حسد و عناد اور ذاتی مفاد کا رنگ غالب ہو تو پھر یہ افتراق و انتشار کو جنم دینے کا سبب بنتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام کے درمیان بھی اختلاف رہا اور یہی اختلاف چار مکاتب فکر کی بنیا د بنا مگر اس میں بغض وحسد اور ذاتی مفاد نہیں بلکہ اطاعت و اتباع کا غلبہ تھا چنانچہ یہ اختلاف باعث رحمت وخیر اور امت کے لیے آسانی و سہولت کا سبب بنا۔

خلافت راشدہ کے عہد میں چند فتنہ پروروں کی طرف سے سیدنا عثمان غنی کی حکومت کے خلاف آواز احتجاج بلند کی گئی تو یہ اختلاف شدید نوعیت اختیار کر گیا اور نتیجتاً حضرت عثمان غنی کو شہید کر دیا گیا۔بعد ازاں حضرت علی کے دور حکومت میں کچھ لوگوں نے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیااور تحکیم کا نعرہ لگا کر امت سے خروج کیا تو سیدنا حضرت علی نے ان کے خلاف جہاد کیا۔بنیادی طور پر شہادت ِحضرت عثمان غنی کے پس منظر میں بھی یہی فکر کار فرما تھی جو فساد انگیزی کا سبب بنی۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سوچ و فکر کے کا اختلاف اگرچہ فطری عمل ہے لیکن اس میں آداب و اخلاق اور حدود و قیود کا لحاظ بہت ضروری ہے۔اسلام کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے دوسروں کے نظریہ سے اختلاف کیا جاسکتا ہے اور اس کے دائرہ کار کو وسعت دے کر پرامن احتجاج بھی کیا جاسکتا ہےلیکن امن و امان سے ماوراءاگر سوچ و فکر کو تعصب و تنگ نظری کی طرف دھکیلا جائے اور حکومت وقت کے خلاف ذاتی مفاد اور پر تشدد اقدامات کو فروغ دیا جائے تو یہ احتجاج نہیں بلکہ بغاوت کے زمرہ میں آئے گا جس کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں۔

مقاصداور اہداف/Objectives and Aims

1. عصر حاضر میں احتجاج کے مثبت رویوں کوواضح کرنا
2. شریعت اسلامی کی بقااور بحالی کے لیے کی جانے والی کاوشوں کوبیان کرنا
3. پرامن احتجاج کے مقاصد اور دائرہ کار کاتعین کرنا
4. احتجاج اور فساد کے درمیان فرق کونمایاں کرنا
5. اسلامی حکومت کے منفی رویوں خلاف عامۃ الناس کے شعور کو بیدا کرنا

ضرورت اوراہمیت/Significance & Importance

وطن عزیز کے سیاسی افق پر گزشتہ کئی دہائیوں سے یہ روش چلی آرہی ہے کہ حکومت اور بر سر اقتدار جماعت اچھا یا برا کوئی بھی کام کرے اپوزیشن جماعتیں بلاتخصیص اور بہر حال اس کی مخالفت کرنا ،اس کو ہدف تنقید بنانا اور اس کے خلاف جوڑ توڑ کرنا اپنا بنیادی حق سمجھتی ہیں۔ایک اسلامی اور جمہوری حکومت میں صرف ایک سیاسی جماعت کو ہی نہیں بلکہ مملکت کے ہر شہری اور باشندے کو آزادی رائے اور حکومتی پالیسیوں پر تعمیری اور اصلاحی تنقید کا نہ صرف حق ہے بلکہ اس کا فرض بھی ہے۔اسی طرح حکومت پر بھی لازم ہوتا ہے کہ وہ اقتدار اور اختیارات کے نشے میں اپنے آپ کو عقل کل نہ سمجھے بلکہ مثبت اور تعمیری تنقید کو نہ صرف برداشت کرے بلکہ اس کے مطابق اپنی اصلاح بھی کرے۔مگر

اتفقوا علی ان الایتفقوا

انہوں نے اس بات پر اتفاق کر رکھا ہے کہ وہ کبھی متفق نہ ہونگے۔

مخالفت برائے مخالفت اور ٹانگ کھینچنے کی سیاست کا کو وطیرہ بنا لینا نہ صرف شرعی جواز رکھتا ہے اور نہ ہی اخلاقاً اس کی اجازت ہے حدود و قیود میں رہ کر حکومت کی منفی پالیسیوں سے اختلاف کیا جاسکتا ہے اور اسے پرامن احتجاج کا روپ بھی دیا جاسکتا ہے مگر محض ذاتی مفاد اور بغض و عناد کی خاطر ملکی امن و سکون کو برباد کرنے کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔اس کے لیے ضروی ہے یہ بات واضح کی جائے کہ اسلام میں احتجاج کی حدود و قیود کیا ہیں اور کس حد تک اس کی اجاز ت ہے اور کس طرح کے احتجاج کی شریعت اسلامیہ میں اجازت نہیں۔۔

مفروضہ/Hypothesis

1. پرامن احتجاج ملکی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے
2. پرامن احتجاج ملکی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے
3. تاریخی خروج اور عصر حاضر کے احتجاج میں مماثلت ہے
4. تاریخی خروج اور عصر حاضر کے احتجاج میں مماثلت نہیں ہے

سابقہ تحقیق کا جائزہ/Review of Literature

1. ابو الحسن بن حسین بن علی المسعودی(1985ء)میں لکھتے ہیں کہ

"حضرت عثمان غنی کے خلاف لوگوں کی شورش اور آپ سے بیزاری کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک یہودی آیا جو مفصلات کوفہ میں جسر بابل کے قریب ایک گاؤں زرارہ میں رہتا تھا۔اس کا نام بطرونی تھااور وہ شعبدے اور جادو کے کھیل دکھایا کرتا تھا۔"

2. ندوی،ابو الحسن علی(س،ن)میں لکھتے ہیں کہ

"دین وسیاست میں عملی تفریق ہوگئی،اس لیے کہ خلفاء علم اور دین میں ایسا مرتبہ نہیں رکھتے تھے جس سے ان کو علماء اور اہل دین کی ضرورت نہ پڑے،انہوں نے حکومت وسیاست کو تنہا اپنے ہاتھ میں رکھا اور مشیر یا ماہرین خصوصی کے طور پر جب چاہا یا جب ان کے مصالح کا تقاضا ہوا علماء اور ہل دین سے مدد لی اور جتنی بات انہوں نے چاہی قبول اور جب چاا ان کے مشورہ پر عمل نہیں کیا،اس طرح سیاست دین کی نگرانی سے آزاد ہوگئی اور ایک پیل بے زنجیر ہوگئی اب اہل دین اور اہل علم کی صورت یہ تھی کہ یا تو وہ حکومت کے مخالف تھے اور اس کے خلاف وقتاً فوقتاً خروج کرتے تھے،یا سیاسی زندگی سے کنارہ کش تھے۔"

3. غلام رسول مہر(۲۰۱۰ء)میں لکھتے ہیں کہ

"شام کے اموی حاکم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریبی رشتہ دار ہونے کی بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا اور مرکز کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔"

4. ولیم ایل لینگر (۲۰۱۰ء) میں لکھتے ہیں کہ

"ہشام کے بعد اس کا بھتیجا ولید ثانی خلیفہ بنا۔ شمالی افریقہ میں خارجیوں اور بربریوں کی سرکشی ہونے لگی، جسے نائب السلطنت نے فرو کیا۔ ولید ثانی یمنیوں کی بغاوت میں مارا گیا، جن کا رئیس و قائد اس کا چچیرا بھائی یزید تھا۔ وہی ثالث کے لقب سے خلیفہ بنا لیکن چند ماہ بعد فوت ہو گیا تو مروان ثانی تخت خلافت پر بیٹھا۔ یہ بنی امیہ خاندان کا آخری حکمران تھا۔"

5. ندوی، ابوالحسن علی (س۔ن) میں لکھتے ہیں کہ

" نفرت اور خوف قوم پرستانہ زندگی کے ضروری عناصر ہیں جن کے بغیر اس میں جان نہیں آتی، قوم پرستی کا جوش اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا اور اگر پیدا ہو جائے تو باقی نہیں رہتا جب تک کہ قوم کے لیے کوئی چیز نفرت کرنے کے لیے اور کچھ ڈرنے کے لیے نہ ہو، چنانچہ قومی رہنما، نفرت اور خوف کے ذریعہ سے اس کے جذبات برانگیختہ کرتے رہتے ہیں اور اس کی اس دکھتی رگ کو دبا کر اس میں ہیجان و اشتعال اور جوش و خروش پیدا کر دیتے ہیں، وہ نفرت اور خوف کی آگ بجھنے نہیں دیتے بلکہ رائی کا پہاڑ بنا کر، چھوٹے چھوٹے اختلافات کو بڑھا کر اور کسی نہ کسی حقیقی یا فرضی حریف کو سامنے لا کر قوم کے جذبہ نفرت وخوف کو زندہ اور متحرک رکھتے ہیں، اور اسی میں اپنی حکومت یا قیادت کی زندگی اور اپنی بقا سمجھتے ہیں۔"

6. پروفیسر جوڈ (۲۰۱۰ء) میں لکھتے ہیں کہ

" وہ مشترک جذبات جن کو آسانی سے برانگیختہ کیا جاسکتا ہے اور جو جمہور کی بڑی بڑی جماعتوں کو حرکت میں لاسکتے ہیں وہ رحم، فیاضی اور محبت کے جذبات نہیں بلکہ نفرت اور خوف کے جذبات ہیں۔"

7. بدایونی، عبدالقادر ملوک شاہ، ملا (س،ن) میں لکھتے ہیں کہ

" سلطان محمد عادل بن تغلق شاہ کو دوآبہ کے درمیانی علاقہ کی رعایا سے بھی سرکشی اور بغوات کی سخت شکایات تھیں اس لیے اس نے ان پر بھاری خراج لگا دیا۔ اس علاقہ کی غریب رعایا پر عمال نے بھی طرح طرح کے ظلم توڑنے شروع کر دیے ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ لوگ جو بادشاہ کی خونریزی اور قتل سے نالاں تھے رقعے لکھ لکھ کر ان پر مہر لگاتے اور لفافہ پر لکھتے تھے کہ بادشاہ کے سر کی قسم اس کہ سوائے بادشاہ کے کوئی نہ کھولے اور یہ رقعے رات کو دیوان خانہ میں ڈال جایا کرتے تھے۔ جب بادشاہ کھولتا تھا تو اس کے نام گالیاں درج ہوتی تھیں، اس لیے بادشاہ نے دہلی کو اجاڑنے کا ارادہ کیا۔"

8. محمد اکرم، شیخ (۱۹۹۷ء) میں لکھتے ہیں کہ

"اس کے علاوہ جو لوگ اکبر کی بداعتقادی سے نالاں تھے انہوں نے فقط صوبجاتی بغاوت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی طور پر اس بات کی کوشش کی کہ کسی طرح اکبر کو تخت سے برطرف کر کے اس کی جبہ اس کے بھائی مرزا محمد حکیم حاکمِ کابل کو ہندوستان کا بادشاہ بنا دیں۔"

9. ثرولت صولت (۱۹۹۴ء) میں لکھتے ہیں کہ

" قومی اتحاد نے نہ صرف صوبائی انتخابات کا بائیکاٹ کیا بلکہ مسٹر بھٹو سے مستعفی ہونے کا مطابہ بھی کیا۔ جب حکومت نے یہ مطابلہ تسلیم نہیں کیا تو قومی اتحاد نے اپنے مطالبات کی حمایت میں ملک گیر احتجاج مہم چلائی۔ س مہم میں عوام نے غیر معمولی جوش وخروش سے حصہ لیا۔ مہم چار ماہ تک چلی جس کے دوران سینکڑوں لوگ گولیوں کا نشانہ بنے اور ہزاروں گرفتار ہوئے۔"

10. یحییٰ امجد (۱۹۹۷ء) میں لکھتے ہیں کہ

" عرب دور کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ تقریباً مسلسل سیاسی احتجاج کا دور تھا۔ عربوں کو یہ پورے تین سو سال مقامی راجوں، مہاراجوں کی بغاوتوں، عوامی بغاوتوں جس میں کسانوں، جاٹوں، میدوں، لاکھوں اور سموں وغیرہ کی بغاوتیں شامل ہیں اور خود عرب آباد کاروں کی خانہ جنگیوں سے نمٹتے رہنے میں گزرے۔"

11. محمد علی چراغ (۲۰۰۳ء) میں لکھتے ہیں کہ

"رولٹ ایکٹ کے خلاف پورے ملک میں ہنگاموں کا سلسلہ شروع ہوگیااس کے بعد ملک میں جگہ جگہ فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس ایکٹ کے خلاف مرکزی اسمبلی کے کئی ارکان نے مع قائد اعظم محمد علی جناح اور مظہر الحق کے، احتجاجاً استعفے دے دیے تھے۔ پورے ملک میں اس قانون کے خلاف مظاہرے ہونے لگے۔ احتجاجی جلوسوں اور ہڑتالوں کا آغاز ہو گیا۔"

12. سید محمد قاسم محمود (۲۰۱۲ء) میں ہیں کہ

"۱۳ اپریل ۱۹۷۶ء کو استنبول میں مسلم وزارئے خارجہ کی کانفرسنس منعقد ہوئی جس کا سہرا اسلامی عناصر کے سر ہے۔ کمال رہنما کمیونسٹ اور ملحدین اس کانفرس کے شدید مخالف تھے چنانچہ کانفرنس کے دنوں میں صدر جمہوریہ فہری کوروترک ملک سے چلا گیا، کیونکہ اس کے لیے مسلمان ممالک کے وزراء خارجہ کا اجتماع ناقابل برداشت تھا۔ کانفرنس کو وزیر اعظم سلیمان دیمرل اور نجم الدین اربکان نے ہر لحاظ سے کامیاب کرنے کی کوشش کی۔ اس موقع پر اسلام پسند نوجوانوں نے مظاہروں کے ذریعے اور مسجدوں میں زیادہ حاضری دے کر اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا۔"

تحقیقی استفسارات/Research Questions

1. تاریخ اسلامی میں احتجاج کا مروجہ طریقہ کار کیا تھا؟
2. عصر حاضر میں احتجاج کی نوعیت کیا ہونی چاہیے ؟
3. تاریخ اسلامی اور عصر حاضر میں احتجاج کی مشابہت و مماثلت کی نوعیت کیا ہے ؟
4. منتخب حکومتوں کے خلاف احتجاج کی حدود و قیود کیا ہیں؟

طریقہ ہائے تحقیق/Methodologies Resources

1. اس تحقیق کا اسلوب بیانیہ، تجزیاتی اور تقابلی ہے۔
2. مقالہ کو مستند بنانے کے لیے ممکنہ حد تک بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔
3. بنیادی مآخذ کے ساتھ ساتھ ثانوی مآخذ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔
4. تحقیقی کام میں انٹرنیٹ اور مختلف رسائل و جرائد کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔
5. اس تحقیقی کام کی تکمیل کے لیے زیادہ سے زیادہ لائبریریز سے استفادہ کیا گیا ہے۔

حدود و قیود/Limitations

مقالہ ہذا میں اسلامی حکومتوں میں خروج کا تاریخی اعتبار سے اور احتجاج کا عصر حاضر کے اعتبار سے مشابہ و متضاد طریقہ کار کا جائزہ لیا گیا ہے۔

مجوزہ ابواب/Proposed Chapters

تعارف/Introduction

اس مقالہ کو چار ابواب میں تقسیم کیا جائے گا۔

باب نمبر1 **مبادیات موضوع**

اس باب میں احتجاج کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اس کی ضرورت و اہمیت اور مختلف صورتوں کو بیان کیا گیا ہے ساتھ خروج اور احتجاج کی شرعی حیثیت اور دائرہ کار سے متعلق بحث پیش کی گئی ہے۔

باب نمبر2 **خروج کا تاریخی پس منظر**

اس باب میں خلافت راشدہ سے عہد بنو عباس تک میں ہونے والے خروج کا جائزہ پیش کرتے ہوئے ان کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

باب نمبر3 **عصر حاضر میں احتجاجی مظاہروں کا جائزہ**

اس باب میں مختلف اسلامی ممالک بشمول پاکستان میں ہونے والے احتجاجات کا جائزہ اور ریاست پر مرتب ہونے والے اثرات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

باب نمبر4 **خروج اور احتجاج کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ**

اس باب میں خروج اور احتجاج کے پس پردہ عوامل خروج اور احتجاج کا تقابل کرتے ہوئے آخر میں تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

ماحصل/Conclusions

اس مقالہ میں تاریخ اسلام میں مسلم حکمرانوں کے خلاف ہونے والے احتجاجات کے اغراض و مقاصد اور پس منظر کو بیان کیا جائے گیا ہے اور اس کا تقابل عصر حاضر میں ہونے والے احتجاجات سے کیا جائے گیا۔ جس کی روشنی میں اس بات کا تعین کیا گیا ہے کہ احتجاج کی حدود و قیود کیا ہیں۔

باب اول

مبادیات موضوع

فصل اول: خروج اوراحتجاج کا مفہوم

فصل دول : خروج واحتجاج کی مختلف صورتیں

فصل سوم : خروج اوراحتجاج کی شرعی حیثیت اور دائرہ کار

فصل اول:

خروج اور احتجاج کا مفہوم

اس فصل میں خروج اور احتجاج کے معنی و مفہوم کو بیان کرتے ہوئے ان کے درمیان فرق کو واضح کیا جائے گا۔ ذیل میں ہم پہلے خروج کے مفہوم کا جائزہ پیش کریں گے۔

خروج کا مفہوم:

خروج عربی زبان کے لفظ خوج سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی نکلنا باہر آنا، نمودار ہونا ہے۔ڈاکٹر روضی خروج کا معنی لکھتے ہیں کہ:

"خروج سے مراد طلوع ہونا اور باہر نکلنا ہے۔"

روضی البعلبکی، الدکتوز، 2005 (ء.)المورد الوسیط ، کراچی، دارالاشاعت، ص:240

صاحب المعجم الوسیط نے بھی خروج کا معنی نکلنا اور نمودار ہونا لکھا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ

خرجت خوارج فلان یعنی نجابت وشرافت ظاہر ہونا۔

ابراہیم مصطفیٰ،(2004ء).المعجم الوسیط، ص:28

مرتضی زبیدی نے کہا کہ خروج، دخول کی ضد کو کہا جاتا ہے۔

خرج خروجا نقیض دخل دخولاًای الخروج یقال خرج مخرجا حسنا وھذا مخرجه

خروج در حقیقت دخول کا متضاد ہے جیسے کہا جاتا ہے وہ اچھے مخرج سے نکلا ہے اور یہ اس کے نکلنے کی جگہ ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ

بنی اسرائیل، 80

اے میرے رب !مجھے سچائی(خوشنودی)کے ساتھ داخل فرما(جہا بھی داخل فرمانا ہو)اور مجھے سچائی(وخوشنودی)کے ساتھ باہر لے آ(جہاں سے بھی لانا ہو)۔

اسی سے خراج ہے جس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا

کالخراج وھما واحد لشی یخرجه القوم فی السنة من مالھم بقدر معلوم

خراج وہ معین چیز ہے جو کوئی قوم سال میں اپنے مال معلوم سے نکالتی ہے۔

اسی سے خارجی بھی ہے جس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

وبنو الخارجية قبیلہ معروفة نسبون الی النسبة الی ھم خارجی

بنو خارجیہ وہ معروف قبیلہ ہے جس کی طرف خارجی نسبت کی جاتی ہے۔

قیامت کے دن کو بھی یوم خروج کہا گیا ہے

وقال یوم الخروج اسم یوم القیامة

اور کہا یوم الخروج قیامت کا نام ہے۔

محمد مرتضی الزبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، لبنان منشورات دار مکتبہ الحیاۃ، بیروت، ج:2، ص:31 تا 38

یہ لفظ اردو میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ صاحب فیروزاللغات خروج کا معنی باہر نکلنا ہے۔

جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ

(یہ سب کچھ اپنے) بندوں کی روزی کے لئے (کیا) اور ہم نے اس (پانی) سے مُردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح (تمہارا) قبروں سے نکلنا ہو گا۔

(ق،11)

خروج کا لفظ بر آمد، باہر نکلنا، بغاوت، شورش، فتنہ کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

فروزالدین، (س،ن). مولوی، فیروز اللغات، ص:589

اسی سے خوارج ہے یعنی باغی لوگ، جماعت سے جدا ہونے والے لوگ۔

المنجد عربی، اردو (1994ء). کراچی، دارالاشاعت، ص:265

خروج اور خوارج میں فرق

صاحب محیط المحیط لکھتے ہیں

والخوارج من الناس عند العامة كالزنادقة

خوارج لوگوں میں زنادقہ کی طرح ہیں۔

خارجی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا:

الخارجی من خالف السلطان والجماعة ومن كان معتقدا بمذهب الخوارج وهم سبع فرق من كبار الفرق الاسلامية وهي الاباضية

خارجی جو بادشاہ یا جماعت کی مخالفت کرے اور جو خوارج کے مذہب پر اعتقاد رکھتا ہو۔ اور ان کے سات فرقے ہیں اور سے بڑا فرقہ اسلام میں اباضیہ ہے

محیط المحیط قاموس مطول للغة العربیۃ (س،ن). مکتبۃ لبنان، ص : 233

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

والخارجی الذی یخرج ویشرف بنفسه من غیر ان یکون له قدیم الذی لا یعرف اوله

افریقی،ابن منظور،(1412ھ).لسان العرب،قاہرہ، دار المعرفۃ ،ج 15 :،ص61

عبد الکریم شہرستانی لکھتے ہیں:

کل من خرج علی الإمام الحق الذی اتفقت الجماعة علیه یسمی خارجیاً سواء کان الخروج فی ایام الصحابة علی الائمة الراشدین اوکان بعدهم علی التابعین لهم باحسان والائمة فی کل زمان

"ہر وہ شخص جو کسی ایسے امام کے خلاف خروج کرے جس پر جماعت متفق ہو،خارجی کہلاتا ہے۔خواہ یہ خروج صحابہ کے زمانے میں خلفائے راشدین کے خلاف ہو یا ان کے بعد تابعین کے خلاف ہو۔خواہ کسی بھی زمانے میں کسی امام متفقہ کے خلاف ہو"

شہرستانی،عبد الکریم،الملل والنحل،ج:1،ص:114

امام شہرستانی کی تعریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کے خوارج کا لفظ عام ہے اور کسی مخصوص فرقے کے لیے خاص نہیں ہے۔یعنی جو بھی امام متفقہ کے خلاف نکلے اس کا عمل خروج کے ضمن میں آئے گا۔

امام ابوالحسن اشعری نے خوارج کا اطلاق ان لوگوں پر کیا ہے جنہوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا۔

المقالات ،ج:1،ص:207

"امام ابن کثیر نے عثما ن غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والے بلوائیوں کو خوارج کا نام دیا ہے۔"

البدایہ والنھایہ ج:7،ص:202

امام طحاوی نے بھی اسی کو ذکر کیا ہے۔

شرح العقیدۃ الطحاویۃ : ص472

لغوی طور پر خوارج خروج سے مشتق ہے ،ان کا یہ نام ان کے خروج کی وجہ سے پڑا ہے ، چاہے دین سے نکل جانے کی وجہ سے یا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کی وجہ سے ہو یا مسلمانوں کے خلاف خروج کی وجہ سے ہو۔

تہذیب اللغۃج:7،ص: 50،تاج العروس،ج:2،ص:30،فرق معاصرہ ،ج:1ص:66

بعد ازاں یہ لفظ اہل بدعت کے ساتھ یہ لفظ خاص ہو گیا۔ جنہوں نے باطل نظریات کی بنیاد پر مسلمانوں کے خون اور مال کو مباح قرار دیا اور ان کے خلاف لشکر کشی کی۔

چنانچہ علامہ ابنِ نُجیم حنفی، لکھتے ہیں:

الخوارج : قومٌ لَهم منعة وحمية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية توجب قتاله بتأويلهم يستحلون دماء المسلمين وأموالهم.

ابن نجیم، البحر الرائق فی شرح الکنز الدقائق، 2 : 234

خوارج سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت اور (نام نہاد دینی) حمیت ہو اور وہ حکومت کے خلاف بغاوت کریں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ کفر یا نافرمانی کے ایسے باطل طریق پر ہے جو ان کی خود ساختہ تاویل کی بنا پر حکومت کے ساتھ قتال کو واجب کرتی ہے۔وہ مسلمانوں کے قتل اور ان کے اموال کو لوٹنا جائز سمجھتے ہیں۔'

چنانچہ مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوئی کہ خوارج ایک گروہ جو نظریاتی اختلاف کی وجہ سے اہل سنت والجماعت سے اختلاف کی وجہ سے الگ ہوا اور خروج حاکم کی اطاعت کے برخلاف کسی عمل کا نام ہے۔

خروج اور بغاوت میں فرق

ابن نجیم حنفی کے قول کے مطابق باغی اس گروہ کو کہا جائے گا جو مسلح ہو قانونی طور پر قائم حکومت کے خلاف خروج کرے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وأما البغاة : فقوم مسلمون خرجوا على الإمام العدل، ولم يستبيحوا ما استباحه الخوارج من دماء المسلمين وسبى ذراريهم.

ابن نجیم، البحر الرائق فی شرح الکنز الدقائق، 5 : 151

”جہاں تک باغیوں کا تعلق ہے تو یہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ ہیں جو قانونی طریقے سے قائم ہونے والی حکومت کے خلاف مسلح ہو کر مقابلے میں نکل آتے ہیں، بے شک جس چیز کو خوارج نے حلال قرار دیا ہے یہ اس کو حلال قرار نہ دیتے ہوں مثلاً مسلمان کا خون بہانا اور ان کی اولادوں کو قید کرنا۔(سو یہی لوگ باغی کہلاتے ہیں۔)“

محمد بن مفلح المقدسی الحنبلی ”الفروع“ میں لکھتے ہیں:

أهل البغى : وهم الخارجون على الإمام بتأويل سائغ. ولهم شوكة لا جمع يسير خلافا لأبى بكر. وإن فات شرط فقطاع طريق. وفى الترغيب لا تتم الشوكة إلا وفيهم واحد مطاع. وأنه يعتبر كونهم فى طرف ولايته.

ابن مفلح، الفروع، 6 : 147

"باغی وہ لوگ ہیں جو بہ ظاہر پرکشش تاویل کی بناء پر حکومتِ وقت کے خلاف خروج کریں اور ان کے پاس قوت و طاقت یعنی اسلحہ اور افرادی قوت خوب ہو اور ان کی جماعت چھوٹی نہ ہو۔اس میں امام ابو بکر (المروزی) کا اختلاف ہے۔اور اگر کوئی ایک شرط مفقود ہو تو ان کو راہزن کہیں گے اور الترغیب میں لکھا ہے کہ اس وقت تک طاقت و قوت کی شرط پوری نہیں ہوتی جب تک اس جماعت کے اندر ایک لیڈر نہ ہو۔ اور سلطنت کے کسی ایک کونے میں ان کی عمل داری اور قبضہ و تصرف کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔"

آئمہ وفقہاء اور اہل لغات کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بغاوت کے لفظ ظلم اور زیادتی کا معانی پایا جاتا ہے۔مزید یہ کہ اس میں شرعی قیود اور قانونی اور آئینی حدود کو توڑ کر معاشرے میں بد امنی اور فساد کا مرتکب ہوا جاتا ہے، باغی گروہ مسلح طاقت کے ساتھ ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہیں اور حکومت کی طرف سے عائد واجبات کو ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں۔یہ لوگ خوارج کی طرح مسلمانوں کے خون کو مباح نہیں سمجھتے اور نہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر سمجھتے ہیں۔ان سے حکومت کا جنگ کرنا واجب ہے جبکہ خوارج جب تک جنگ میں پہل نہ کریں ان سے جنگ نہیں کی جائے گی۔اس کے مقابلہ میں خروج لفظ عام ہے جو کسی بھی گروہ کے حاکم کی اطاعت سے انخراف کرنے پر بولا جا سکتا ہے۔

خروج اور دہشت گردی میں فرق

دہشت گردی کی تعریف کرتے ہوئے عالمی عدالت انصاف کی سابق جج روز لین ہگنز لکھتی ہیں:

دہشت گردی ایسے ناپسندیدہ افعال سے عبارت ہے جن میں ناجائز طریقے سے ایسے اہداف کو نشانہ بنایا جائے جن کو قانونی تحفظ حاصل ہو۔

Zahid Shah(2009).Jihad and Terrorism: A Comparative Stud, The dialogue, Publication of Qurtuba University, Pakistan ,ISSN#:1819-6470,Vol.4,Num.4, Pg.535

پروفیسر یوناہ الیگزینڈر نے دہشت گردی کو عمومی خوف کے احساس سے تعبیر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

دہشت گردی یہ ہے کہ عام شہری آبادی اور تنصیبات کے خلاف تشدد کا استعمال اس طرح کیا جائے کہ لوگوں میں ایک عمومی خوف کا احساس پیدا ہو۔

مشتاق احمد، ڈاکٹر، (2016ء). جہاد، مزاحمت، اور بغاوت، لاہور، کتاب محل شریعہ اکیڈمی، ص:613

یعنی دہشت گردی عوام میں خوف کے احساس کو پیدا کرتی ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے رچرڈ کلٹربک کہتے ہیں کہ دہشت گردوں کا نشانہ عام شہری کیوں بنتے ہیں؟

ایک پرانی چینی کہاوت ہے ایک کو اس طرح قتل کر دو کہ ایک ہزار خوفزدہ ہوں اب ایک فوجی کو قتل کرنے سے اس کے دس ہزار ساتھی خوفزدہ ہونے کی بجائے بندوق اٹھالیں گے۔

مشتاق احمد،ڈاکٹر،(2016ء). جہاد،مزاحمت،اور بغاوت،ص:614

مندرجہ بالا تعریفات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دہشت گردی خوف کی فضا قائم کرتی ہے۔ دہشت گردوں کا مقصد ایسے افراد جن کو قانون نے تحفظ فراہم کیا ہو ان کو ہراساں کرکے مقاصد حاصل کرنا ہوتا ہے لیکن اہل خروج کا مقصد لوگوں کو ہراساں کرنا نہیں بلکہ بزور قوت وطاقت حاکم پر غلبہ پانا ہوتا ہے۔

ذیل میں ہم احتجاج کا معنی ومفہوم بیان کریں گے تاکہ بعد ازاں خروج اور احتجاج میں فرق کو واضح کیا جاسکے۔

احتجاج کا لغوی مفہوم:

احتجاج کے فعل کے لیے ہر زبان میں مخصوص لفظ استعمال کیا جاتا ہے جو اس کے مفہوم کو واضح کرتا ہے۔ذیل میں ہم بالترتیب اردو، عربی اور انگریزی زبان میں احتجاج کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ کا تجزیہ پیش کریں گے۔

اردو زبان میں احتجاج کا مفہوم

اردو لغات میں احتجاج سے مراد اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنا اور کسی ناپسندیدامر پر اعتراض کرنے کے ہیں۔احتجاج لغوی معنی بیان کرتے ہوئے صاحب فروز للغات نے لکھا کہ:

احتجاج سے مراد کسی امر کے خلاف آواز اٹھانا،حجت لانا،دلیل پیش کرنا ہے۔

فیروزالدین مولوی،(س،ن) .فیروز اللغات،فارسی اردو،راولپنڈی ،فروز سنز،ص:28

اسی طرح احتجاج کا لفظ اعتراض،انکار،مخالفانہ آواز اٹھانا،اظہار ناپسندیدگی کرنا کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

فروزالدین ،مولوی(س،ن) .فیروز اللغات،کراچی،فیروز سنز،ص:72

ہیرا لال نے احتجاج کا لفظ اپنے شعر میں یوں استعمال کیا:

ہر ظلم پر کیاہے زمانے سے احتجاج
کچھ بھی نہ بن پڑا تو مذمت ضرور کی

دہلوی،ہیرالال فلک،(1982ء). حرف و صدا،دہلی،مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،ص:12

وحید الزماں کیرانوی نے آواز اٹھانے، اعتراض کرنے، کے ساتھ ثبوت پیش کرنا اور دلیل بیان کرنا بھی احتجاج کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

عربی میں احتج منه بشأن کذا بول کر احتجاج کا مفہوم مرادلیاجاتاہے۔

کیرانوی،وحید الزماں(س،ن) .القاموس الاصطلاحی،کراچی،دازالاشاعت،ص:23

''احتج علی'' کا معنی اعتراض،احتجاج کرنا،اعراض کرنا،استثنا طلب کرنا جبکہ: حجت پکڑنے کے معنی میں استعمال ہوتاہے۔

روضی البعلبکی،الدکتور،(2005ء).المورد الوسیط ،کراچی،دارالاشاعت،ص:27

''احتج'' سے بھی مفہوماً احتجاج کے معنی لیا جاتا جس کے معنی کسی کام پر اظہار ناگواری کرتے ہوئے آڑے آنا ہے

ابراہیم مصطفیٰ،(2004ء).المعجم الوسیط،لاہور،مکتبہ رحمانیہ، ص:205

عربی لغت میں احتجاج کا لفظ بطور حجت کے لکھا گیا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے:

اِحتج احتجاجا:اَتی بالحجة وبه جعله حجة له واعتذربه

البنانی،سعید الخوری الشرتونی(1403ھ).اقراب الموارد فی فصیح العربیۃ والشوارد،ایران، منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ المرعشی النجفی، قم،ص:194

قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

قُلْ فَلِلّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ

الانعام،149

فرما دیجئے کہ دلیلِ محکم تو اللہ ہی کی ہے

عربی زبان میں احتجاج کا مفہوم

عربی زبان میں احتجاج کے لیے لفظ" **مظاهرة** ''بھی استعمال کیا گیا ہے،اس کا مادہ ظ،ھ،ر ہے ظھر کا معنی بیان کرتے ہوئے صاحب المنجد نے لکھا ہے اس کا معنی ''باہر آنا''۔جیسا کہ کہا جا تا ہے، **تظاهرالقوم** قوم نے ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعاون کیا۔

المنجد،ص:633

اسی طرح کہا جاتا ہے:

مظاهرة معادية للحكومة

حکومت مخالف مظاہرہ

کیرانوی، وحید الزماں قاسمی،مولانا،(س،ن).القاموس الجدید،ادارہ اسلامیات،ص:574

صاحب معجم الوسیط مظاہرۃ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إعلانَ رأْيٍ أَو إِظهارُ عاطفةٍ في صَورة جماعيّه

اجتماعی طور پر کسی رائے یا جذبہ کا اظہار واعلان مظاہرہ کہلاتا ہے

ابراہیم مصطفیٰ،(1425ھ).المعجم الوسیط،مکتبہ الشروق الدولیہ،ص:578

انگریزی میں احتجاج کا مفہوم

انگریزی میں احتجاج کے لیے protest یا strike کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے مراد ہے۔

xpress strong disagreement or disaprovel about something

oxford advavnced learner's Dictionary of current English,As Horn By oxford

university press,England 1989,Page No.1003

A protest is the act of saying or showing publicly that you don't approve of something

Bbc enlish dictionary,Harpercollins Publishers London,Page NO.888

A protest is the individual or collective expression of oppositional, dissenting, reactive or responsive views, values or interests. As such, a protest may encompass, inter alia

Lois Leslie,(2016). The right to dissent, Lawyers' Rights Watch Canad(LRWC),Page

No.12

Protestant

اسی سے protestant ہے جو دین مسیحی کا ایک فرقہ کا نام ہے جس کا بانی لوتھر تھا۔

Ferozsons Lahore,Page:711

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اس کا ذکر یوں کیا ہے

protestant has stood for a principle of protest that calls under judgment not only the beliefs and institutions of others but also one's own movements and causes.

Encyclopedia brtanica, vol,15 Pg.99

اخلاق احمد قادری پروٹسٹنٹ فرقہ کے تاریخی پس منظر کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

طاقت اور اقتدا کا دور نویں صدی عیسوی میں اس وقت شروع ہوا تھا جب رومۃ الکبری کی مقدس سلطنت کے پہلے شہنشاہ شارلیمام کو رومہ میں پوپ نے مذہب رسوم کے ساتھ اپنے ہاتھ سے تاج پہنایا تھا پاپائے روم کے ہاتھوں مقدس رومن سلطنت کا قیام دراصل مذہب و سیاست کو یکجا کرنے کی اس جدوجہد کا نتیجہ تھا جو داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کی لیکن پوپ نے داعی اسلام کے پیام پر ادھورا عمل کیا۔وہ بادشاہت کے ادارے کو ختم کر سکا نہ پاپائیت میں ضم کر سکا بلکہ بادشاہ کے ساتھ ایک قسم کا سمجھوتہ کرلینے پر متفق ہوا گیا۔پاپائیت نے بادشاہ کا علیحدہ وجود بھی تسلیم کر لیا لیکن اس پر اپنا تسلط بھی قائم کر لیا نتیجتاً اس دورخی پالیسی کی وجہ سے برابر کی طاقت کے دوادرائے جود میں آگئے جو حصول اقتدار کے لیے باہم متصادم رہنے لگے،ابتدا میں

پادری طبقہ اپنی اہمیت قائم رکھنے کے لیے بہت محتاط رہا مگر بعد ازا یہ طبقہ بھی عیش پسندی کی نظر ہو کر عوام کی نظرو سے اترنے لگا۔کیونکہ عوام کو لوٹنا پوپ اور بادشاہ دونو ں کے درمیان قدر مشترک تھی مگرخود کوروحانی فرمانزوا کہنے کی وجہ سے عوام نے بادشاہ کی بداعمالیوں کا ذمہ دار بھی پوپ کو قراردیا۔نتیجتاً اس کے خلاف بغاوت و منافرت کا آغاز ہوا۔بغاوت اور منافرت کے یہ جذبات آہستہ آہستہ پوری سلطنت میں پھیل گئے آخر پندررہویں صدی عیسوی کے آخر اور سولہویں صدی کے اوائل میں مارٹن لوتھر کی عظیم مصلح شخصیت کی قیادت میں اصلاح مذہب کی تحریک نے جنم لے کر پاپائیت کے تاروپور بکھیر د یئے

مارٹن لوتھر جو کہ جرمنی کے گاؤں آئل بین سے تھا پوپ کے خلاف علی الاعلان اپنے نظریات کو پرچار کرنے لگا حالانکہ اس دور میں پوپ کی مخالفت کو احتساب عدالت میں پیش کیا جاتا اور اقبال جرم کے نتیجے میں آگ کے شعلوں اورکھولتے تیل کی نظر یا کردیا جاتا۔مگر عوام میں اب سوجھ بوجھ پیدا ہوچکی تھی عوام کی ایک بڑی تعداد لوتھر کے ساتھ تھی۔پاپائیت نے بہت ہاتھ مارے مگر اس کا زوال شروع ہوچکا تھا۔لوتھر کی تحریک اصلاح روز بروز طاقت پکڑتی گئی ۔اس وقت یہ تحریک دراصل پاپائیت کی غلط روش کے خلاف ایک احتجاج تھا۔جسے انگریزی زبان میں "Protest" کہتے ہیں،اس لیے اس تحریک کے حامی پروٹسٹنٹ یا احتجاجی کہلائے۔

قادری،اخلاق احمد،(2002ء). تاریخ انقلابات عالم،مشتاق،بک کارنر،لاہور،ص:14

Protestantism

کولیئر انسائیکلوپیڈیا میں پروٹسٹنٹ ازم کے بارے میں یوں بیان کیا:

> A religious movement that includes all those western faiths that remain within Christian tradition but are distinct from the Roman Catholic Church. The word "Protestant" came into use at the in 1529 to identify the signers of the protestation,a document defining the diet's prohibition of certain reforms witting the Church."Protestant" later came to applied to all who broke from papal obedience during the great 16th.

Lauren S. Bahr,Collier's Encyclopedia,Maxwell Macmillan International Pbulishing Group,New York,Pg.431

> ایک مذہبی تحریک جس میں تمام مغربی عقائد شامل ہیں جو مسیحی روایت کی پیروی کرتے ہیں مگر رومن کیتھولک کلیسا سے مختلف ہیں۔لفظ پروٹسٹنٹ 1529 ء ایک احتجاجی مراسلہ پر دستخط کرنے والوں کی نشاندہی کے طور پر استعمال ہوا۔ایک ایسی دستاویز جس میں یہ طے کیا گیا کہ چرچ کو مخصوص اصطلاحات کے احساس دلانے تک غذا کا استعمال نہیں کریں گے۔لفظ پروٹسنٹ کا اطلاق بعد ازاں ہر اس شخص پر ہوا جس نے سولہویں صدی میں پوپ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔

اخلاق احمد لکھتے ہیں:

> 18 دسمبر 1621ء کو تیسری پارلیمنٹ نے ایک احتجاج نامہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جو The great protestation کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اس میں کہا گیا تھا کہ پارلیمنٹ کو آزادی، حق رائے دہی، حقوق اور اختیارات کے متعلق جو پہلے سے حاصل ہیں وہ انگلستان کی عوام کا پیدائشی حق ہے اور بادشاہ یا حکومت کو تمام ضروری معملات پارلیمنٹ میں زیر بحث لانے چاہیے۔لیکن بادشاہ نے اس پارلیمنٹ کو توڑ دیا۔

احتجاج اور خروج میں فرق

لغت کی رو سے احتجاج کا معنی دلیل اور حجہ کے ہیں اور عرف میں اس سے مراد آواز بلند کرنا اور اپنے حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد کا نام ہے۔یہ جدوجہد عموماً آئینی و قانونی دائرے میں رہتے ہوئے کی جاتی ہے۔جبکہ خروج کے معنی عمومی طور پر باہر نکلنا کے ہیں جیسا کہ قرآن کریم کی مختلف آیات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔مگر اصطلاح میں خروج سے مراد منتخب حکمران کی اطاعت سے نکل جانا اور انتشار افتراق کی راہ کو ہموار کرنا ہے خروج کرنے والا شخص بسا اوقات شرعی قیود اور قانونی وآئینی حدود کو توڑ کر معاشرے میں بدامنی زیادتی اور ظلم کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

خلاصہ بحث

اس فصل میں خروج اور احتجاج کا معنی و مفہوم بیان کرتے ہوئے ان کا آپس میں تقابل کیا گیا۔جس سے نہ صرف خروج اور احتجاج کے درمیان فرق واضح ہوا بلکہ خروج کا لفظ احتجاج، بغاوت اور دہشت گردی کی اصطلاحات سے ممتاز حیثیت میں سامنے آیا چنانچہ دیگر ابواب میں ان الفاظ کے درست اطلاقات راہ میں مدد ملے گی۔

فصل دوم:

خروج اور احتجاج اور احتجاج کی صورتیں

احتجاج سب کا جمہوری اور فطری حق ہے۔احتجاج سے خیر کا پہلو بھی ہے اور حقوق کے حصول کا بھی ذریعہ ہے۔اگر احتجاج اپنے حدود سے تجاوز کر جائے یا ذاتی مفاد کی خاطر ہو تو اس کے برے اثرات بھی معاشرہ پر مرتب ہوتے ہیں۔مگر اکثر و بیشتر لوگوں نے اپنے حقوق کی آواز بلند کرنے کے لیے یہ ذریعہ اختیار کیا ہے۔برصغیر میں موہن داس کرم چند گاندھی نے سب سے پہلے (1918ء) میں احتجاج کا طریقہ یورپ سے درآمد کیا اس کو ہڑتال کا نام دیا جس کے معنی ہیں ہر جگہ تالا یعنی ہر جگہ تالا لگا دیا جائے۔لیکن اس کی نوبت اس وقت آتی ہے جب لوگوں کو ان کا جائز حق نہ ملے۔لیکن اس کے برعکس اگر لوگوں کو ان کے حقوق فوری ملیں۔حکمران طبقہ عوام کی خدمت کو عبادت سمجھے،رشوت،کرپشن،اقربا پروری اور ظلم و زیادتی سے اجتناب کیا جائے تو احتجاج کی نوبت ہر گز نہیں آتی۔

احتجاج اور خروج کی مختلف اقسام ہیں ذیل میں ہم ان اقسام کا جائزہ لیں گے۔

ہڑتال

ہڑتال احتجاج کی کرنے کی ایسی کوشش جس میں کام بند کر کے ہر طرف تالہ بندی کر دی جائے ہڑتال کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

> عمومی طور پر صنعتی عمل میں ہڑتال ورکرز کے گروپ کیا انظامیہ کے خلاف احتجاج کی انتہائی شکل ہے۔اسی طرح ہڑتال کام کرنے والے طبقہ کی انتظامیہ سے مراعات حاصل کرنے کے لیے ایک اجتماعی کوشش ہے۔اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے عزم کے طور پر اتحاد اور قوت کا ایک مظاہر ہے۔یہ مزدور تحریک کی طاقت کا ایک اشارہ بھی ہے۔

Benjamin Leung and Stephen Chiu,(1991). A SOCIAL HISTORY OF INDUSTRIAL STRIKES AND THE LABOUR MOVEMENT IN HONG KONG - 6494 6491,Hong Kong, Department of Sociology,University of Hong Kong, Pokfulam Road, Page No.05

ہڑتال سے مراد بڑے پیمانے پر ملازمین کا کام کرنے سے انکار کرنا ہے۔ہڑتال کا عمومی سبب کسی قسم کا مطالبہ ہوتا ہے جس کے پورا کیے جانے کے لیے ہڑتال کی جاتی ہے۔ صنعتی انقلاب کے دوران ہڑتال بہت اہمیت اختیار کر گئی تھی جہاں فیکٹریوں اور کانوں میں بڑے پیمانے پر مزدوروں کی بھرتی درکار ہوتی تھی۔اکثر ممالک میں اسے جلد ہی غیر قانونی قرار دے دیا گیا تھا کیونکہ عموماً فیکٹریوں کے مالکان بہت زیادہ طاقتور ہوتے تھے۔انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے شروع میں اکثر مغربی ممالک نے جزوی طور پر ہڑتال کو قانونی قرار دے دیا تھا

https://ur.wikipedia.org/wiki/ 1/02/2018

ایک ذہنی طور پر تندرست شخص یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس نے بھوک ہڑتال کی ہے اور ایک مخصوص دورانیہ تک کھانے پینے سے انکار کر رکھا ہے۔

بھوک ہڑتال

بھوک ہڑتال مراد اپنے حقوق کے حصول کے لیے احتجاجاً کھانے پینے سے انکار کر دینا۔ اس کی تعریف صاحب تہذیب اللغہ نے یوں کی ہے۔

یمکن تعریفه بانه: الا متناع عن بعض اوکل انواع الطعام او الشراب او هما معا،مدة محدودة او مفتوحة للمطالبة بحق ما لدي طرف ثان.

تہذیب اللغۃ،ج:4،ص:124

اس کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ طرف ثانی سے کسی حق کے حصول کے لیے یا کسی حق کے مطالبے کے لیے محدود یا غیر محدود مدت تک بعض یا تمام انواع واقسام کی کھانے یا پینے یا دونوں چیزوں سے رک جانا

ورلڈ میڈیکل ایسوی ایشن کے مطابق

"a mentally competent person who has indicated that he has decided to embark on a hunger strike and has refused to take food and for a significant interval"

بھوک ہڑتال کرنے والا شخص ذہنی طور پر درست ہے جس نے اعلان کیا ہے کہ اس نے بھوک ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس نے کچھ وقت کے لئے کھانے اور پینے سے انکار کر دیا ہے۔

World medical association.declaration on hunger strikers(1990).adopted by the 43rd world medical assembly malta, Nov 1991 and editorially revised at the 44th World Medical Assembly Marbella, Spain, September 1992

اگر ہم تاریخی اعتبار سے جائزہ لیں تو جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے اسلام قبول کیا تو ان کی ماں نے ان کے اس عمل پر کھانا پینا چھوڑ دیا اور بھوک ہڑتال کی چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ

میری ماں نے مجھ سے کہا کہ اے سعد! کیا اللہ کا حکم میرے ساتھ نیکی کرنے کا نہیں ؟ اگر تو نے آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکار نہ کیا تو واللہ میں کھانا پینا چھوڑ دونگی چنانچہ اس نے یہی کیا

یہاں تک کہ لوگ زبردستی اس کا منہ کھول کر غذا حلق میں پہنچا دیتے تھے پس سورۃ لقمان کی آیت 15 نازل ہوئی۔(ترمذی، ابن کثیر، قرطبی)

صحیح مسلم، کتاب فضائل صحابہ، باب، رقم الحدیث 1748

مولانا ادریس کاندھلوی معارف قرآن میں لکھتے ہیں:

سعد بن ابی وقاص جب اسلام لے آئے تو ان کی والدہ جو مشرکہ تھیں ان کو خبر پہنچی کہ ان کا بیٹا صحابی ہو گیا تو انہوں نے قسم کھائی کہ مجھ سے کھانا پینا اور چھت کے نیچے بیٹھنا حرام ہے۔ جب تک سعد محمد ﷺ کا انکار نہ کرے اور اس کے دین سے علیحدہ اور بیزار نہ ہو جائے اس طرح ان کی ماں پر تین دن گزر گئے تب سعدؓ نے اپنی ماں سے کہا اے ماں اگر تو سو بار مرے اور زندہ ہوں تو میں دین اسلام کو نہیں چھوڑوں گا حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض حال کیا اس پر یہ آیت اتری

کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، (1422ھ) معارف القرآن سندھ، مکتبہ المعارف، ج6، ص:89

پہیہ جام ہڑتال

پہیہ جام ہڑتال عمومی طور پر پبلک ٹرانسپوٹر کی طرف سے احتجاج کے طور پر ہونے والی ہڑتال کو کہا جاتا ہے جس سے عام شہریوں کی آمد و رفت جزوی طور پر معطل ہو جاتی ہے۔

شٹر ڈاؤن ہڑتال

یہ عالمی طور پر احتجاج کی جدید شکل ہے جو پہلے سوگ خانے کے لیے کالے لباس کا انتخاب کیا جاتا ہے جبکہ موجودہ دور میں باروں کے ساتھ کالی پٹی بازوں کے ساتھ کالی پٹی باندھ کر احتجاج کیا جاتا ہے اسی طرح کسی دن کو یاد کے طور پر منانے کے لیے یہ عمل کیا جاتا ہے۔

تاجر برادری کی طرف سے کاروبار کو مکمل طور بند کر کے علامتی طور پر احتجاج کیا جاتا ہے جس سے خرید و فروخت کا عمل رک جاتا ہے۔

احتجاج بصورت دھرنا

دھرنا بھی احتجاج کی جدید شکل ہے جس میں کچھ افراد اپنے حقوق کی خاطر کسی مخصوص جگہ کا انتخاب کر کے غیر معینہ مدت کا بیٹھ جاتے ہیں. انگریزی میں دھرنے کو sit in کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں۔

وکیپیڈیا کے مطابق:

دھرنا در اصل ایک براہ راست عمل ہے جس میں ایک یا ایک سے زیادہ لوگ مخصوص علاقے پر احتجاج کرتے ہوئے قابض ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ اکثر سیاسی سماجی یا معاشی کی تبدیلی کی ترویج کے لیے وقوع پذیر ہونے والی احتجاجی شکل ہے

https://en.wikipedia.org/wiki/Sit-in

دھرنے کا تاریخی پس منظر:

دھرنے کی شکل میں غیر متشدد تحریک کا آغاز امریکہ میں سول رائٹس کے حصول کے لیے 1960ء میں Greensboro اور North Carolina میں دھرنا ہوا یہ دھرنا سول نافرمانی کا عمل تھا یہ ایک ایسی سول نافرمانی کا عمل تھا یہ ایک ایسی حکمت عملی کے تحت شروع کیا گیا جس کے نتیجے میں مظاہرین کے لئے لوگوں کے دلوں میں احساس ہمدردی بیدا رہوا۔

سیاہ فاموں کے شہری حقوق کے لئے آواز بلند کرنے والے لیڈر ڈاکٹر مارتھر لوتھر کنگ جونئیر کے نظریات سے متاثر چار سیاہ فام نوجوان تارتھ کیئرولائیا کی ایک یونیورسٹی میں 1960ء کو ایک ایسی میز پر جو سفید فاموں کے لئے مخصوص تھی بیٹھ گئے ، مگر رسیٹورنٹ نے انہیں کھانا پیش کرنے سے انکار کردیا چنانچہ انہوں نے کھانے کی میز سے اٹھنے سے انکار کردیا وہاں دھرنا دے کر بیٹھ گئے۔اس کاروائی سے مالکان کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑھا کیونکہ سیافارم لوگوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا چنانچہ وہ آہستہ آہستہ پوری مارکیٹ میں اور کاروباری جگہوں میں پھیلنے لگ گئے سیاہ فام اور سفید فام مظاہرین کی تعداد 70 ہزار تک پہنچ گئی اس احتجاج سے امریکہ کی بیس ریاستیں متاثر ہوئیں۔جولائی 1960ء میں دولاکھ ڈالر کے نقصان کے بعد رول ورتھ نے اپنی میزوں پر سفید فاموں اور سیاہ فاموں کو کھانا پیش کرنے کا اعلان کیا یوں بنیادی حصول کے لئے سیاہ فام تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

Sit-in movement, nonviolent movement of the U.S civil rights era that began in

Greensboro, north Carolina, in 1960

پاکستان کی تاریخ میں بھی مختلف طبقات کی طرف سے اپنے حقوق کے لئے دھرنے دیئے گے جس میں طویل دھرنا 2014ء دو اہم سیاسی جماعتوں کی طرف سے دیا گیا۔جو کہ تقریباً 127 دن تک جاری رہا۔یہ دھرنے اگرچہ اپنے مقاصد اور اہداف کی صورت میں کامیاب نہیں ہوئے مگر اپنے حقوق کی آواز بلند کرنے کے لیے پاکستانی قوم کی جدوجہد کے اعتبار سے بہت مؤثر رہا۔

بائیکاٹ کرنا:

بائیکاٹ سے مراد الگ ہوجانا، دور ہوجانا یا کسی عمل میں شمولیت سے انکار کردینا ہے۔انسانی معاشرے میں بطور احتجاج بائیکاٹ کی مختلف صورتیں ہیں جن کا ذکر ذیل میں آئے گا۔

معاشرتی بائیکاٹ:

7 نبوی کو قریش نے مسلمانوں کو اشیائے ضرورت کی فروخت پر پابندی لگادی تھی اس پر ستم یہ کہ شعب ابی طالب کسی قافلہ کی گزرگاہ بھی نہیں تھی۔جس سے کہانے پینے کی اشیاء مہیا ہوسکتی۔مسلمانوں نے شعب ابی طالب میں انتہائی دردناک اور مصیبتوں میں وقت گزارا۔کفارِ قریش کی اعلیٰ قیادت نے اس غرض سے ایک اعلانیہ دستاویز لکھوا کر خانہ کعبہ میں

آویزاں کر دی تاکہ یہ مقاطعہ سب کے لئے واجب ہو جائے اور جانے انجانے سب کو معلوم ہو جائے۔ قریش کی طرف سے یہ مقاطعہ ان خاندانوں کی بقاءو سلامتی اور زندگی و موت کا معاملہ تھا اور نامعلوم مدت کے لئے عائد کیا گیا تھا رعایت دینے کے لئے صرف ایک ہی شرط تھی کہ وہ خاندان والے قتل کے لئے ابو طالب کے بھتیجے کو خود ہی پیش کر دیں۔

عرب کی تاریخ غالباً یہ منفرد واقعہ تھا کی خاندانوں کا اس طرح بے رحمانہ معاشی اور معاشرتی مقاطعہ کیا گیا ہو کہ وہ نا معلوم مدت تک اس میں مبتلا رہیں اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ان کے سامنے جان کی بازی ہار جاہیں

سیرت ابن اہشام، ج:2، ص:341

سیاسی بائیکاٹ:

سیاسی بائیکاٹ کے نتیجے میں لوگ احتجاجاً ووٹ دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔ یہ ایک احتجاج کی شکل ہے جس کا اظہار ووٹرز حکمرانوں کی پالیسیوں سے تنگ آکر کرتے ہیں

پاکستان میں مئی 2013ء کے انتخاب میں عوامی تحریک کے ورکرز نے الیکشن کا بائیکاٹ کرتے ہوئے ووٹ ڈالنے کی بجائے پرامن احتجاجی مظاہرے کیے جس کا مقصد انتخابی اصلاحات کے بغیر انتخاب کا انعقاد کیا جانا تھا۔

مصنوعات کا بائیکاٹ:

تحریکات خلافت کے زمانے میں "ترک موالات" کے جو طریقے استعمال کیے گے تھے اُن میں ہڑتال بھی شامل تھی، ترک موالات کے تحت یہ تحریک چلائی گئی تھی کہ برطانوی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے چنانچہ اہل تحریک نے دکانوں پر جو برطانوی مصنوعات فروخت کرتی تھی۔ رضاکار مقرر کر دیے تھے۔ جو لوگوں کو جس طرح ممکن ہو وہاں سے خریداری کرنے سے روکتے تھے، اگر خرید چکے ہوں تو واپسی پر مجبور کرتے تھے، نیز وہ دکانداروں کو مجبور کرتے ت کہ وہ ایسی اشیاء دکانوں پر نہ رکھیں، اگر وہ نہ مانیں تو ان کو نقصان پہنچانتے تھے خواہ اس دکاندار کے پاس کوئی اور ذریعہ معاش نہ ہو اور اس تجارت کو بند کرنے سے اس کے اہل وعیال پر فاقوں کی نوبت آجائے، تھانوی صاحب ان کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا، واقعہ بھی متعدد گناہوں پر مشتمل ہے ایک مباح فعل کے ترک پر مجبور کرنا بجز بعض خاص تجارتوں کے سبب اشیاء کی خرید و فرو خت کا معاملہ اہل حرب تک کے لئے بھی جائز ہے چہ جائیکہ معاہدین کے ساتھ دوسرا بعد اتمام بیع کے واپسی پر مجبور کرنا زیادہ گناہ ہے بدوں کے قانون خیار کے یہ واپسی بھی شرعاً مثال بیع کے ہے جس میں تراضی متعاقدین شرط ہے تیسرا نہ ماننے والوں کو ایذا دینا جو ظلم ہے چوتھا اہل وعیال کو تکلیف پہنچانا کہ یہ بھی ظلم ہے، پانچواں اگر اس کو واجب شرعی بتلایا جائے تو شریعت کو تغیر و تحریف ہونا ہے۔

تقی عثمانی، مفتی(1427ھ). اسلام اور سیاست، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ص:51

سیاسی عمل سے بائیکاٹ

سیاسی عمل سے بائیکاٹ مختلف صورتوں میں ہو سکتا ہے جس میں ووٹ ڈالنے سے انکار ،اسمبلی کی کاروائی سے بائیکاٹ، انتخابی عمل میں شرکت سے انکار کرنے جیسی صورتیں ہو سکتی ہیں پاکستان میں اس کی مثال 2013ء کے انتخابات میں کچھ جماعتوں کی طرف سے انتخابات الیکشن کے عمل کا بائیکاٹ کیا گیا۔

روزنامہ ایکسپریس لاہور، 11 مئی 2013ء،ج:13، شمارہ:74، ص:1

کالی پٹی باندھ کر احتجاج کرنا

یہ علامتی طور پر احتجاج کی جدید شکل ہے جیسا کہ کالے رنگ کا لباس سوگ کے لیے پہنا جاتا ہے اسی طرح موجودہ دور میں سوگ اور احتجاج کے لیے بازوں کے ساتھ پٹی باندھ کر احتجاج کیا جاتا ہے۔ یہ کسی دن کی یاد کے طور پر یا کسی سے اظہار یکجہتی کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔

ڈیوڈ ایل کے مطابق:

> بیسوی صدی میں میں بازوں پر سیاہ پٹی کو احتجاج کے طور پر استعمال کیا گیا۔ 1965 میں تین طلباء جان تھنکر، میری بیتھ اور کرسٹو ویتنام نے ویتنام کی جنگ میں امریکہ مداخلت کے خلاف احتجاج کے طور پر سکول میں سیاہ پٹی کو سفید امن کی علامت کے ساتھ باندھا، جس پر انہیں سکول سے خارج کر دیا گیا۔ امریکہ کی ایک عدالت نے طلباء کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے لکھا کہ سکول انتظامیہ نے طلباء کو ان کے احتجاج کی بدولت خارج کر کے اپنے حقوق سے تجاوز کیا ہے

David L. Hudson, Jr(2013). Black Armbands, Boobie Bracelets, and the Need to Protect Student Speech, UMKC L. REV Pg.595

لانگ مارچ

لانگ مارچ ایک جگہ سے دوسرے جگہ احتجاج کرتے ہوئے جانا جس کی صورت اجتماعی طور پر ہوتی ہے اگر یہ مارچ مختصر ہو تو اسے ریلی یا جلوس کہا جاتا ہے حال ہی میں اس قسم کا مظاہرہ پاکستان کی سیاسی جماعت پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے کیا گیا۔

خروج اور احتجاج کی ضرورت واہمیت

ابتدائی زمانہ اسلامی میں اعلاء کلمۃ الحق مسلم علماء کا خاص فرض سمجھا جاتا تھا لیکن خلافت راشدہ کے بعد جب ملوکیت کا دور شروع ہوا تو علماء حق نے رفتہ رفتہ اس فرض اسے سبکدوش ہونا شروع کیا۔ سوائے امام حسین کے جنھوں نے یزید کے خلاف اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر اس کے فتنے سے امت کو بچانے کی کوشش کی۔

اعلاء کلمۃ الحق کا عملی پرچار

آئمہ اربعہ کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو انہوں نے تمام عمر حق کو نہ صرف حق جانا بلکہ اس کا پرچار بھی کرتے رہے باجوداس کے کہ ان پر جبر و تشدد کی انتہا کر دی گئی۔ عبد الوحید لکھتے ہیں

امام شافعی کو معمولی اختلاف کی بنا پر اس قدر ایذائیں دی گئیں کہ معاذاللہ۔ آپ کو یمن سے بغداد تک بے حرمتی کے ساتھ قید کر کے لایا گیا۔ ہزاروں آدمی آپ کو گالیاں دیتے جاتے تھے اور وہ سر جھکائے ہوئے مقید حالت چلے جاتے تھے۔

عبد الوحید خان، علامہ، (1996). مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان تاریخ افکار وسیاست اسلامی، لاہور، دوست ایسوسی ایٹس، ص:519

امام مالک کو 147 ھ میں صرف ایک مسئلہ طلاق کے اختلاف کی وجہ سے ابتلاو محن کا شکار بنایا گیا۔ مدتوں تک آپ جمعہ کی نماز اور جماعت کے لیے باہر نہ نکل سکے۔ آپ کی مشکیں اس بے دردی سے کسی گئیں کہ آپ کے دونوں ہاتھ بازوں سے اکھڑ گئے اس کے باوجود بھی آپ کو اونٹ پر سوار کرا کے شہر میں گمایا گیا اس مسئلہ کی صحت کریں آپ اپنے موقف پر قائم رہے اور اسی کا برچار کرتے رہے۔ بھرے مجمع میں آپ پکار پکار کر کہتے:

جو مجھے جانتا ہے جانتا ہے جو نہ جانتا ہو وہ جان لے کہ میں مالک انس کا بیٹا ہوں۔ اور صاف کہتا ہوں

کہ طلاق المکرہ لیس بشئی

اس پر آپ کی پیٹھ پر ستر کوڑے مارے گئے یہاں تک کہ آپ کی تمام پیٹھ خون میں نہا گئی۔

عبد الوحید خان، علامہ، (1996). مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان تاریخ افکار و سیاست اسلامی، لاہور، دوست ایسوسی ایٹس، ص:510

مسئلہ خلق قرآن کے اختلاف کی وجہ سے امام احمد بن حنبل کو 28 مہینے قید میں رکھا گیا اور بھاری بھاری زنجیرں ان کے پیروں میں ڈال دی گئیں ان کو بر سر دربار بلایا جاتا اور طمانچے مارے جاتے تھے ہر شام کو جیل سے نکالے جاتے اور ان کی پیٹھ پر کوڑوں کی مار دی جاتی

بعد ازاں یہ علماء نے راہ رخصت پر عمل کرنا شروع کر دیا اگرچہ وہ خود نیک تھے لیکن دوسروں کی برائیوں کو روکنے اور حق کو قائم کرنے کا جو عظیم الشان فرض ان کے ذمہ عائد کیا گیا تھا اس سے انہوں نے منہ موڑنا شروع کر دیا۔ انہوں نے دیکھا کہ حکومت و سلطنت پر جو صرف خدا کے لیے مخصوص ہے انسان نے اپنا قبضہ جمالیا ہے اور وہ خاموش رہے۔ ان کی نظروں کے سامنے قومی دولت کو بادشاہوں کے ذاتی مفاد کے لیے پانی کی طرح بہایا گیا لیکن انہوں نے اف تک نہ کی۔ ان کے علم میں بے گناہ انسانوں کے قتل و خون کو روا رکھا گیا لیکن انہوں نے عزلت نشینی کو جہاد حق کے مقابلہ میں پسند کیا۔ لیکن ملوکیت کی مہلکیت اس وقت اثر انداز ہوئی جب بادشاہوں نے شعراء و ادباء اور مغنویوں کی طرح علماء اسلام کو بھی اپنا ندیم بنانا شروع کیا۔ اور انہوں نے اس ذلت کو گوارار کر یلا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف حق کی اشاعت کے منصب سے وہ علیحدہ ہو گئے بلکہ خود بھی نظام باطل کا جزو بن گئے۔

شاہ ولی اللہ نے حجۃ البالغۃ میں امام غزالی کا یہ قول نقل فرمایا ہے جو اس حقیقت کا آئینہ دار ہے:

جب خلفائے راشدین محد ثین کا زمانہ گزر گیا اور خلافت ان لوگوں کو مل گئی جو اس کے قابل اور مستحق نہ تھے۔ اور فتوؤں اور احکام دین کا مستقل علم ان کو نہ تھا۔اس واسطے ان کو ضرورت ہوئی کہ فقہاسے مدد لیں اور ہر حال میں ان کو اپنے ساتھ رکھیں۔اس زمانے میں ایسے علماءباقی تھے جن کی روش قدیمی تھی وہ ہمیشہ دین کے پابند تھے اس لیے جب وہ حریم خلافت میں طل کیے جاتے تھے تو اس سے گریز کرتے تھے۔اور خلفاء کی صحبت سے اعراض کرتے تھے تب اس زمانے کے لوگوں نے دیکا کہ علماء کی بڑی عزت ہے یہ لوگ سلاطین سے اعراض کرتے ہیں اور وہ ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں تو ان لوگوں نے اعزاز و مرتبہ حاصل کرنے کی آرزو میں نہایت شوق سے علم کی طلب میں توجہ کی اور اب فقہاء مطلوب ہونے کے بجائے طالب ہو گئے۔اور پہلے جس طرح سلاطین کی بے التفاتی کی وجہ سے معزز تھے ویسے ہی اب ان کی طرف توجہ کرنے سے ذلیل ہو گئے۔

شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ص:203

ایسے علماء کا مقصد صرف حصول عزو جاہ اور جلب منفعت رہ گیا تھا۔اعلاء کلمۃ الحق ان کے نزدیک اب اسی طرح شجر ممنوعہ بن چکا تھا جس طرح علماء یہود نے اغراض دنیوی کے لیے حق کو چھپایا تھا۔اس دور میں نیکیوں کا حکم دینے اور برائیوں کو روکنے کے بجائے علماء کا نصب العین برائیوں کا حکم دینا اور نیکیوں کو روکنا ہو گیا تھا۔ملوکیت کے خلاف اعلان جنگ کرنے کی بجائے وہ اس باطل نظام کی سپر بن چکے تھے اور اسلام میں جتنی بھی خرابیاں اس راستے سے داخل ہو رہی تھیں ان میں یہ جماعت برابر کی شریک تھی۔ان علماء انحطاط کی تاریخ پر سر سری نظر ڈالنے سے پیغمبر اسلام کی اس پشین گوئی کی صداقت کس طرح ہمارے سامنے آجاتی ہے جس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

”کہ جب لوگ ظالم کو ظلم کرتا ہوا دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں (اسے ظلم کرنے سے نہ روکیں) تو قریب ہے کہ اللہ سب پر اپنا عذاب نازل کر دے “

الترمذی، ابواب الفتن ، باب ماجاء فی نزول العذاب اذالم یغیر المنکر:۲۱۶۸

علامہ عبد الوحید خان لکھتے ہیں۔

مورخ اسلام کی حیثیت سے علامہ ابن خلدون کی حیثیت کتنی بلند ہے۔لیکن خاص اس وقت جب کہ دمشق کی سرزمین مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بنی ہوئی تھی اور شہر کی تمام عمارتیں خاک سیاہ ہو چکی تھی اس بے باک و حق گو مرخ کی غیرت و خو داری نے تیمور لنگ کے دربار میں (جو اس نے فتح دمشق کی خوشی میں آراستہ کیا تھا) جاکر اس کے سامنے تحائف پیش کرنے اور سجدہ تعظیمی

ادا کرنے کو گوارا کر لیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زوال بغداد کے وقت علماء اسلام زوال و انحطاط کی کس حد تک پہنچ چکے تھے۔

عبد الوحید خان، علامہ، (1996). مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان تاریخ افکار و سیاست اسلامی، لاہور، دوست ایسوسی ایٹس، ص:515،516،517

دسویں صدی ہجری میں ہندوستان میں علماء کا جاہ و عروج اگرچہ سلاطین سے کم نہ تھا لیکن ان کی مذہبی و اخلاقی حالت بالکل فنا ہو چکی تھی۔ جس کا ذکر علامہ اقبال نے اپنے شعر میں کیا

وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی
اسی سے آج ترستے ہیں منبر و محراب

علامہ اقبال، (1999ء). بال جبرائیل، ص:25

خلاصہ بحث

اس فصل میں خروج اور احتجاج کی مختلف اقسام اور طریقوں کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب بھی عوام کے حقوق پامال کیا گیا اور ان پر جبر و ستم کی کوشش کی گئی تو ردعمل کے طور پر لوگوں نے خروج اور احتجاج کی راہ کو اپنایا۔ لیکن اس کا طریقہ کار ہمیشہ مختلف رہا اور ہر دور میں خروج اور احتجاج کی شکل صورت الگ طور پر نظر آتی رہی۔ عصر حاضر میں خروج کی جدید شکل احتجاج ہے جس میں لوگ مختلف طرز میں صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں اور اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کرتے ہیں

فصل سوم:

خروج اور احتجاج کی شرعی حیثیت اور دائرہ کار

اللہ رب العزت نے اس قرآن کریم کی متعدد آیات میں اسلام کو دین امن و سلامتی قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ کی تمام تر زندگی امن و محبت کے قیام میں بسر ہوئی۔ کفار مکہ کی تکالیف کا مقابلہ جس خندہ پیشانی سے کیے وہ پوری امت کے لیے مشعل راہ اور سامان ہدایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ کے خلفاء نے اس مشن کو جاری رکھا اور مدینہ کی ریاست میں امن واستحکام کی ہر ممکن سعی و کوشش کی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمان کے خلاف جب ایک گروہ نے خروج کیا تو آپ نے مدینہ کی گلیوں کو خون آلود ہونا گوارہ نہ کیا اور اس مقصد کے لیے اپنی جان تک قربان کر دی۔ تاریخ میں بہت سے ادوار ہمیں نظر آتے ہیں جس میں لوگوں نے حکمرانوں کے خلاف خروج و بغاوت کی راہ اختیار کیا ان کے پس منظر میں جو بھی مقاصد کار فرما تھے ہم نے ان کا جائزہ لینا ہے کہ اسلام کی نظر میں ان کا عمل کس حد تک درست اور جائز ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا اسلام خلیفہ وقت اور حاکم وقت کے خلاف خروج کی اجازت کس حد تک دیتا ہے اور جن لوگوں نے خروج اور احتجاج کی راہ کو اپنایا کیا ان کا عمل درست تصور کیا جائے گا ذیل میں ہم اس پر بحث کریں گے

جماعت سے وابستگی کا لزوم

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں امیر کی اطاعت کو لازم قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنكُمْ

النساء،59

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو اوراپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ اَمر کی

"اولی الامر" سے خلیفہ کے علاوہ دوسرے تمام حکام بھی مراد ہیں جو شوریٰ انتظامیہ ی یاعدلیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملی وحدت سے متعلق ارشادات نبوی بہت واضح ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدَ عَصَانِي

بخاری، محمد بن اسماعیل(2002ء). الجامع الصحیح، لبنان، دار الاحیاء، رقم الحدیث7137

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے مقرر کیے ہوئے حاکم کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے گویا میری نافرمانی کی۔

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں۔ ہم رسول اللہ ﷺ سے حکم سننے اور فامانبرداری کرنے کی شرط پر بیعت کرتے تھے۔آپ ہمیں کہتے: اپنی استطاعت کے مطابق تم پر سمع وطاعت لازم ہے۔

جماعت تفرقہ ڈالنے کی مذمت

اسلام میں اگر امت میں کسی امام پر اتفاق ہو جائے تو اس کے بعد کسی شخص کو اجازت نہیں کہ وہ اس کے خلاف خروج کرے ایسا کرنے والے شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

عَنْ عَرْفَجَةَ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ " .

امام مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:1852

عرفجہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فاماتے سنا ہے اگر تمہارے معاملات کسی ایک شخص پر اکٹھے ہوں پھر کوئی شخص تمہاری قوت کو توڑنے یا تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرے تو اسے قتل کردو۔

معصیت مبنی اطاعت حکم

اگر حکمران معصیت پر مبنی کوئی حکم دے تو اس صورت میں اطاعت سے استثنی حاصل ہے۔یعنی کسی گناہ کے کام میں امیر کی اطاعت واجب نہیں، جس کا ذکر حدیث میں موجود ہے۔ نافع نے ابن عمر سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ إِلاَّ أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلاَ سَمْعَ وَلاَ طَاعَةَ

امام مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:1839

ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ سنے اور اطاعت کرے خواہ وہ اسے پسند کرتا ہو یا نہیں، سوائے جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے۔پس اسے اگر معصیت کا کام کرنے کا حکم دیا جائے تو وہ نہ تو سنے اور نہ ہی اطاعت کرے۔

یعنی اگر حکمران کسی مسلمان کو گناہ کا کوئی کام کرنے کا حکم دے تو پھر اس بات کی اطاعت نہیں کی جائے گی اس سے قطعا مراد نہیں کہ جب وہ خود معصیت کا کام سر انجام دے تو بندہ اس کے خلاف ہتھیار اٹھا لیے جائیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ جب تک خلیفہ عادل رہے اور خلاف شریعت کسی کام کا حکم نہ دے تو امت پر اس کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے لیکن اس کے باوجود جب حکومت عدل کی ہو تو پھر بھی کچھ عناصر اور گروہ موجود رہتے ہیں جو حکومت کی

عملداری کو نہیں مانتے اور بلاوجہ چیلنج کرتے ہیں تو اس قسم کے لوگوں کو محاربین اور باغی کہا جاتا ہے۔جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُواْ أَوْ يُصَلَّبُواْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلاَفٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

المائدۃ،33

بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یاقید) کر دیئے جائیں۔یہ (تو) ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے

لہذا جب حکمران عادل اور مسلمان ہو تو اس کے خلاف مسلح خروج اور اس کے خلاف بغاوت برپا کرنا اہل سنت والجماعۃ کے ہاں ناجائز اور حرام عمل ہے۔

رعایا پر جبر کرنے کی مذمت

جیسا کہ امیر کی اطاعت معصیت کے کاموں میں نہیں ایسے ہی امیر کی اطاعت کا ہرگز یہ مطلب نہیں امیر اس کی جان اور استطاعت سے بڑھ کر اس پر بوجھ ڈالے اسلام میں رعایا کو جس طرح امیر کی اطاعت اختیار کرنا لازم قرار دیا ہے اسی طرح امیر پر بھی لازم ہے کہ وہ رعایا پر جبر وستم اور تشدد نہ کرے اور نہ ان کے حقوق کو پامال کرے کیونکہ ردعمل کے طور پر رعایا کی طرف سے خروج کا ہونا لازمی امر ہے۔اسی لیے اسلام نے مومن کی جان مال اور عزت کا اہم قرار دیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ.

بنی اسرائیل،70

اور بیشک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

اس آیت کی مزید وضاحت نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ

امام مسلم،الجامع الصحیح،رقم الحدیث:2564

ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے

امام نبھانی فرماتے ہیں

اسلام میں پولیس اسٹیٹ کا کوئی تصور نہیں اور ریاست کے لیے جبر و قوت کے بل پر حکومت کرنا حرام ہے اور جبر و استبداد پر مبنی حکومت مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے اور یہ احکام شریعت کے منافی اور شریعت کے اس اصول کے بھی خلاف ہے (لاضرر و لاضرار) نہ نقصان پہنچاؤ نہ نقصان اٹھاؤ

نبھانی، تقی الدین،(2005ء). اسلامی نظام حکومت. ص:219

حاکم کا محاسبہ

حکمران کا احتساب کرنا امر بالمعروف اور انہی عن المنکر کا ایک حصہ ہے۔اس سلسلے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث خصوصی طور پر حکمرانوں کے بارے میں وارد ہوئی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا خطبہ بیعت بھی اس کی واضح دلیل ہے، جس سے حکمرانوں کا محاسبہ کرنے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے،

ابو سعید سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ أَوْ أَمِيرٍ جَائِرٍ .

ابو داؤد، السنن، رقم الحدیث:4344

افضل جہاد، جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔

اس حدیث میں صراحتاً حاکم کے احتساب کا ذکر ہوا یہی وجہ تھی کہ حضور کے خلفاء نے ہمیشہ خود کو احتساب کے لیے پیش کیا تاکہ حاکم کی اصلاح کے لیے معیار قائم کیا جاسکے چنانچہ

امام نبھانی اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

یہ نص حکمران کے محاسبے کے متعلق ہے اور حکمران کے سامنے حق بات کہنے کی فرضیت کو بیان کرتی ہے اور اسے بہتری جہاد قرار دیتی ہے۔

نبھانی، تقی الدین،(2002ء). اسلامی نظام حکومت، ص:304

ظالم حکمرانوں کے سامنے صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے اگر کوئی مارا جائے تو اس کا رتبہ شہدا کے برابر ہے۔ چناچہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

سيد الشهداء حمزة بن عبد المطلب ، ورجل قال إلى إمام جائر فأمره ونهاه فقتله۔

امام حاکم، أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري ،(2002ء)المستدرک علی الصحیحین، لبنان، دارالکتب العلمیہ، رقم الحدیث4872

حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ شہدا کے سردار ہیں اور وہ شخص بھی، جو ظالم حکمران کے سامنے کھڑا ہوا اور اسے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا اور اس (حکمران) نے اسے قتل کر دیا۔

ظالم وفاسق حاکم کی وضاحت

امام نبھانی ظالم وفاسق حاکم کی وضاحت میں لکھتے ہیں

جو حکمران اللہ کے تمام احکامات کو نافذ نہ کرے یا کچھ احکامات کو نافذ کرے اور کچھ کو پس پشت ڈال دے اور وہ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اسلام یا اس کے کچھ احکامات موزوں و مناسب نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسے کافر قرار دیا ہے۔ اور وہ حکمران جو اسلام کے احکامات کے موزونیت اور صلاحیت پر تو یقین رکھتا ہو لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ نہ کرے یا کچھ احکام کو نافذ کرے اور کچھ کو پس پشت ڈال دے، اللہ تعالیٰ نے اسے ظالم یا فاسق قرار دیا ہے۔

نبھانی، تقی الدین،(2005ء). اسلامی نظام حکومت، ص:310

خروج اور احتجاج کے متعلق علماء اور آئمہ کے دو موقف رہے ہیں۔ بعض نے اس عمل کو کسی حد تک جائز قرار دیا ہے اور بعض نے اس کی صریح مذمت کی اور اسے حرام کہا ہے۔ جو لوگ اس کے مخالفت میں ہیں انہوں نے قرآن و حدیث سے اپنے دلائل پیش کیے جو خروج کے حق میں ہیں انہوں نے بھی اپنے دلائل پیش ذیل میں ہم دونوں فریقین کے استدلال کو پیش کریں گے۔

خروج کی ناجائز صورتیں

جن فقہاء کے نزدیک خروج کرنا کسی صورت جائز نہیں اور اس کی حرمت کے قائل ہیں ذیل میں ان کے اقوال پیش کیے جائیں گے۔

امام ابن حجر کا موقف

امام ابن حجر عسقلانی حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت کردہ لواء یوم القیامۃ یعنی عذر کرنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفي هذ الحديث وجوب طاعة الامام الذي انعقدت له البيعة والمنع من الخروج عليه ولو جار في حكمه وانه لاينخلع بالفسق

عسقلانی، ابن حجر،(1416ھ). فتح الباري، ج:13، ص:61، رقم الحدیث: 7111

ااور اس حدیث سے اس امام کی اطاعت کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے جس کے لیے بیعت منعقد ہو گئی ہو اور اس کے خلاف خروج کی ممانعت پائی جاتی ہے اگرچہ وہ

اپنے حکم میں جائر (ظالم) ہی ہو اور یہ کہ وہ فسق کی وجہ سے امامت سے معزول نہیں ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبل کا موقف

امام احمد بن حنبل امیر کی اطاعت کے وجوب کے قائل اور ان کے خلاف خروج کو حرام قرار دیتے ہیں چنانچہ آپ اس کی ممانعت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"امام وقت اور خلیفہ قائم کی اطاعت خواہ وہ فاسق و فاجر ہو یا نیکوکار اور پرہیز گار واجب ہے۔ وہ جب مسند خلافت پر اس طرح متمکن ہوا ہو کہ لوگ اس کی امامت پر جمع ہو گئے ہوں اور اس سے راضی ہوں یا بزور شمشیر وہ خلیفہ بن بیٹھا ہو اور لوگ اسے امیر المومنین کہنے لگے ہوں کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ان ائمہ اور خلفاء پر طعن کرے یا اس بارے میں منازعت کرے جس نے امام المسلمین کے خلاف خروج کیا جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جس کی خلافت ماننے لگے ہوں خواہ یہ اقرار برضاء ورغبت ہو یا یہ جبر واکراہ تو اس شخص نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے آثار کے خلاف کیا اور اس خروج کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔"

حیات احمد بن حنبل، ص:242 بحوالہ المناقب ابن جوزی، ص:176

امام نووی کا موقف

امام نووی فاسق وفاجر اور ظالم حاکم کے خلاف خروج کے اقوال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقال جماهيراهل السنة من الفقهاء والمحدثين والمتكلمين لاينعزل بالفسق والظلم وتعطيل الحقوق ولا يخلع ولا يجوز الخروج عليه بذلک بل يجب وعظه وتخويفه للاحاديث الواردة فی ذلک قال القاضی وقد ادعى ابوبكر بن مجاهد فی هذا الاجماع وقد رد عليه بعضهم هذا بقيام الحسين والزبير واهل المدينة على بنى امية وبقيام جماعة عظيمة من التابعين والصدر الاول على الحجاج مع بن الاشعث وحجة الجمهور ان قيامهم على الحجاج ليس بمجرد الفسق بل لما غير من الشرع وظاهر من الكفر قال القاضی وقیل ان هذاا الخلاف كان اولا ثم حصل الجماع على منع الخروج عليهم."

نووی، یحیی بن شرف (1392ء) شرح النووی، بیروت، دار حیاء التراث العربی، ج:12، ص:229

"جمہور اہل سنت یعنی فقہا محدثین اور متکلمین کا موقف یہ ہے کہ حکمران فسق و فجور یا ظلم یا حق تلفی کی بنا پر معزول نہیں ہوتا اور نہ ہی (ان اسباب کی وجہ سے) اسے حکمرانی سے اتارا جائے گا اور نہ ہی اس وجہ سے اس کے خلاف خروج جائز ہو گا بلکہ اس کو وعظ و نصیحت کرنا اور اس کو اللہ کاخوف دلانا ایک شرعی فریضہ ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے: أبو بکر بن مجاہد نے اس مسئلے میں اجماع کا دعوی کیا ہے اور ان کے اس دعوی اجماع کا رد یوں کیا گیا ہے کہ حضرت حسین' حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور اہل مدینہ نے بنوأمیہ کے حکمرانوں کے خلاف خروج کیا۔ اسی طرح صدر أول میں تابعین کی ایک عظیم جماعت نے أشعث کے ساتھ حجاج کے خلاف خروج کیا.جبکہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حجاج کے خلاف ان سلف صالحین کا خروج صرف فسق و فجور کی بنا پر نہ تھابلکہ اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے شریعت اسلامیہ کو تبدیل کر دیا تھااور کفر کی تائید کی تھی۔ قاضی عیاض نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ اختلاف شروع میں تھا جبکہ کے بعد کے زمانوں میں ایسے حکمرانوں کے خلاف خروج کے عدم جواز پر اجماع ہو گیا۔

ابن تیمیہ کا موقف

امام ابن تیمیہ نے اس عدم خروج کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسے خروج سے حاصل ہونے والا فتنہ و فساد اس حکمران کے ذاتی فسق و فجور سے کئی گنا بڑا ہوتا ہے۔وہ فرماتے ہیں:

لا يجوز انكار المنكر بماهو انكر منه ولهذا حرم الخروج علي ولاة الامر بالسيف لاجل المعروف والنهي عن المنكر لان ما يحصل بذلک من فعل المحرمات و ترک واجب اعظم مما يحصل بفعل المنكر والذنوب والائمة لا يقاتلون بمجرد الفسق كالزنا وغيره فليس كلما جاز فيه القتل جاز ان يقاتل الائمة لفعلهم ياهذا فساد القتال اعظم من فساد كبيرة يرتكبها ولى الامر.

ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی : جلد۱۴، ص ۴۷۲

"کسی منکر کا انکار اس سے بڑے منکر سے جائز نہیں ہے۔اسی وجہ سے أمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی غرض سے حکمرانوں کے خلاف تلوار سے خروج حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس قسم کے خروج سے جن محرمات کا ارتکاب اور فرائض کا ترک لازم آئے گا وہ ان حکمرانوں کے منکرات اور گناہوں سے بڑے ہوں گے۔ حکمرانوں سے صرف

ان کے فسق وفجور مثلاً زنا وغیرہ کی وجہ سے قتال نہیں کیا جائے گا۔ پس ہر وہ گناہ کہ جس کے مرتکب کا قتل جائز ہے۔ اس گناہ کے ارتکاب پر حکمرانوں سے قتال جائز نہیں ہو گا کیونکہ حکمرانوں سے قتال کا فساد اس گناہ سے بہت بڑھ کر ہے کہ جس کا ارتکاب حکمران کرتا ہے۔"

خروج کی جائز صورتیں

فقہانے خروج اور احتجاج کی اجازت اس صورت میں دی جب اس سے فتنہ کو رفع کرنا ممکن ہو۔ اس جواز اور مقصد کے متعلق امام شعبی فرماتے ہیں۔

نعم الشئ الغوغاء ليسدون السبل ويطفئون الحريق ويشغبون على ولاةالسوء

الاصفہانی، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج:4، ص:324

بہترین چیز احتجاجی مظاہرہ ہے جس سے ظلم کے سیلاب کو روکا جاتا ہے اور ظلم کی آگ کو بجھایا جاتا ہے اور ظالم حکمرانوں کے خلاف ہلہ بول لیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسے حکمران کے خلاف لڑنے اور اس کے خلاف تلوار اٹھانے کا حکم دیا جس سے کفر بواح ظاہر ہو جائے۔ یعنی جب وہ ایسے قوانین کی بنا پر حکومت کرے جن کے متعلق کوئی شک وشبہ نہ ہو کہ یہ کفریہ احکام ہیں، خواہ یہ متعدد قوانین ہوں یا چند ایک۔ جیسا کہ عبادہ بن صمت سے مروی ہے۔

وَأَنْ لاَ نُنَازِعَ الأَمْرَ أَهْلَهُ، إِلاَّ أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ.

اور اہل امر کے ساتھ تنازع نہ کرنا جب تک کہ تم ان کی طرف سے صریح کفر نہ دیکھ لو جس کے متعلق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے برہان (واضح دلیل) موجود نہ ہو۔

جب تک حکمران صریح کفر کا ارتکاب نہ کریں ان کے خلاف ہتھیار اٹھانا جائز نہیں مگر جب اس حد تک معاملہ بڑھ جائے کہ ان کے کفر وشرک میں کوئی شک نہ رہے تو اس صورت میں حدیث کی رو سے ان کے خلاف خروج کیا جائے گا۔

علامہ ابن حزم کا موقف

اہل سنت الجماعت کے ایک گروہ کا موقف ہے کہ ظالم وجابر حکمران کے خلاف خروج کیا جاسکتا ہے اگرچہ اس کا ظلم و استبداد کفر وارتداد کے حد تک نہ پہنچا ہو۔ اسی وجہ سے علامہ ابن حزم فرماتے ہیں

جب منکر کا دفع کرنا تلوار کے بغیر ممکن نہ ہو تو پھر مسلح خروج کرنا واجب ہے اس بارے میں ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا موقف بھی یہ ہے کہ ایسے حکمران کے خلاف مسلح

خروج جائز ہے اور پھر خاص کر اس بارے میں امام ابو حنیفہ کا مذہب تو بہت ہی مشہور ہے کہ وہ ظالم حکمرانوں کے خلاف مسلح خروج کو واجب سمجھتے تھے

ابن حزم، الملل والنحل، ج:4، ص:171

امام ابو حنیفہ کا موقف

اس سلسلے میں اگر امام اعظم ابو حنیفہ کا رویہ دیکھا جائے تو ان کی زندگی میں جو خروج ہوئے انہوں نے اس سے گریز کی راہ اختیار کی۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ مسلمان حکمرانوں کے رویے سے مطمئن تھے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے ادوار میں انہوں نے جس طرح حکومتی مناصب سے اپنا دامن بچایا اور اس انکار پر ذہنی وجسمانی اذیتیں برداشت کیں وہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان حکمرانوں کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ وہ امت کی قیادت کریں مگر حکمت کے پیش نظر ان کے خلاف خروج کرنے سے مجتنب رہے۔

امام جصاص نے ان کے قول کو نقل کیا ہے

ولافرق عند ابي حنيفة بين القاضي والخليفة في ان شرط كل منهما العدالة وان الفاسق لايكون خليفة ولا يكون حاكما كمالا تقبل شهادة

الجصاص، احکام القرآن، ج:1، ص:87

امام ابوحنفیہ کے ہاں قاضی اور خلیفہ کے درمیان اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ دونوں کی عدالت کا ہونا شرط ہے اور یہ کہ فاسق خلیفہ نہیں بن سکتا اور نہ ہی حاکم بن سکتا ہے جیسا کہ فاسق شخص کی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔

فقہ الاکبر میں امامت وخلافت کے ضمن میں امام ابو حنیفہ نے اصول بیان کیے ہیں ان میں سے ایک اصول امام فاسق سے متعلق یہ ہے:

فسق کے ارتکاب سے امام از خود معزول نہیں ہو جاتا بلکہ اس کا ہٹانا لازم ہو جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ، فقہ الاکبر، ص:42

امام جصاص واضح کرتے ہیں کہ اگر کسی نے فاسق حاکم کی حکومت کے جواز کا قول امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب کیا ہے تو یا تو یہ اس نے قصداً جھوٹ باندھنا ہے، یا امام ابو حنیفہؒ کے موقف کو صحیح نے سمجھا ہے: چنانچہ امام جصاص لکھتے ہیں

پس اگر کسی کو غلطی لاحق ہوئی ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول اور سارے عراقی فقہاء کی طرف جھوٹ منسوب نہیں کر رہا، تو وہ اس غلطی کے اس قول کی بناء پر لاحق ہوئی ہو گی کہ کسی ظالم حکمران کی جانب سے مقرر کیا گیا قاضی اگر خود عادل ہو تو اس کے احکام نافذ ہوں گے اور اس کے فیصلے صحیح ہوں گے، اور یہ کہ ان حکمرانوں کے پیچھے نماز جائز ہے باوجود اس کے کہ وہ فاسق اور ظالم ہیں۔

ایک اور مقام پر فر امام حصاص نے ان لوگوں کے موقف کی وضاحت کی ہے جو ظالم حکمران کے ہٹانے کی کوشش کو فتنہ قرار دیتے ہیں۔ اور اس موقف کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا ہے

فصاروا شرا على الأمة من أعدائها المخالفين لها ; لأنهم أقعدوا الناس عن قتال الفئة الباغية وعن الإنكار ذلك كله عليهم ترك الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والإنكار على السلطان الظلم والجور، حتى أدى ذلك إلى تغلب الفجار بل المجوس وأعداء الإسلام حتى ذهبت الثغور وشاع الظلم وخربت البلاد وذهب الدين.

الجصاص، ابو بكر احمد بن علي الرازي(1992ء). احکام القرآن، لبنان، دار الاحیاوالتراث العربي، ج:3، ص:321

پس یہ (ظالم کے خلاف خروج کے عدم جواز کے قائلین) اس اُمت کے لئے اس کے مخالف دشمنوں سے زیادہ بدتر ہوگئے کیونکہ انہوں نے ظالم حکمران کے ظلم وستم کے خلاف مزاحمت کے لئے لوگوں کو اُٹھنے نہیں دیا یہاں تک کے گناہ گار بلکہ مجوس اور اسلام کے دیگر دشمن غالب ہوگئے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرحدات غیر محفوظ ہوگئیں، ظلم کا دور دورہ ہوا شہر تباہ ہوگئے دین اور دنیا دونوں ہاتھ سے نکل گئے۔

چنانچہ جنہوں نے ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج کیا تھا تو ان کی امام اعظم نے نہ صرف مالی معاونت فرمائی بلکہ خروج کرنے والوں کو خفیہ طریقہ سے فتوٰی دیتے اور دیگر کو فرماتے تھے کہ اس کی نصرت بھی واجب ہے اور اس کے ساتھ مل کر حکمران کے خلاف لڑنا بھی واجب اور لازم ہے۔

شیخ یوسف قرضاوی کا موقف

شیخ یوسف القرضاوی کے نزدیک ظالم حکمرانوں کے خلاف پر امن خروج جائز ہے یعنی وہ خروج جو قلم یا زبان یا پرامن طریقے پر مبنی ہو۔ وہ فرماتے ہیں:

واما ان كان الخروج بمجرد اظهار راى مخالف والتعبیر عنه باللسان او القلم فهذا من المعارضة المشروعة ما دامت فى اطار المسلم ولا يجوز معارضة القلم او اللسان بالسيف وانما تقابل الحجة بالحجة والفكرة بالفكرة.

"اور اگر خروج کی صورت صرف یہ ہو کہ حکمرانوں کی رائے کے خلاف رائے کا اظہار زبان اور قلم کے ذریعے ہو تو حکمرانوں سے ایسا اختلاف کرنا مشروع ہے جب تک کہ مسلمانی کے دائرے میں ہو۔ قلم اور زبان کا مقابلہ تلوار سے جائز نہیں ہے۔ دلیل کا مقابلہ دلیل سے اور فکر کا فکر سے کیا جائے گا۔"

احتجاج کی جائز صورتیں

احتجاج کی وہ تمام صورتیں جو اعلائے کلمۃ الحق کے ضمن میں آتیں ہیں بشرطیکہ اس سے کسی کی جان مال عزت و آبرو کا حق تلف نہ ہو جائز ہیں۔ کیونکہ ظالم کے ظلم کو اگر نہ روکا جائے اور اسے معاشرے میں شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا جائے تو پھر معاشرے کا امن و سکون برباد ہو گا۔ احتجاج کی جن صورتوں کو فقہاء نے جائز کہا ہے ان تمام صورتوں کو اعلاء کلمۃ الحق کے ضمن میں یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قیاس کیا ہے۔ چنانچہ ایسی صورت میں پر امن احتجاج نہ صرف جائز ہے بلکہ بعض اوقات ضروری تصور کیا جائے گا۔ چنانچہ الموسوعۃ الفقھیۃ ہے:

> **اتفق الائمة على مشروعية الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر وحكي الإمام النووي وابن حزم الإجماع على وجوبه.**
>
> نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے سے متعلق تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے کہ یہ شرعی عمل ہے، بلکہ نووی اور ابن حزم رحمہ اللہ نے اس عمل کے واجب ہونے پر اجماع بھی نقل کیا ہے

الموسوعہ الفقہیۃ(1404ھ). کویت، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، ج:6، ص:248

لہٰذا اگر ظالم حاکم وقت کی طرف سے رعایا پر ظلم کیا جائے تو اس کے خلاف مظلوم طبقہ کو پر امن احتجاج کی صورت میں کھڑے ہونا ضروری ہے تاکہ حصول حق کی جدوجہد میں نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا جا سکے۔

مولانا اشرف علی تھانوی کا موقف

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے سیاسی جدوجہد کے کئی مروجہ طریقوں پر شرعی نقطہ نظر سے بحث کی ہے اور ان کے شرعی حکم کو واضح فرمایا ہے مثلاً حکومت سے مطالبات منوانے کے لیے کاروبار بند کر کے ہڑتال کا جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اس کے پر فرماتے ہیں:

> بائیکاٹ یا نان کو آپریشن یہ شرعاً افرادِ جہاد میں سے نہیں ہے، بلکہ مستقل تدابیر مقاومت (مقابلہ کرنے) کی ہیں جو فی نفسہ مباح ہیں۔

تھانوی، افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ، الروضۃ، الناصرۃ، ص:10

یعنی اگر بات صرف اس حد تک ہو کہ لوگ اپنی خوشی سے احتجاجاً کاروار بند کر دیں تو دوسرے مفاسد کی عدم موجودگی میں اسے ایک مباح تدبیر کہا جا سکتا ہے۔

مولانا عبد الحق کا موقف

مولانا عبد الحق فتاویٰ حقانیہ میں احتجاج سے متعلق لکھتے ہیں:

> اگر مطالبات جائز ہوں اور ہڑتال، بائیکاٹ اور جلسے جلوس پر امن ہوں اور غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ ہو تو ایسی حالت میں ہڑتال کرنے اور جلسے جلوس نکالنے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ

شرعی اور جائز مطالبات منوانے کے لیے ایسا اقدام کرنا مستحسن عمل ہے۔جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسے وقت میں احتجاج کے طور پر جیل سے نکلنے سے انکار کر دیا تھا۔

مولانا عبد الحق،(س،ن). فتاویٰ حقانیہ،نوشہرہ،جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک،ج:2،ص:357

ڈاکٹر طاہر القادری کا موقف

ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

> جہاں تک کسی بد کردار مسلمان حکمران یا حکومت کو راہ پر پر لانے کے لیے جدوجہد کا تعلق ہے تو وہ ہرگز منع نہیں ہے۔اسی طرح اصلاح معاشرہ اور ابلیسی قوتوں کا مقابلہ دینی فرائض میں سے ہے۔حکمرانوں اور نظام حکومت کی اصطلاح کے لیے تمام آئینی،سیاسی،جمہوری اور قانونی پر امن طریقے اپنانہ صرف جائز بلکہ واجب ہیں۔اعلاء کلمہ حق ،انسدادِ استبداد اور بحالی نظام عدل کے لیے انفرادی،اجتماعی،تنظیمی اور جماعتی سطح پر تمام کاوشیں بروئے کار لانا فرائض دین میں سے ہے۔

طاہر القادری،ڈاکٹر،(2017ء). دہشت گردی اور فتنہ خوارج،لاہور،منہاج القرآن پبلی کیشنز،ص:ص:32

عصر حاضر میں اس کی مروجہ اور جائز صورتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> موجودہ دور میں اس کی کئی صورتیں ممکن ہیں مثلاً آزادی اظہار رائے کا حق استعمال کر کے ظلم کے خلاف ہر سطح پر آواز بلند کرنا۔کتب ،لٹریچر اور اخبارات میں مضامین کے ذریعے مذمت کرنا۔احتجاجی مظاہروں اور پر امن ریلیوں کی شکل میں ظلم و انصافی اور انسانی حقوق کی پامالی کے خلاف آواز بلند کرنا۔جیسی کوششیں شامل ہیں۔

طاہر القادری،ڈاکٹر،(2017ء). دہشت گردی اور فتنہ خوارج،لاہور،منہاج القرآن پبلی کیشنز،ص:577

احتجاج کی ناجائز صورتیں

اسلام انسانی حقوق کے نہ صرف تحفظ کی بات کرتا ہے بلکہ اس کے حصول کے لیے کی جانے والی جدوجہد بھی باعث خیر قرار پاتی ہے۔لیکن جس طرح نیک کام کے لیے برائی کی راہ کا انتخاب جائز نہیں۔اسی طرح اپنے حقوق کے حصول کے لیے دوسروں کے حقوق کو پامال کرنے کی بھی اجازت نہیں۔چنانچہ مطلقاً اپنے حدود کے حصول کے لیے جدوجہد کرنے سے انکار نہیں مگر احتجاج کے لیے ایسے طریقے استعمال کرنا جس میں دوسروں کی جان و مال محفوظ نہ ہوں تو ایسے طریقوں کو اپنانے کو فقہاء نے ناجائز کہا ہے۔ذیل میں ہم احتجاج کی ناجائز صورتوں کو بیان کریں گے۔

احتجاج میں جبر کرنا

مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں:

آج کل اکثر و بیشتر لوگوں کو ان کی خواہش اور رائے کے بر خلاف ہڑتال میں حصہ لینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی حصہ نہ لے تو اس کو جسمانی اور مالی اذیتیں دی جاتی ہیں، سنگ باری اور آتشزدگی تو ہڑتال کا ایک لازمی حصہ بن گئے ہیں، سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کر کے لوگوں کے لیے اپنی ضرورت سے چلنا پھرنا مسدود کر دیا جاتا ہے، چلتی ہوئی گاڑیوں پر پتھراؤ ہوتا ہے، بہت سے لوگ اس قسم کی ایذارسانیوں کے خوف سے اپنا کاروبار بند رکھتے ہیں اور جو ضرورت مند شخص باہر نکلنے پر کسی وجہ سے مجبور ہو وہ ہر وقت جانی و مالی نقصان کے خطرے میں رہتا ہے اور بسا اوقات کوئی بے گناہ مارا جاتا ہے، بعض مرتبہ مریض علاج کو ترس ترس کر رخصت ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام باتیں ہڑتال کا ایسا لازمی جزو بن کر رہ گئی ہیں کہ ان کے بغیر کسی کامیاب ہڑتال کا تصور نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں شرعاً حرام اور ناجائز ہیں۔

تقی عثمانی، مفتی(1427ھ).اسلام اور سیاست، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ص:50،51

اسلام میں دوسرے مسلمان کو ایذارسانی دینے کی نہ صرف مذمت کی گئی ہے بلکہ احادیث میں صراحتاً ایسے فعل کی ممانعت موجود ہے چنانچہ حدیث میں ہے:

عن عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُه.

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس (اس کو چاہیے) نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔

بخاری، رقم الحدیث:2443

حصول حق کے لیے حق تلفی کرنا

اسلام میں ناجائز طریقے سے کیا ہوا کام کبھی جائز نہیں ہے اور نہ ہی اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ اگر احتجاج کرنے والا اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لیے دوسروں کے جان و مال کی حفاظت کا خیال نہ رکھے تو ایسی صورت میں احتجاج شرعاً جائز نہیں ہو گا کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ جب جسم کا ایک عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم کرب واضطراب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اب ایسا تو انسان کبھی نہیں کرے گا کہ جسم کے ایک حصہ کی تکلیف دور کرنے کے لیے دوسرے حصہ کو تکلیف میں مبتلا کر دے۔ لہذا اسلام تمام انسانوں کے حقوق کے تحفظ کی بات کرتا ہے۔ چنانچہ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

اگر احتجاج میں شرکت نہ کرنے پر ایذا جسمانی کی نوبت آجائے تو یہ گناہ ہونے میں اضرار مالی سے بھی اشد اور منافی اقتضائے اسلام ہے۔ پھر ان (جبری طور پر احتجاج میں شرکت کرنے والے) مقاطعات پر مجبور کرنے میں یہ جابرین خود اپنے تسلیم کردہ قانون حریت کے بھی خلاف کر رہے ہیں ورنہ کیا وجہ کہ اپنی آزادی کی تو کوشش کریں اور دوسروں کی آزادی کو سلب کریں۔

افادات اشرفیہ، ص:27،28

بھوک ہڑتال اور جان کا تحفظ

بعض اوقات بطور احتجاج کھانے پینے سے خود کو روک دیا جاتا ہے یہ احتجاج کبھی انفرادی صورت میں ہوتا ہے اور کبھی اجتماعی شکل میں اس کی شرعی حیثیت اور دائرہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔

امام الاکل فعلی مراتب فرض وھو ما یندفع بہ الھلاک فان ترک الاکل والشرب حتی ھلک فقد عصی

ابن عابدین،(1423ھ). رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ محشی ج:8، ص:488

”کھانے پینے کے چند درجات ہیں اتنا کھانا جس کے زریعے جان بچ سکے فرض ہے لہذا اگر کوئی کھانا پینا چھوڑ دے یہاں تک کہ مر جائے تو وہ گہنگار ہو گا“

امام قرطبی لکھتے ہیں

ومن امتنع من المباح حتی مات کان قاتلا نفسہ،متلفالھا عند جمیع اھل علم

قرطبی،(2001ء). احکام القرآن، باب ذکر الضرورۃ المجیۃ لاکل المیتۃ، ج:1 ص:179

جس نے خود کو کسی مباح چیز سے روکا حتی کہ وہ ہلاک ہو گیا تو اس نے خودکشی کی۔

اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فرمایا:

وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ

اور اپنی جانوں کو مت ہلاک کرو

النساء،29

اسلام میں تو حالت اضطرار میں حرام تک کھانے کی اجازت ہے تاکہ انسان کی جان کو بچایا جائے جیسا کہ ارشاد بار تعالیٰ ہے۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ.

البقرۃ،173

اس نے تم پر صرف مُردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جانور جس
پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کیا ہے، پھر جو شخص
سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو
اس پر (زندگی بچانے کی حد تک کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں،

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں

معلوم ہوا کہ جان بچانا اس درجہ فرض ہے کہ اگر حالت اضطرار میں اندیشہ مر جانے کا ہو اور مردار کھانے سے جان بچ سکتی ہو کہ اس کا نہ کھانا اور جان دے دینا معیصت ہے چنانچہ طعال حال کا ترک اور اس فعل کی مدح کرنے میں تو اندیشہ کفر ہے کہ صریح تکذب ہے شریعت کی کہ شریعت جس فعل کو مذموم کہتی ہو یہ اس کو محمود کہتا ہے۔

تھانوی، محمد اشرف علی تھانوی، مولانا، (1427ھ). افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ ص:28

مولانا عبد الحق لکھتے ہیں

جائز مطالبات اور حقوق کے حصول کے لیے بھوک ہڑتال پر امن طریقہ سے ہونی چاہیے، کہیں یہ نہ ہو کہ اس کی وجہ سے جان خطرے میں پڑ جائے ایسی ہڑتال کرنے میں شرعا کوئی قباحت نہیں تاہم بھوک ہڑتال ایسی ہو کہ اس کی وجہ سے جان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو یا بھوک ہڑتال کو اتنا لمبا کر دیا جائے کہ بھوک کی وجہ سے کوئی مر جائے تو ایسی بھوک ہڑتال نہ صرف ناجائز اور ممنوع بلکہ خودکشی کے مترادف ہے۔

عبد الحق، مولانا، (س،ن)۔ فتاوی حقانیہ، نوشہرہ کوڑہ، مکتبہ سید احمد شہید، ج:2، ص:358

اپنے جائز حقوق کے لیے جدوجہد اور احتجاج جائز ہے، مگر بھوکے رہ کر ناراضگی کا اظہار کیا جانا مروج اور آئینی طریقہ ہو تو اتنی دیر بھوکا رہنا جائز ہے جس سے صحت متاثر نہ ہو اور عبادات نیز اس سے متعلق حقوق و فرائض کی ادائیگی میں خلل نہ پڑتا ہو اتنی دیر بھوکا رہنا جائز نہیں کہ جس سے ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو جائے، کیوں کہ جسم بھی اللہ کی ایک امانت ہے اسی لیے اتنا کھانا فرض ہے کہ آدمی ہلاک ہونے سے بچ جائے اگر بھوکا رہنے کی وجہ سے جان چلی جائے تو وہ گنہگار ہو گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے

الفتاوی الھندیۃ، ج:5، ص:236

فتح المعین میں ہے

ولاتجوز الرياضة بتقليل الا كل حتى يضعفه عن اداء العبادة.

فتح المعین، ج:۳، ص:386

"کم کھانے کی ایسی ریاضت جائز نہیں کہ عبادات کی ادائیگی سے عاجز آجائے"

اس لیے علماء ایسی بھوک ہڑتال جس کو کرنے سے انسان ضعف کا شکار ہو جائے جس کی بنا پر وہ فرائض کی ادائیگی سے بھی محروم ہو جائے تو یہ شرعا بھی ناجائز ہے کیونکہ احتجاج کے دیگر طریقے بھی موجود ہے اس لیے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے شرعی امور کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ ہو۔

خلاصہ بحث

اہل سنت کے مندرجہ بالا فریق کے موقف سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ حکمران کے خلاف مسلح خروج مطلقاً جائز نہیں ہے۔ اور جن فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے اس کے لیے چند شرائط مقرر کی ہیں۔ اسی طرح عصر حاضر میں احتجاج کو جن علماء نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کے تحت ذکر کیا ہے اس کو فی نفسہ مباح قرار دیا ہے۔ اور جنہوں نے اس اس کو ناجائز قرار دیا وہ جزوی طور پر ہے۔

باب دوم:

خروج کا تاریخی پس منظر

فصل اول: عہد خلافتِ راشدہ میں خروج کا جائزہ

فصل دوم: عہد بنو امیہ میں خروج کا جائزہ

فصل سوم: عہد بنو عباس میں خروج کا جائزہ

فصل اول:

خلافت راشدہ میں خروج کا جائزہ

خلافت راشدہ کا آغاز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت پر مسند نشین ہونے سے ہوا۔ آپ کا انتخاب باقاعدہ جمہوری عمل اور مسلمانوں کی اتفاق رائے ہوا۔ آپ نے جب منصب خلافت سنبھالا تو تین قسم کے لوگوں نے آپ کے خلاف خروج کیا، جن میں پہلا گروہ مدعیان نبوت کا تھا، دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا تھا جنھوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور تیسرا طبقہ ایسے لوگوں پر مشتمل تھا جو دین اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے ان تینوں طبقات کی سرکوبی کا فیصلہ کیا اور اپنی وفات تک اس مشن کو جاری رکھا۔

حضرت ابو بکر صدیق کے وصال کے بعد حضرت زمامِ اقتدار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی تو بہت حد تک فتنہ کا استیصال ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ کے عہد حکومت میں آپ کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے ایسے طبقات کو مزید سر اٹھانے کا موقع نہیں ملا۔ بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کے حلم کے باعث فتنہ پروروں نے آپ کے خلاف خروج کیا۔

اسلامی تاریخ میں خروج کی ابتداء اور اس کے اسباب میں حضرت عثمان غنی کی شہادت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی شہادت میں وہ لوگ شامل تھے جنہوں نے اپنے باطل نظریات کی بنا پر آپ کے خلاف خروج کرتے ہوئے آپ کو شہید کیا۔ اس باب کا آغاز حضرت عثمان کے عہد حکومت سے کیا گیا اور صرف مسلم حکمرانوں کے خلاف ہونے والے خروج کا ذکر کیا جائے گا۔ جس میں خلفائے راشدین، بنو امیہ اور بنو عباس کے ادوار میں ہونے والے خروج بطور خاص شامل ہیں۔

حضرت عثمان کے خلاف خروج:

حضرت عثمان کے عہد حکومت میں امور سلطنت سے متعلق کچھ لوگوں نے تحفظات کا اظہار کیا۔ اگرچہ حضرت علی اور دیگر صحابہ نے خوارج کو مطمئن کرنے کی کوشش کی لیکن یہ شورش بڑھتی گئی حتی کہ آپ کی شہادت کی صورت میں امت عظیم سانحہ سے دوچار ہوئی۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

> آپ کی شہادت کا باعث یہ ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت عمرو بن العاص کو مصر سے معزول کیا تو حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو اس کا امیر مقرر کیا۔ مصری خوارج حضرت عمرو بن العاص سے دبے ہوئے تھے۔ لہٰذا وہ حضرت عثمان اور اپنے امیر کے متعلق بری بات کرنے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عثمان کے پاس ان کی شکایت کی کہ ان کو معزول

کر کے ان پر ایسے آدمی کو امیر مقرر کریں جو ان سے زیادہ نرم مزاج ہو۔ وہ حضرت عثمان سے مسلسل شکایات کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے حضرت عمرو کو مصر سے معزول کر دیا۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج:7، ص:224

ابن اثیر اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

حضرت عمرو بن العاص مدینہ منتقل ہو گئے ان کے دل میں حضرت عثمان کے بارے میں بڑا رنج تھا۔ آپ نے یہ بات حضرت عثمان سے بھی کی۔ گفتگو میں اپنے باپ کو فضیلت دیتے ہوئے کہا کہ وہ آپ سے معزز تھا حضرت عثمان نے انہیں کہا اس بات کو چھوڑیئے یہ جاہلیت کی باتوں میں سے ایک ہے۔ بعد ازاں حضرت عمرو بن العاص حضرت عثمان کی عداوت پر لوگوں کو متحد کرنے لگے۔

ابن اثیر، الکامل، ج:4، ص:224

مصر میں ایک جماعت تھی جو حضرت عثمان سے بغض رکھتی تھی اور آپ کے بارے میں بدکلامی کرتی تھی جس کی آپ کا جلیل القدر صحابہ کو معزول کر کے ان سے کم تر لوگوں کو یا جو ان کے نزدیک امارت کے اہل نہ تھے ان کو امیر مقرر کرنا تھا۔ اس بات پر وہ آپ کو ملامت کرتے۔ اہل مصر نے حضرت عمرو بن العاص کے بعد حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو پسند نہ کیا۔

ابن کثیر مصر کے حالات اور وہاں پیدا ہونے والی شورش کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک گروہ ایسا تھا جو مسلسل سازشیں کرتا تھا اس گروہ کے کچھ لوگوں کا ذکر آپ نے اپنی کتاب میں کیا ہے ابن کثیر لکھتے ہیں:

صحابہ کے بیٹوں میں سے ایک گروہ مصر میں پیدا ہوا جو لوگوں کو ان سے جنگ کرنے اور ان پر الزام لگانے پر متحد کرتا تھا اور اس کے سب سے بڑے ذمہ دار محمد بن ابو بکر اور محمد بن ابی حذیفہ تھے حتیٰ کے ان دونوں نے تقریباً چھ سو سواروں کو ماہ رجب میں عمرہ کرنے والوں کے لباس میں مدینہ جانے کے لیے جمع کر لیا تاکہ وہ حضرت عثمان پر الزام لگائیں پس وہ چار ٹولیوں میں مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور سب کی بھاگ دوڑ عمرو بن بدیل بنو رقاء خزاعی، عبد الرحمٰن بن عدیس بلوی، کنانہ بن بشر، اور سودان بن حمران سکونی کے سپرد تھی، محمد بن ابو بکر بھی ان کے ساتھ آئے۔ لیکن محمد بن ابو حذیفہ کو مصر میں ٹھہرا دیا تاکہ وہ لوگوں کو اکٹھا کرنے اور خوارج کے حمایت کرنے پر جمع رکھے۔ اور حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح نے حضرت عثمان کو خط لکھ کر بتایا کے یہ لوگ عمرہ کرنے والوں کے لباس میں آپ پر الزام لگانے کے لیے مدینہ آ رہے ہیں

ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج:7، ص:25-224

اہل خروج کی عذر خواہی:

ابن خلدون لکھتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب جحفہ میں ان کے پاس گئے۔ ان سے پوچھا کہ وہ آپ پر کیا الزام لگاتے ہیں انہوں نے چند باتوں کا ذکر کیا جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

> حضرت عثمان نے رکھ کر روکا ہے، مصاحف کو جلایا ہے، پوری نماز پڑھی ہے، نو عمر لوگوں کو حکومتیں دی ہیں، اکابر صحابہ کو چھوڑ دیا ہے اور بنو امیہ کے لوگوں سے زیادہ دیا ہے۔ حضرت علی نے ان باتوں کا جواب دیا کہ رکھ کو آپ نے صدقہ کے اونٹوں کے لیے روکا ہے تا کہ وہ فربہ ہو جائیں۔ آپ نے اسے اپنے اونٹوں اور بکریوں کے لیے نہیں روکا۔ حضرت عمر نے بھی آپ سے پہلے اسے روکا تھا۔ مصاحف کو آپ نے اختلاف ہونے کی وجہ سے جلایا اور متفق علیہ مصحف کو لوگوں کے لیے باقی رکھا ہے، جیسا کہ آخری پیشکش سے ثابت ہے۔ آپ نے مکہ میں پوری نماز اس لیے پڑھی ہے کہ وہاں آپ نے شادی کی ہوئی ہے۔ چونکہ آپ نے وہاں قیام کی نیت کر لی تھی اس لیے پوری نماز پڑھی ہے۔ اور رہی یہ بات کہ آپ نے نو عمروں کو حکمران بنا دیا ہے سو واضح ہو کہ آپ نے بے عیب اور عادل آدمیوں کو حکمران بنایا ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عتاب بن اسید کو بیس سال کی عمر میں مکہ میں امیر بنایا تھا۔ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کو بھی امیر بنایا لیکن لوگوں نے آپ کی امارت پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ امارت کے اہل ہیں۔ اور یہ بات کہ حضرت عثمان بنی اُمیہ کو ترجیح دیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے بھی قریش کو لوگوں پر ترجیح دی تھی۔ آخر میں فرمایا: قسم بخدا اگر جنت کی چابی میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں بنی امیہ کو اس میں داخل کر دیتا۔

ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج:3، ص:225

حضرت عثمان کے بارے میں جو لوگوں کے اعتراضات تھے اور جن کی بنا پر وہ خروج کرنا چاہتے تھے اس کا ذکر کرتے ہوئے ابن کثیر لکھتے ہیں:

> خوارج نے الحکم بن العاص کو پناہ دینے پر بھی حضرت عثمان سے ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے طائف کی طرف جلاوطن کر دیا تھا پس آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے اسے طائف کی طرف جلاوطن کر دیا تھا پھر واپس بلا لیا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت عثمان نے صحابہ کی موجودگی میں یہ ساری تقریر کی اور آپ ان سے گواہی لینے لگے اور وہ آپ کے حق میں شہادت دینے لگے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے میں سے ایک جماعت کو بھیجا جو حضرت عثمان کی اس تقریر میں موجود تھی جنہوں نے گواہی دی پس جب ٹھیک ٹھاک عذر خواہی ہو گئی اور ان کے اعتراضات دور ہو گئے اور ان کا کوئی شبہ باقی نہ رہا تو صحابہ کی ایک جماعت نے

حضرت عثمان کو خروج کرنے والوں کی تادیب کا مشورہ دیا مگر آپ نے ان سے درگزر کیا اور ان کو ان کی قوم کی طرف واپس کر دیا اور وہ جہاں سے آئے تھے ناکام و نامراد واپس چلے گئے اور انہیں اپنے مقصد میں کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی

ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج:7، ص:228

تاریخ اسلام میں یہ سب سے پہلا باقاعدہ خروج تھا جو خلیفہ وقت کے خلاف ہوا اور یہ بغیر کسی قتل و غارت کے ختم ہوا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی خوش اسلوبی سے معاملے کو نمٹا دیا تھا۔

اہل خروج کی سازش:

اہل امصار کو اطلاع ملی کہ حضرت علی مروان کی وجہ سے حضرت عثمان سے ناراض ہوئے ہیں اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان نے پہلی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اور نہ ہی ان کے نزدیک صاحبین کی سیرت کو اختیار کیا ہے تو اہل مصر، اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے آپس میں خط و کتابت کی۔ اس گروہ نے مدینہ میں رہنے والے صحابہ کی طرف سے اور بالخصوص حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی طرف سے جھوٹے خطوط بنائے تاکہ وہ لوگوں کو حضرت عثمان کے خلاف خروج کرنے اور بقول ان کے دین کی مدد کرنے پر متحد کریں ان کے نزدیک یہ کام اس وقت کا سب سے بڑا اجہاد تھا۔

ابن جریر لکھتے ہیں:

جب 35ھ کا شوال آیا تو اہل مصر چار ٹولیوں میں امراء کی سرکردگی میں نکلے ان کی کم تعداد بیان کرنے والا ان کو چھ سو اور زیادہ تعداد بیان کرنے والا ایک ہزار قرار دیا ان ٹولیوں امیر الامراء عافقی بن حرب تھا۔ لوگوں کے سامنے انہوں نے حجاج ہونے کا اظہار کیا۔ اہل کوفہ بھی اسی طرح تیاری کہ ساتھ چاڑ ٹولیوں میں نکلے اور اس گروہ کا امیر عمرو بن اصم تھا۔ اہل بصرہ امیر حرقوص بن زہیر السعدی کی قیادت میں نکلے۔

طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، (2004ء) تاریخ الملوک والامم، لاہور، نفیس اکیڈمی، ج:3، ص:543

اہل بصرہ حضرت طلحہ کو امیر بنانے کا مصمم ارادہ کیے ہوئے تھے۔ یہ لوگ مدینہ کے اردگرد ماہ شوال میں ایک دوسرے سے آملے۔ ان میں سے ایک گروہ ذوخشب میں دوسرا اعوص میں باقی عام لوگ ذوالمروہ میں فروکش ہو گئے۔ وہ اہل مدینہ سے خائف تھے چنانچہ انہوں نے ایلچیوں اور جاسوسوں کو آگے بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ وہ حج کے لیے آئے ہیں خروج کے لیے نہیں نکلے۔ مصر سے جو گروہ آیا تھا وہ حضرت علی کہ پاس گیا اس وقت آپ احجار الزیت کے پاس ایک فوج میں موجود تھے۔ مصریوں نے حضرت علی کو سلام کیا آپ نے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر نکال دیا اور فرمایا صالحین کو معلوم ہے کہ ذوالمروہ اور ذوخشب کی فوجوں پر حضور ﷺ کی طرف سے لعنت ہو چکی ہے واپس چلے جاؤ اللہ تمہاری صبح کو مبارک نہ کرے۔ جو مصری آپ کے پاس آئے تھے آپ نے ان لوگوں کے بارے میں پیغام دے کر حضرت حسن کو حضرت عثمان کے پاس بھیجا۔

اس بارے میں امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

بصری حضرت طلحہ کے پاس آئے انہوں نے آپ کو سلام کہا تو آپ نے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر نکال دیا اور انہیں وہی بات کہی جو حضرت علی نے مصریوں سے کہی تھی۔ اس کی اطلاع حضرت عثمان کو بھی پہنچائی۔ کوفہ سے آنے والا گروہ حضرت زبیر کے پاس آیا تو آپ نے بھی ان کو جواب دے دیا۔ چنانچہ ہر گروہ اپنی قوم کے پاس واپس آگیا۔ انہوں نے لوگوں کہ سامنے یہ اظہار کیا کہ وہ اپنے شہروں کو واپس جارہے ہیں اور کئی روز تک واپسی پر چلتے رہے پھر مدینے کی طرف واپس پلٹے۔ اس بات کو گزرے ابھی تھوڑا عرصہ ہوا تھا کہ اہل مدینہ نے تکبیر کی آواز سنی اور اچانک ان لوگوں نے مدینہ پر چڑھائی کر کہ اس کا گھیراؤ کر لیا اور ان کی اکثریت حضرت عثمان بن عفان کے گھر کے پاس تھی اور وہ لوگوں سے کہنے لگے۔ جس نے اپنا ہاتھ روک لیا وہ امن میں ہو گا۔ پس لوگ رک گئے اور اپنے گھروں میں بیٹھ گئے اور کئی روز تک اسی حالت میں رہے اس کے باوجود لوگوں کو کچھ معلوم نہ تھا کہ یہ لوگ کیا کرنے والے ہیں اور ان کے عزائم کیا ہیں۔

امام سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:230

حضرت علی کا مظاہرین سے مذاکرہ:

حضرت علی نے مصریوں سے مذاکرات کرنے کے لیے ان سے ملے اور ان سے پوچھا کہ جب ان کی عذر خواہی کر دی گئی تو دوبارہ پلٹ کر کیوں آئے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں انہوں نے کہا کہ:

ہمیں ایلچی کے پاس سے اپنے قتل کے بارے میں ایک خط ملا ہے یہی بات بصریوں نے حضرت طلحہ سے اور کوفیوں نے حضرت زبیر سے کہی۔ ساتھ ہی ان کا مطالبہ تھا کہ اگر حضرت عثمان خلافت سے دستبردار ہو جائیں تو انہیں امن سے چھوڑ دیں گے۔ مصریوں نے بیان کیا کہ جب وہ اپنے شہر کو واپس ہوئے تو انہوں نے راستے میں ایک ایلچی کو چلتے پایا انہوں نے اسے پکڑ کر اس کی تلاشی لی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کہ پاس ایک چھاگل میں حضرت عثمان کی زبان سے ایک خط ہے جس میں ان کی ایک پارٹی کے قتل کا اور دوسری پارٹی کے صلیب دینے کا اور تیسری پارٹی کہ ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کا حکم ہے اور خط پر حضرت عثمان کی انگوٹھی کی مہر ہے اور ایلچی حضرت عثمان کا ایک غلام تھا اور آپ کے اونٹ پر تھا اور جب وہ واپس آئے تو خط بھی لائے اور اسے لا کر لوگوں کہ پاس گھومے۔ پس لوگوں نے اس بارے میں امیر المومنین سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا میرے خلاف اس کے متعلق گواہی پیش کرو وگرنہ قسم بخدا نہ میں نے خط لکھا ہے اور نہ لکھوایا ہے اور نہ مجھے اس کا کوئی پتہ ہے اور انگوٹھی جعلی طور پر بھی انگوٹھی کہ مطابق بنائی جاسکتی ہے۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج:7، ص:232

ایک روایت کے مطابق مصریوں نے اس بارے میں حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ ابن ابی سرح کو ان سے معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو امیر مقرر کریں تو آپ نے ان کی بات مان لی اور جب انہوں نے اس ایلچی کو دیکھا کہ اس کے پاس محمد بن ابی بکر کے قتل کے متعلق خط ہے تو وہ واپس آ گئے۔ اور ان کو آپ پر شدید غصہ آیا اور وہ خط لے کر لوگوں کے پاس گئے اور اس بات نے بہت سے لوگوں کے اذہان پر اثر ڈالا۔

اور ابن جریر نے محمد بن اسحٰق کے طریق سے اس کہ چچا عبد الرحمان سے روایت کی ہے کہ:

> جس شخص کہ پاس حضرت عثمان کی جانب سے مصر کی طرف خط تھا وہ ابو الاعوار السلمی تھا جو حضرت عثمان کے اونٹ پر سوار تھا اور ابن جریر نے اس طریق سے بیان کیا ہے کہ صحابہ نے مدینہ کے اطراف کی طرف لوگوں کو حضرت عثمان کہ پاس آنے کے لیے خطوط لکھے تاکہ وہ آپ سے جنگ کریں یہ صحابہ پر ایک افتراء ہے ان جانب سے جھوٹے خط بنا کر لکھے گئے جیسا کہ انہوں نے حضرت علی حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی طرف سے جھوٹے خط لکھے تھے جن کا انہوں نے انکار کیا تھا اسی طرح حضرت عثمان کے بارے میں جھوٹا خط بنایا گیا نہ آپ نے اس کا حکم دیا اور نہ آپ کو اس کا علم تھا۔

ابن جریر، تاریخ طبری، ج:7، ص:232

اس تمام عرصے میں حضرت عثمان لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد آپ صرف ایک دو دفعہ باہر آئے یہاں تک کہ محصور ہو کر قتل ہو گئے۔

حضرت عثمان کا محصور ہونا:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا مکمل محاصرہ کر لیا گیا اور کسی کو اندر باہر کسی کو آنے جانے کی اجازت نہ تھی ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:

> مظاہرین میں سے کچھ لوگوں نے آپ کا محاصرہ کر کے آپ کے گھر کا گھیراؤ کر لیا صحابہ کرام کے بیٹوں کی ایک جماعت آپ کے حفاظت پر معمور تھی جن میں حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عبد اللہ بن زبیر تھے اور حضرت عبد اللہ بن عمر شامل تھے یہ لوگ آپ کی طرف سے جھگڑا کرنے لگے اور آپ کی حفاظت میں جنگ کرنے لگے کہ کوئی شخص آپ تک نہ پہنچ جائے اور بعض لوگوں نے آپ کو اس امید پر بے یار و مددگار چھوڑ دیا کہ انہوں نے جو مطالبات کیے ہیں آپ ان میں سے ایک کو مان لیں انہوں نے آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ معزول ہو جائیں یا مروان بن الحکم کو ان کہ سپرد کر دیں مگر کسی کہ دل میں یہ کھٹکا نہ تھا کہ خارجیوں کہ دل میں قتل کی بات ہے حضرت عثمان کا مسجد میں آنا جانا بند ہو گیا اور آپ اس معمول کے آغاز میں بھی کم ہی باہر

نکلتے تھے، آخر میں آپ کا باہر نکلنا کلیتاً بند ہو گیا۔ ان ایام میں غفقی بن حرب لوگوں کو نماز پڑھاتا تھا اور محاصرہ مسلسل ایک ماہ سے بھی زیادہ رہا اور بعض کا قول ہے کہ چالیس روز رہا۔

ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ج:7، ص:235-234

امام یعقوبی اپنی کتاب میں امام احمد کا بیان نقل کرتے کہ اسحٰق بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے معاویہ بن اسلم سے سنا کہ سلمہ عن مطرف عن نافع عن ابن عمر بیان کرتے تھے:

حضرت عثمان نے محصوری کی حالت اپنے اصحاب کی طرف جھانکا اور فرمایا تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو؟ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا ہے کہ کسی شخص کا خون تین باتوں میں سے ایک کہ پایا جانے کی وجہ سے حلال ہوتا ہے اس نے شادی شدہ ہونے کہ باوجود زنا کیا ہو اس کی سزا رجم ہے یا عمداً قتل کیا ہو اس کی سزا قتل ہے یا اسلام لانے کہ بعد مرتد ہو گیا ہو اس کی سزا قتل ہے قسم بخدا میں نے جاہلیت اور اسلام میں زنا نہیں کیا اور نہ میں کسی شخص کو قتل کیا کہ اپنی جان سے اس کا قصاص دوں اور نہ میں نے مسلمان ہونے کے بعد ارتداد اختیار کیا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کہ سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کہ بندے اور رسول ہیں نسائی نے اسے احمد بن الازہر سے بحوالہ اسحٰق بن سلیمان روایت کیا ہے۔

یعقوبی، کتاب التاریخ، ج:2، ص:237

اہل خروج پر طاقت کے استعمال سے گریز:

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ شہادت سے قبل آپ نے اپنے اصحاب سے ان حالات کے متعلق مشورہ طلب کیا تو حضرت عبد اللہ بن زبیر نے کہا:

یا امیر المومنین میں آپ کو تین باتوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا مشورہ دیتا ہوں، ایک یہ کہ آپ عمرہ کا احرام باندھ لیں اس طرح ہمارے خون ان پر حرام ہو جائیں گے دوسری یہ کہ ہم آپ کے ساتھ حضرت امیر معاویہ کے پاس شام چلے جاتے ہیں تیسری یہ ہے کہ آپ باہر نکلیں اور ہم تلوار سے جنگ کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ بلاشبہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔ حضرت عثمان غنی نے ان تینوں باتوں کے جواب میں فرمایا: جو عمرہ کا احرام باندھنے کی بات ہے کہ ہمارے خون ان پر حرام ہو جائیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ہمیں اب بھی اور حالت احرام میں بھی گمراہ سمجھتے ہیں۔ شام جانے کا جواب یہ ہے کہ مجھے اس بات سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں ان کے درمیان سے خوفزدہ ہو کر باہر چلا جاؤں۔ اہل شام مجھے دیکھیں اور دشمن اسلام طعنہ زنی کریں۔ اور ان کے خلاف میں جنگ اس

لیے نہیں کرتا کہ میری خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ میری وجہ سے ایک قطرہ خون بھی نہ بہایا جائے۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج:7، ص:262

حضرت علی کے عہد میں خروج:

حضرت علی کے منصب خلافت پر بیٹھتے ہی مختلف گروہوں کی طرف خروج کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کے نتیجے میں امت کو جنگ جمل اور جنگ صفین جیسے معرکوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان جنگوں میں دونوں اطراف سے کثیر تعداد میں مسلمان شہید ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب سلطنت اسلامیہ کا زوال یقینی تھا مگر حضرت علی کی دور اندیشی اور فہم و فراست نے امت مسلمہ کو کسی بڑے نقصان سے دوچار ہونے سے بچالیا۔ آپ کے عہد میں سلطنت اسلامیہ میں اگرچہ توسیع ممکن نہ ہو سکی مگر آپ نے مختلف فتنوں کی سرکوبی ہر ممکن کوشش کی خصوصاً آپ کے دور میں خوارج جیسے متشدد فرقے کا ظہور ہوا۔ جنہوں نے اپنے نظریات سے متصادم تمام لوگوں کو کافر سمجھنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کا خون کا اپنے لیے مباح قرار دے دیا حتیٰ کہ انہوں نے جلیل القدر صحابہ پر کفر کے فتوے لگائے۔ جس سے حضرت علی اور حضرت عثمان جیسی ہستیاں بھی محفوظ نہ رہ سکیں۔

ابن سعد نے امام احمد کا بیان نقل کیا ہے:

> عبداللہ بن شداد سے حضرت عائشہ نے کہا ان کے متعلق بتاؤ جن لوگوں نے حضرت علی کو قتل کیا ہے۔ اس نے کہا جب حضرت علی نے حضرت معاویہ سے باہم تحریر کر لی اور حکمین کو حکم بنالیا تو آٹھ ہزار قراء نے آپ کے خلاف خروج کیا اور وہ کوفہ کی ایک جانب حروراء مقام پر فروکش ہو گئے۔

ابن سعد، طبقات، ج:3، ص:366

خوارج کا خروج:

خوارج کی ابتداء دورِ نبوی میں ہی ہوگئی تھی۔ بعد ازاں دورِ عثمانی میں ان کی فکر پروان چڑھی اور پھر حضرت علی کے دور حکومت میں ان کا عملی ظہور منظم صورت میں سامنے آیا۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر خوارج کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی کثیر احادیث مبارکہ میں ان کی واضح علامات اور عقائد و نظریات بالصراحت ملتے ہیں۔ خوارج دراصل اسلام کے نام پر دہشت گردی اور قتل و غارت گری کرتے تھے اور مسلمانوں کے خون کو اپنے انتہاء پسندانہ اور خود ساختہ نظریات و دلائل کی بناء پر مباح قرار دیتے تھے۔

ابن جریر لکھتے ہیں کہ:

> حضرت علی ایک روز خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک خوارج میں سے ایک شخص آپ کے پس آیا اور کہنے لگا۔ اے علی تو نے اللہ کے دین میں لوگوں کو شریک کیا ہے حالانکہ حکم صرف اللہ ہی کا

ہے اور انہوں نے ہر جانب لا حکم الا اللہ کی آوازیں لگائیں۔ تو حضرت علی فرمانے لگے یہ کلمہ حق ہے جس سے باطل مراد لیا جارہا ہے۔

پھر فرمایا: ہم پر تمہاری یہ ذمہ داری ہے کہ جب تک غنیمت ہمارے قبضے میں ہے ہم اسے تم سے نہ روکیں اور تم کو اللہ کی مساجد سے بھی نہ روکیں اور جب تک ہمارے ساتھ جنگ کی ابتدا نہ کرو تم سے جنگ کی ابتدا نہ کریں۔

ابن جریر، تاریخ طبری، ج:7، ص:369

خوارج کے خروج کی وجوہات:

خوراج کا حضرت علی کے خلاف خروج کا سبب یہ تھا کہ وہ جنگ صفین میں حکم کے معاملہ پر راضی نہ تھے اس بات کو عبد اللہ بن شداد نے بیان کیا ہے جسے یعقوبی نے نقل کیا ہے:

انہوں نے حضرت علی پر عتاب کیا اور کہنے لگے کہ آپ نے وہ قمیص اتار دی ہے جو اللہ نے آپ کو پہنائی تھی اور اللہ نے آپ کا جو نام رکھا تھا اسے بھی چھوڑ دیا ہے، پھر آپ نے آگے بڑھ کر اللہ کے دین میں حکم بنالیے ہیں حالانکہ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔

یعقوبی، کتاب التاریخ، کراچی، نفیس اکیڈمی، ج:2، ص:366

یعقوب بن سفیان نے موسیٰ بن مسعود سے انہوں نے عکرمہ بن عمار سے انہوں نے سماک سے اور انہوں ابن عباس سے روایت کیا ہے اور اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ:

خوارج نے مردوں کو حکم بنانے پر آپ پر عتاب کیا اور یہ کہ آپ نے امارت سے اپنا نام مٹا دیا ہے اور یہ کہ آپ نے یوم الجمل کو جنگ کر کے حرمت والی جانوں کو قتل کیا ہے اور اموال اور قیدی تقسیم نہیں کیے۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج:7، ص:368

خوارج کی عذر خواہی کی کوشش:

حضرت علی کو ان باتوں کی اطلاع ملی جن کی وجہ سے انہوں نے آپ پر عتاب کیا اور خروج کیا۔ تو آپ نے منادی کو حکم دیا اور اس نے اعلان کیا کہ امیر المؤمنین کے پاس صرف وہ آدمی جسے قرآن حفظ ہو آئے۔ جب قراء سے جگہ بھر گئی تو آپ نے مصحف منگوایا اور اسے اپنے آگے رکھا اور اس پر اپنا ہاتھ مار کر کہنے لگے اے مصحف لوگوں سے بیان کر تو لوگوں نے آپ سے کہا یا امیر المؤمنین آپ اس سے کیا پوچھتے ہیں یہ تو اوراق میں سیاہی ہے۔ آپ نے فرمایا:

تمہارے یہ اصحاب جنہون نے خروج کیا ہے میرے اور ان کے درمیان کتاب اللہ حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں عورت اور مرد کے متعلق بیان کیا ہے۔

اگر تم ان دونوں کے باہمی اختلاف سے خوفزدہ ہو تو ایک حکم مرد کے اہل سے بھیجو۔ اگر وہ اصلاح کی خواہش رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔

مسعودی، تاریخ مسعودی، ج:2، ص:223

پس حضور ﷺ کی امت ایک مرد اور ایک عورت کے مقابلہ میں خون اور حرمت کے لحاظ سے بہت بڑھ کر ہے۔ جن کے درمیان صلح کے لیے حکم مقرر کیا گیا۔ انہوں نے یہ الزام بھی لگایا کہ آپ نے حضرت معاویہ سے مکاتب کرتے وقت امیر المؤمنین کی بجائے علی بن ابی طالب لکھا۔ آپ نے فرمایا صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضور ﷺ نے معاہدہ لکھا تو اس طرح لکھوایا: اس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے قریش کی طرف سے آنے والے سہیل بن عمرو نے کہا اگر میں آپ کو اللہ کا رسول سمجھتا تو آپ کی مخالفت نہ کرتا۔ چنانچہ آپ نے اس پر محمد بن عبد اللہ لکھوا دیا۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ:

خوارج نے حضرت علی سے مردوں کو حکم (ثالث) بنانے، امارت سے اپنا نام مٹانے، یوم الجمل کو جنگ کر کے حرمت والی جانوں کے قتل کرنے، اور اموال و قیدی تقسیم نہ کرنے پر اظہار ناراضگی کیا۔ آپ نے پہلے دو الزامات کا وہی جواب دیا جو پہلے بیان ہو چکا ہے تیسرے کے جواب میں فرمایا قیدیوں میں ام المؤمنین حضرت عائشہ بھی تھیں۔ پس اگر تم کہو کہ وہ تمہاری ماں نہیں تو تم کفر کے مرتکب ہوتے ہو اور اگر تم اپنی ماؤں کو قیدی بنانا جائز قرار دیتے ہو تو تب بھی کفر کرتے ہوئے۔ چنانچہ ان میں سے دو ہزار آدمیوں نے رجوع کر لیا اور بقیہ لوگوں نے خروج کیا اور جنگ کی۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج:7، ص:268

خوارج سے متعلق حضرت علی کا موقف:

ابن جریر لکھتے ہیں کہ:

حضرت علی ایک روز خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک خوارج میں سے ایک شخص آپ کے پس آیا اور کہنے لگا۔ اے علی تو نے اللہ کے دین میں لوگوں کو شریک کیا ہے حالانکہ حکم صرف اللہ ہی کا ہے اور انہوں نے ہر جانب لا حکم الا للہ کی آوازیں لگائیں۔ تو حضرت علی فرمانے لگے یہ کلمہ حق ہے جس سے باطل مراد لیا جا رہا ہے۔

پھر فرمایا: ہم پر تمہاری یہ ذمہ داری ہے کہ جب تک غنیمت ہمارے قبضے میں ہے ہم اسے تم سے نہ روکیں اور تم کو اللہ کی مساجد سے بھی نہ روکیں اور جب تک ہمارے ساتھ جنگ کی ابتدا نہ کرو تم سے جنگ کی ابتدا نہ کریں۔

ابن جریر، تاریخ طبری، ج:2، ص:269

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ:

حضرت علی فوج کے ایک دستے میں تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو آپ نے خوارج کے معاملے کا ذکر کیا اور اس کی مذمت کی تو ان میں سے ایک جماعت کھڑی ہوگئی اور ہر کوئی کہنے لگا لا حکم الا اللہ۔

حضرت علی منبر پر فرمانے لگے:

ہم تمہارے بارے میں اللہ کے حکم کے منتظر ہیں، پھر فرمایا: تمہاری جانب سے ہم پر یہ فرض ہے کہ جب تک تم ہمارے خلاف خروج نہ کرو ہم تمہیں اپنی مساجد سے نہ روکیں اور جب تک تمہارے ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے ساتھ ہیں ہم تم سے غنیمت کے اس حصہ کو نہ روکیں جو تمہیں پہنچتا ہے اور جب تک تم ہم سے جنگ نہ کرو ہم تم سے جنگ نہ کریں۔

سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:374

حضرت علی کے اس خطبہ سے بہت سے لوگ راہ راست پر آ گئے مگر جو لوگ فتنہ پرور انہوں نے آپ کے خلاف سازش جاری رکھی۔

خوارج کا حضرت علی سے جنگ

جب حضرت علی نے حضرت ابو موسیٰ کو فوج کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا تو خوارج کا معاملہ سخت ہو گیا اور انہوں نے حضرت علی پر الزام لگانے میں حد سے تجاوز کای اور واضح طور پر آپ کو کافر کہا۔ زرعۃ بن البرج اور حرقوص نے آپ سے کہا کہ اپنی غلطی سے توبہ کریں اور ہمارے ساتھ دشمن کی طرف چلیے تاکہ ہم ان سے جنگ کرتے ہوئے اپنے رب سے جا ملیں۔ زرعۃ نے کہا اے علی خدا کی قسم اگر آپ نے کتاب اللہ میں مردوں کو حکم بنانا نہ چھوڑا تو میں ضرور آپ سے جنگ کروں گا۔

ابو مخنف نے عبد الملک سے بحوالہ ابی حرۃ بیان کیا

جب حضرت علی نے حضرت موسیٰ کو حکومت چلانے کے لیے بھیجا تو خوارج عبد اللہ بن وہب کے گھر جمع ہوئے اور خروج کرنے والے لشکر کی قیادت کے لیے ایک دوسرے کو آمادہ کرنے لگے۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج:7، ص:267

عبد اللہ بن سخرہ نے لوگوں کو خروج کی ترغیب دیتے ہوئے کہا کہ ان کے چہروں اور جبینوں پر تلواریں مارو حتیٰ کہ وہ اطاعت والے ہو جائیں اگر تم قتل کر دیے گئے تو جنت کی طرف جانے سے کون سی چیز افضل ہے۔

ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج:3، ص:375

بالآخر ان جاہل گمراہوں اور اقوال واعمال میں بدبخت لوگوں نے مسلمانوں کے درمیان سے خروج کرنے پر اتفاق رائے کر لیا اور مدائن کی طرف روانگی پر موافقت کر لی۔ وہاں سے بصرہ اور دیگر شہروں میں اپنے ہم مذہب بھائیوں کو پیغامات بھیجے کہ وہ مدائن میں ان سے آکر ملیں۔ یہ سب نہروان میں جمع ہو گئے۔

تاریخ الملوک والامم میں طبری لکھتے ہیں حضرت علی نے خوارج کی طرف خط لکھا کہ:

> حکمین نے جو فیصلہ کیا وہ ناقابل قبول ہے اور یہ کہ آپ شام کی طرف جانے کا عزم کیے ہوئے ہیں، آؤ تاکہ ہم ان سے قتال کرنے پر اتفاق کر لیں، انہوں نے آپ کی طرف لکھا، امابعد! بلاشبہ آپ اہل شام سے اپنے رب کے لیے نہیں بلکہ اپنے نفس کے لیے ناراض ہوئے ہیں اگر آپ اپنے نفس کے خلاف کفر کی شہادت دیں اور توبہ کی طرف متوجہ ہوں تو ہم اپنے اور تمہارے معاملے پر غور وفکر کریں گے وگرنہ ہم برابر آپ سے عہد شکنی کریں گے۔
>
> حضرت علی نے جب ان کا خط پڑھا تو آپ ان سے مایوس ہو گئے اور اہل شام سے جا کر جنگ کرنے کا عزم کر لیا اور آپ ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ جو پینسٹھ ہزار تھی کوفہ سے نخیلہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی دوران آپ کو اطلاع ملی کہ خوارج نے زمین میں فساد برپا کر دیا، خونریزی اور رہزنی کی اور محارم کو جائز قرار دے دیا۔ لوگوں نے حضرت علی کو مشورہ دیا کہ وہ ان لوگوں سے جنگ کا آغاز کریں اور جب ان سے فارغ ہو جائیں تو اہل شام کی طرف چلے جائیں تاکہ لوگ ان کے شر سے محفوظ ہوں۔

ابن جریر، تاریخ طبری، ج:3، ص:376

اسی بحث ومباحث کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوتا رہا اور جو حضرت عثمان کے قصاص کے حوالے سے تھا اس کو ابن خلدون نے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

> امیر المؤمنین نے اس رائے کو پسند فرمایا اور جنگ شاملتوی کر کے خوارج کی طرف بڑھے۔ خوارج کے لشکر کے قریب پہنچ کر ان کو پیغام بھیجا کہ ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو ہم قصاص لے کر اہل مغرب پر حملہ آور ہوں گے۔ خورج نے جواب دیا ہم سب نے مل کر ان کو مارا ہے اور ہم سب تمہارے خون کو مباح سمجھتے ہیں۔

ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، 2، ص:430

خوارج کی شکست:

امیر المؤمنین نے ان پر حملہ کر دیا ان کی جماعت منتشر ہو گئی، میمنہ اور میسرہ کی ترتیب جاتی رہے اور وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے، تیر اندازوں نے تیر بازی شروع کر دی ایک ساعت میں سب کو ڈھیر کر دیا گویا ان سے کہہ دیا کہ تم

لوگ مر جاؤ اور وہ لوگ مر گئے۔ مال و اسباب، سامان جنگ اور مویشی مسلمانوں میں تقسیم کر دیے اور خوارج کے غلاموں اور عورتوں کو واپس کر دیا۔

خوارج نے اسلامی حکومت کے خلاف باقاعدہ مسلح جدوجہد شروع کر دی تھی جس کی وجہ سے حضرت علی کو مجبوراً خوارج کے خلاف جنگ کرنا پڑی۔ خوارج کو اس جنگ میں شکست ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود درپردہ خوارج نے اپنی کاروائیاں جاری رکھی۔

ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، 2، ص:431

حضرت علی کی شہادت میں خوارج کا کردار:

خوارج کو جنگ نہروان میں شکست فاش ہوئی تو انہوں اسلامی حکومت کے خلاف سازشیں جاری رکھیں۔ حتی کہ خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منصوبہ بنایا۔

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:

> 40ھ میں امیر المؤمنین حضرت علی شہید کر دیے گئے۔ آپ کی شہادت کا سبب یہ ہوا کہ جنگ نہروان کے بقیۃ السیف خوارج عبد اللہ بن ملجم مرادی، برک بن عبد اللہ تمیمی اور عمرو بن اکر تمیمی سعدی حجاز میں ایک مقام پر اکٹھے ہوئے اور امراء اسلام کے معایب بیان کرنے لگے، نہروان کے مقتولوں پر افسوس ظاہر کیا۔ بہت دیر تک خاموش اور مغموم بیٹھے رہے پھر ان میں سے ایک نے مہر سکوت توڑ کر کہا کاش ہم لوگ اپنی جانوں پر کھیل کر آئمۃ الضلال (سردارن گمراہی) کو مار ڈالتے تو بہت اچھا ہوتا۔ مسلمان ان کے ظلم کے ہاتھوں سے نجات پا جاتے، ابن ملجم بولا میں حضرت علی کے لیے کافی ہوں۔ برک نے کہا: میں معاویہ کا کام تمام کروں گا۔ عمرو بن بکر تمیمی نے عمرو بن العاص کے قتل کا بیڑا اٹھایا اس کے بعد سب نے یہ عہد و پیمان کیا کہ جب تک ہر شخص آئمۃ الضلال کو نہ مار لے واپس نہ آئے یہاں تک کہ وہیں مر جائے اور یہ کام 17 تاریخ رمضان المبارک کو نماز فجر کے وقت انجام دیا جائے۔

ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، 2، ص:436

حضرت علی کی شہادت کے بعد خوارج کی عملی سرگرمیاں تیز ہو گئیں خوارج اسلام کے لبادہ میں قتل غارت گری کرتے رہے۔ ان کے نزدیک روئے زمین پر ان کے علاوہ کوئی مسلمان نہ تھا وہ اپنے نظریات کے برخلاف دیگر کو کافر اور واجب القتل سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد ازاں دیگر ادوار میں بھی انہوں نے متعدد مرتبہ خروج اور بغاوت کی۔

فصل دوم

عہد بنو امیہ میں خروج کا جائزہ

سلطنت بنو امیہ کے بانی حضرت امیر معاویہ تھے۔ آپ کا شمار حضور نبی اکرم ﷺ کے ممتاز صحابہ میں سے ہوتا ہے آپ کاتب وحی کی عہدہ پر بھی فائز رہے۔ حضرت عمر کے دور میں دمشق کے گورنر رہے، حضرت عثمان نے آپ کو پورے شام پر گورنر مقرر کر دیا اس بڑے عہدے نے آپ کی طاقت کو مستحکم کیا۔ حضرت علی کے عہد میں ان کی کشمکش خلیفہ چہارم سے ہوئی اور جس کے نتیجے میں جنگ صفین جیسا عظیم سانحہ رونما ہوا۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد خلافت کے عہدے پر حضرت امام حسن متمکن ہوئے مگر جلد ہی آپ حضرت امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہوگئے چنانچہ حضرت امیر معاویہ کی حکومت کامل و مستقل ہو گئی۔ یوں عملی طور پر تاریخ اسلام میں بنو امیہ کے دور حکومت کا آغاز ہوا یہ واقعہ نصف 41ھ کا ہے۔

حضرت امیر معاویہ کے خلاف خروج

حضرت علی کے زمانہ میں خوراج کے لشکر سے فروہ ابن نوفل الاشجعی پانچ سو خوارج کو لے علیحدہ ہو گیا تھا اور حضرت علی سے جنگ لڑے بغیر شہر زور کی طرف چلا گیا تھا مگر جب امام حسن نے امر خلافت حضرت امیر معاویہ کے سپر کر دیا تو انہوں نے ان کے خلاف خروج کا ارادہ کیا۔ چنانچہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ:

> انہوں نے کہا اب وہ وقت آ گیا ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا ہے۔ لہذا اب معاویہ کی طرف چلو اور ان سے جہاد کرو۔ چنانچہ خوارج فروہ کو اپنا سردار بنا کر روانہ ہوئے اور کوفے کے قریب مقام نُخَیلہ میں ٹھہرے۔ امام حسن مدینہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے حضرت امیر معاویہ نے ان کو خوارج کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کی دعوت دی تو آپ نے لکھ بھیجا۔ اگر میں اہل قبلہ میں سے کسی کے خلاف جنگ کرنا چاہتا تو سب سے پہلے آپ ہی سے لڑتا۔
>
> حضرت امیر معاویہ نے اہل شام کی ایک جماعت کو خوارج کے مقابلہ میں بھیجا لڑائی ہوئی اور اہل شام کو شکست ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ نے اہل کوفہ سے کہا خدا کی قسم جب تک کہ تم خوارج کو نہ روک دوگے میں تم کو کسی طرح کی امان نہیں دوں گا۔

ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، دار الطبع جامعیہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، 1332ھ، ج:3، ص:7

زیاد ابن خراش کا خروج

52ھ کو زیاد ابن خراش العجلی نے ابن زیاد کے خلاف خروج کیا یعقوبی لکھتے ہیں کہ:

> زیاد ابن خراش العجلی نے تین سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر خروج کیا اور سواد کے مقام مسکن میں آ پہنچا۔ زیاد نے اس کے مقابلے کے لیے چند شہسواروں کو روانہ کیا۔

یعقوبی، کتاب التاریخ، ج:2، ص:380

اصحابِ نہر کا خروج

قبیلہ طے کا ایک شخص جس کا نام معاذ تھا نے زیاد کے خلاف خروج کیا۔ وہ تیس آدمیوں کو لے کر نہر عبد الرحمن ابن ام الحکم پر پہنچا زیاد نے اس کی سر کوبی کے لیے آدمی روانہ کیے جنہوں نے اسے اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا۔

حضرت امیر معاویہ کے دور میں بلاد روم سے قسطنطنیہ تک فتوحات ہوئیں اور نہ صرف سلطنت اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوا بلکہ مسلمان پھر سے ایک خلیفہ کے ماتحت مجتمع ہوگئے۔ آپ کے دور میں متعدد علاقوں سے خروج کی کوششیں کبھی کبھار ہوتی رہیں مگر انہیں بزور قوت منتشر کر دیا گیا۔ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:

> 41ھ کو ابن عامر کی درخواست پر اسے بصرہ کی امارت پر مامور کیا اس کے ساتھ خراسان و سجستان کو بھی اس کے ماتحت کر دیا۔ ابن عامر نے اپنی طرف سے قیس بن الہثیم کو خراسان کا والی بنایا، انہیں دنوں اہل بلخ، بادغیس، ہرات اور یوشلخ نے خروج کیا، قیس نے فوج کشی کی بلخ کا محاصرہ کیا بالآخر اہل ہرات، بادغیس اور بوشلخ لڑائی سے تنگ ہو کر مصالحت پر مجبور ہوگئے۔

ابن خلدون، ج:2، ص:477

حضرت امیر معاویہ کے دور میں مسلمانوں کے لشکر افریقہ کی سرحدوں تک پہنچ چکے تھے چنانچہ عقبہ بن عامر لواتہ مراتہ تک فتح کرتے ہوئے پہنچ چکے گئے اور اہل افریقہ کو اپنا مطیع بنا لیا۔

مسعودی لکھتے ہیں کہ:

> کچھ عرصہ بعد اہل افریقہ نے عہد شکنی کی عقبہ نے دوبارہ فوج کشی کی سینکڑوں کا قتل کیا ہزاروں کو قید کیا۔ لیکن بعد ازاں یہ پھر باغی ہوگئے۔ تو امیر معاویہ نے 50ھ میں دس ہزار جمیعت کو افریقہ روانہ کیا۔ افریقہ پہنچ کر عقبہ نے مارشل لا جاری کر دیا۔ چاروں طرف کشت خون کا بازار گرم کر دیا۔ اس کامیابی کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ اسلامی لشکر کے لیے کوئی کیمپ بنایا جائے تا کہ اہل افریقہ کی آئے دن کی بغاوت اور سرکشی سے نجات ملے۔

مسعودی، ج:2، ص:486

یزید کا دور حکومت اور خروج:

حضرت امیر معاویہ کی وفات کے بعد ان کا بیٹا یزید بن معاویہ تحت نشین ہوا۔ آپ کے دور میں خوارج نے اپنی کاروائیاں اسلام کے خلاف جاری رکھیں اور کشت و خون کے بازار گرم کیے رکھے جب آپ کے بعد یزید تحت نشین ہوا تو خوارج کو فتنہ سامانیاں کرنے کا موقع مل گیا کیونکہ یزید کا فسق و فجور ان کے لیے مدد گار ثابت ہوا۔ ابن مسعودی لکھتے ہیں:

> یزید کا دورِ حکومت تین سال دوماہ اور بائیس دن تھا۔ حضرت امیر معاویہ نے وفات سے قبل اپنے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لی۔
>
> یزید کی موت پر غزہ قبیلہ کا ایک آدمی اس کی قبر کو دیکھ کر کہنے لگا:

"اے وہ قبر جو حوارین میں ہے تو نے اپنے اندر تمام لوگوں سے برے آدمی کو چھپایا ہوا ہے۔"

ابن مسعودی، مروج الذہب و معاون الجوہر، ج:3، ص:81

اہل کوفہ کا خروج:

یزید نے کوفہ پر نعمان بن بشیر کو معزول کر کے ابن زیاد کو مقرر کر دیا۔ جب ابن زیاد کوفہ پہنچا تو لوگ سمجھے امام حسین تشریف لائے چنانچہ انہوں نے بلند آواز سے مرحبا کی صدائیں لگائیں مگر بعد میں جب خبر ہوئی کہ یہ ابن زیادہ ہے تو لوگوں نے اس پر سنگریزے پھینکے۔

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

> عمرو بن سعد نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ امام حسین کی لاش کو روند ڈالیں اس حکم کے جواب میں اسحاق بن حیات حضرمی نے ایک جماعت کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر آپ کی لاش کو روند دیا۔

سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:280

حضرت امام حسین کا خروج:

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ :

> حضرت امام حسین یزید کے خلاف مدینہ سے مکہ المکرمہ 28 رجب 60ھ کو روانہ ہوئے اور تین شعبان کو مکہ پہنچے۔ اور مکہ سے 8 ذی الحجہ کو کوفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ وجہ یہ تھی کہ جب اہل کوفہ کی جانب سے متواتر خطوط پہنچے اور آپ کے اور اہل عراق کے درمیان مسلسل قاصد آنے جانے لگے اور جب حضرت مسلم بن عقیل کا خط آیا کہ آپ اپنے اہل و عیال سمیت میرے پاس آجائیں تو آپ نے عراق جانے کا پکا ارادہ کر لیا۔ اتفاقاً آپ شہادت مسلم بن عقیل سے ایک دن پہلے ترویہ کے دن روانہ ہوئے اور مسلم بن عقیل کو عرفہ کے دن شہید کیا گیا۔
>
> آپ اپنے اہل بیت اور اہل کوفہ کے ساٹھ افراد کے ساتھ عراق کی جانب روانہ ہو گئے

ابن کثیر، سیرت سیدنا امام حسین، ص:75،56

امام حسین کی کوفہ روانگی سے قبل آپ کے احباب نے ہر ممکن کوشش کی کہ آپ مکہ چھوڑ کر نہ جائیں۔ مگر ایک روایت کے مطابق جسے ابن کثیر نے بیان کیا کہ

> آپ نے عبد اللہ بن زبیر سے فرمایا: میرے پاس چالیس ہزار بیعت نامے آئے ہیں کہ یہ لوگ میرے ساتھ ہیں۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج:7، ص:60

مورخین کہتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ نے یزید کے لیے بیعت کی تو حضرت امام حسین ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے یزید کی بیعت نہ کی تھی۔ اہل کوفہ نے حضرت امیر معاویہ کے عہد حکومت میں ہی آپ کو خطوط لکھ لکھ کر بلانے کی کوشش کی لیکن آپ نے جانے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: یہ لوگ ہمارے نام سے دنیا کا اقتدار اور شہرت حاصل کرنے کے لیے ہمارا اور لوگوں کا خون بہانا چاہتے ہیں۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج:7، ص:60

صحابہ کرام کا امام حسین کو روکنا

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں

حضرت امام حسین مجھ سے زبردستی مدینہ سے چلے آئے۔ میں نے کہا کہ اپنے آپ پر ترس کھائیں۔ گھر میں بیٹھے رہیں اور اپنے امام کے خلاف خروج نہ کریں۔

ابو واقد لیثی کہتے ہیں

مجھے امام حسین کے خروج کی خبر ملی تو میں فی الفور چند ہمراہیوں کے ساتھ ان کے پاس گیا اور خدا کی قسم دے کر انہیں کہا کہ آپ خروج نہ کریں۔ جو شخص بلاوجہ حملہ کرتا ہے وہ اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کرتا ہے لیکن آپنے واپس آنے سے انکار کر دیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں

میں نے حضرت امام حسین سے بات کی اور کہا کہ خدا سے ڈریں اور لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ لڑائیں۔ خدا کی قسم! آپ جو کام کر رہے ہیں اسے سراہا نہ جائے گا لیکن آپ نے میرا کہنا نہ مانا۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں

اگر حضرت امام حسین خروج نہ کرتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمن کہتے ہیں

حضرت امام حسین کو چاہیے تھا کہ اہل عراق کو پہچانتے اور ان کے پاس نہ جاتے لیکن ابن زبیر نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور آپ روانہ ہو گئے۔

حضرت ابن عباس نے کہا کہ حرم کو چھوڑ کر نہ جائیں اگر ان کو آپ کی حاجت ہے تو وہ خود اونٹوں کو ہانکتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوں گے اور اس طرح آپ کی قوت وجمعیت کے ساتھ روانہ ہوں گے لیکن آپ نے فرمایا: اللہ آپ کو جزائے خیر دے میں اس بارے میں استخارہ کروں گا۔

عمرہ بنت عبد الرحمن نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے آپ کے خروج کو ایک بہت بڑا المیہ قرار دیا اور آپ کو اطاعت اور لزوم جماعت کی درخواست کی اور آپ کو متنبہ کیا کہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ بچھڑنے کے مقام کی طرف ہانکے جائیں گے۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے حضرت عائشہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

> آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ امام حسین کو ارض بابل میں قتل کیا جائے گا، جب آپ نے خط پڑھا تو فرمایا پھر تو میرے عراق جانے اور بچھاڑنے جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

ابن کثیر، سیرت سیدنا امام حسین، ص:68،69

امام حسین کے خروج کی وجوہات

امام حسین کا صحابہ کرام کے روکنے کے باجود یزید کے خلاف خروج کرنا محض ذاتی اجتہاد کی بنا پر نہیں تھا اور نہ ہی انہیں عہد و منصب کا لالچ تھا۔ مکہ اور مدینہ میں امام حسین کے جانثاران اور مخلص حامیوں کی تعداد کوفہ کی بانسبت کہیں زیادہ تھی جو آپ کے ایک اشارہ ابرو پر اپنی جانیں لوٹا دیتے اس لیے عہدہ اور منصب کی خواہش کوفہ و عراق کی نسبت مکہ اور مدینہ میں پوری کرنا زیادہ آسان تھا لیکن اپنے خانوداہ کو لے کر ایسے مشکل سفر پر روانہ ہونا جہاں شہادت کا ہونا یقینی تھا ذاتی اجتہاد کی بنا پر نہیں تھا بلکہ اس کی وجوہات روایات سے سمجھنا زیادہ آسان ہو گا۔ چنانچہ ابن سعد لکھتے ہیں

> عبد اللہ بن جعفر نے آپ کو خط لکھ کر اہل عراق سے بچے رہنے کا مشورہ دیا اور خدا کی قسم دے کر ان کی طرف کوچ نہ کرنے کی درخواست کی۔ اس پر امام حسین نے ان کو لکھ بھیجا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک کام کرنے کا حکم فرمایا ہے جس کی میں تعمیل کروں گا اور میں اس امر سے اس وقت تک کسی کو مطلع نہ کروں گا تاوقتیکہ میں اس سے دوچار نہ ہو جاؤں۔

طبری، تاریخ طبری، ج:3، ص:69

نائب الحرمین عمرو بن سعید نے آپ کو لکھا:

> میں نے سنا ہے آپ نے عراق جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ میں آپ کو اختلاف اور عداوت سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں، اگر آپ کو کوئی خطرہ لاحق ہے تو میرے پاس چلے آئیں۔ آپ نے جواباً لکھا اگر آپ نے میرے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کی نیت سے یہ خط لکھا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں اس کی جزائے خیر دے گا۔ جو شخص نیک عمل کرے اور اللہ کی طرف بلائے وہ مخالفت کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ تفرقہ ڈالنے والا۔

ابن کثیر، سیرت امام حسین، ص:70

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی حرمت کے پیش نظر مدینہ سے ہجرت کی جس کو ابن کثیر حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خدا کی قسم! کل آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح اپنی عورتوں اور بیٹیوں کے سامنے قتل کر دیا جائے گا اور میں ڈرتا ہوں کہ حضرت عثمان کا بدلہ آپ ہی سے لیا جائیگا۔ حضرت امام حسین نے جواب دیا کہ میں مکہ میں قتل ہونے اور اس شہر کی حرمت کو پامال کرنے کی بجائے فلاں فلاں مقام پر قتل ہونا پسند کرتا ہوں۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں اس پر میری تسلی ہو گئی۔

ابن کثیر، سیرت امام حسین، ص:72

ابن اثیر نے اپنی کتاب میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے:

کہتے ہیں امام حسین کہا کرتے تھے۔ خدا کی قسم جب تک یہ لوگ میرے جسم سے جان نہ نکال لیں گے، مجھے چین سے نہ بیٹھنے دیں گے۔ مگر جب وہ ایسا کریں گے تو خدائے تعالیٰ ان پر ایک ایسا شخص مسلط فرمائے گا کہ جو ان کو عورت کے حیض کے چیتھڑوں سے زیادہ ذلیل و خوار کر دے گا۔

ابن الاثیر، الکامل، ج:3، ص240

امام ابن کثیر سیرت امام حسین میں ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی اہل کوفہ نے امام حسین اور آپ کے بھائی محمد ابن حنفیہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی ابن کثیر لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ کے عہد میں بھی اہل کوفہ نے امام حسین سے اور بعد ازاں محمد بن حنفیہ سے کوفہ جانے کی درخواست کی تو حضرت امام حسین نے محمد بن حنفیہ سے کہا یہ لوگ ہمارے نام سے دنیا کا اقتدار اور شہرت حاصل کرنے کے لیے ہمارا اور ہمارے لوگوں کا خون بہانا چاہتے ہیں۔

ابن کثیر، سیرت امام حسین، ص:62

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام حسین کو اگر اقتدار کا لالچ ہوتا تو عہد امیر معاویہ میں لازماً اہل کوفہ کی درخواست پر خروج کرتے مگر حقیقت یہ تھی کہ یزید کے تخت نشین ہونے سے اسلام کے تحفظ اور ناموس کو خطرہ لاحق ہوا تو آپ نے اپنی جان پر واہ کیے بغیر آواز حق کو بلند کرنے میں کسی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھا۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر نے امیر مکہ طرف سے ایک خط جس میں حضرت امام حسین کے لیے امان و مروت اور صلہ رحمی کی ضمانت کے بارے میں لکھ کر مہر ثبت کی گئی تھی لے کر امام حسین کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ عمرو بن سعید کا بھائی یحییٰ بطور ضامن تھا امام حسین کو جب یہ خط پڑھ کر سنایا تو آپ نے واپس آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ نے مجھے ایک کام سر انجام دینے کا حکم فرمایا ہے، جس پر عمل پیرا ہوں۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا خواب ہے تو آپ نے فرمایا: یہ بات میں کسی کو نہ بتاؤں گا تا آنکہ میں اپنے رب عز و جل سے جا ملوں گا۔

طبری، تاریخ طبری، ج:3، ص:78

امام حسین کا یزید کے خلاف خروج کرنا اس کے فسق و فجور کے باعث تھا۔ ابن خلدون لکھتا ہے

اس سلسلے میں صحابہ کرام نہ امام حسین کی موافقت کا اظہار کیا اور نہ انہیں خطاکار اور گناہگار کیونکہ امام حسین نہ صرف مجتہد بلکہ مجتہدوں کے امام نمونہ تھے۔

ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، حصہ دوم، ص:30

آپ نے حر کے لشکر کے سامنے خطبہ دیا جس سے ثابت ہوتا ہے یزید کس قدر فسق وضلالت کی پستیوں میں ڈوبا ہوا تھا چنانچہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ:

امام حسین نے ان کے سامنے ایک تقریر کی اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ اے لوگو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایسے ظالم سلطان کو دیکھے جس نے اللہ کے حرام کیے ہوئے کاموں کو حلال کر دیا ہے اور اللہ کے عہد کو توڑ دیا ہے، سنت رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے، اللہ کے بندوں میں برائی اور ظلم سے حکومت کی ہے پھر اس نے اپنی طاقت کی حد تک فعل سے اور قول سے اس کو نہیں بدلا تو اللہ کو حق حاصل ہے کہ اس کو اس کے مدخل میں داخل کر دے ۔خبر دار! اب ان لوگوں نے شیطان کی طاعت کو لازم پکڑا ہے، اور رحمن کی طاقت کو ترک کر دیا ہے اور فساد کو ظاہر کر دیا ہے اور حدود شرعی کو معطل کر دیا ہے، وہ محاصل کو اپنے ہی لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ کی حرام کردہ باتوں کو حلال اور حلال کو حرام کرتے ہیں میں بہ نسبت کسی اور شخص کے زیادہ حقدار ہوں، میرے پاس تمہارے خطوط اور قاصد تمہاری بیعت کی اطلاع دینے کے لیے آچکے ہیں اور تم نے یہ اقرار کیا ہے کہ تم مجھے چھوڑ کر الگ نہ ہو جاؤ گے۔ اگر تم میری بیعت پر قائم رہے تو ہدایت پاؤ گے۔

ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج،3، ص:172،171

امام حسینؓ کا یزید کے خلاف آواز بلند کرنا یہ واضح کرتا ہے کہ نیکی کی تبلیغ کرنا اور برائی سے روکنا ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ جنگ بدر اور جنگ کربلا میں یہ بھی ایک قدر مشترک ہے کہ تعداد کی کمی حق کے راستے میں حائل نہ ہوئی۔ حضرت امام حسینؓ کا یزید کے خلاف جہاد مذہبی تعصب یا فرقہ واریت کی بناءپر نہ تھا بلکہ اسلام کے تحفظ کے لیے تھا۔

یزید سے متعلق صحابہ کا موقف:

جمہور صحابہ کرام یزید کو فاسق اور فاجر سمجھتے تھے ابن خلدون مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ:

جب یزید فسق و فجور میں مبتلا ہوا تو صحابہ کرام نے اس کے بارے میں مختلف رائیں قائم کیں۔ کسی نے اس سے جنگ کا ارادہ کیا جیسا کہ امام حسین اور عبد اللہ بن زبیر نے اور ان کے ماننے والوں نے کیا لیکن بعض یہ سوچ کر جنگ کے ارادہ سے باز رہے کہ اس سے ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور

ناحق لوگوں کا کثرت سے خون ہو گا۔ علاوہ ازیں یزید کا مقابلہ بھی آسان نہ تھا کہ اسے نبھایا جاسکے کیونکہ اس وقت یزید بر سر اقتدار تھا اور اس کی حمایت میں بنوامیہ ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے۔

ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، حصہ دوم، ص:27

یعقوبی تاریخ الکتاب میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

یہ نکتہ چینی نہ کی جائے کہ اگر یزید فاسق تھا تو صحابہ کرام نے اس کے خلاف بغاوت نہیں کی۔ اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ اس کے افعال صحیح تھے۔ اور رہا باغیوں کے ساتھ لڑنے کا معاملہ تو صحابہ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ مسلمان امام عادل کے خلاف لڑنا بغاوت ہے اور یہاں امام عادل مفقود تھا۔

ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، حصہ دوم، ص:31

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ

یہ بھی ذہن نشین کر لیجیے کہ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جیسے صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے امام حسین کا ساتھ نہیں دیا اسی طرح آپ کی شہادت بھی اجتہاد ہی کی وجہ سے واقع ہوئی تو یہ بات ہرگز درست نہیں بلکہ امام حسین کی شہادت کی تمام تر ذمہ داری محض یزید پر اور اس کے ساتھیوں پر ہے۔

ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، حصہ دوم، ص:31

امام حسین کا خروج بغاوت نہیں

حضرت امام حسین کے خروج اور یزید کی بیعت سے انکار کو بغاوت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے علاوہ آپ کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔ کیونکہ یزید کی بیعت جبری تھی اور جن لوگوں نے بادل نخواستہ اس کے استبداد اور ظلم کے خوف کی تھی۔ جبری بیعت سے متعلق امام مالک کا مسلک ہے کہ جو بیعت بغیر رضامندی کے کی جائے وہ بیعت جائز نہیں۔ جب یزید کی بیعت منعقد نہیں ہوئی تو وہ امام متفقہ نہ رہا جس کی بنا پر اس کے خلاف خروج بغاوت کے ذمرے میں نہیں آئے گا۔

اہل مدینہ کا خروج

63ھ میں اہل مدینہ کا ایک وفد جس میں عبد اللہ بن حنظلہ شامل تھے یزید کے پاس شام آیا۔ یزید نے ان لوگوں کی بہت عزت کی اور انعام و اکرام دے کر رخصت کیا۔ جب یہ وفد واپس آیا تو اہل مدینہ عبد اللہ بن حنظلہ کے پاس یزید کا حال دریافت کرنے پہنچے وہ تو ابن جریر لکھتے ہیں:

کہنے لگے ہم ایسے نااہل کے پاس سے آتے ہیں جس کا نہ کوئی دین ہے اور نہ کوئی مذہب، شراب پیتا ہے راگ باجا سنتا ہے، واللہ اگر کوئی مہدی من اللہ ہوتا تو اس پر جہاد کرتا۔ حاضرین نے کہا: ہم نے تو سنا ہے کہ یزید نے تمہاری بہت عزت کی، خلعت اور جائزہ دیا۔ عبد اللہ بولے: ہاں اس نے

ایسا کیا ہی کیا ہے لیکن ہم نے اس وجہ سے اس کو قبول کر لیا کہ اس کے مقابلے کی ہم میں قوت آجائے، اہل مدینہ یہ سن کر یزید سے اور زیادہ متنفر ہو گئے۔

ابن کثیر، البدایۃ والنہایہ، ج:7، ص:548

بعد ازاں عبد اللہ بن حنظلہ نے یزید کی معزولی کی درخواست پیش کی۔ لوگوں نے بہ کمال خوشی و رغبت منظور کیا اور یزید کے خلاف خروج کرتے ہوئے عثمان بن محمد، مروان بن الحکم اور کل بنی امیہ کو مدینہ منورہ سے باہر نکال دیا۔

یزید کی مدینہ پر لشکر کشی

اہل مدینہ نے یزید کے فسق اور فجور اور اہل بیعت اطہار پر ظلم و ستم کی وجہ سے اس کے بیعت کرنے سے انکار کر دیا ۔یزید نے جب دیکھا کے اہل مکہ پہلے ہی اس کے مخالف ہیں اور اب اہل مدینہ بھی اس کے فسق کی وجہ سے بیعت سے انکاری ہیں۔ اس نے مدینہ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا اور بہت سی فوج شام سے مدینہ بھیجی تا کہ مدینہ والوں کو اپنی بیعت پر مجبور کیا جائے۔

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ

> جب یزید کو اہل مدینہ کے خروج کی اطلاع ملی تو اس نے مدینہ منورہ پر فوج کشی کا حکم دیا۔ چنانچہ مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کو پیغام بھیجا کہ میں تمہاری خون ریزی کو پسند نہیں کرتا اس وجہ سے میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں، جب میعاد گزر گئی تو مسلم نے کہلا بھیجا کہ تم جنگ کروگے یا صلح؟ اہل مدینہ نے کہا کہ ہم جنگ کریں گے۔ مسلم بن عقبہ نے حرہ کی طرف سے مدینہ پر حملہ کیا۔

ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج:2، ص:549

واقعہ حرہ

اہل مدینہ نے جب امام حسین کی شہادت کے بعد یزید کی بیعت سے انکار کیا تو یزید نے فوج بھیجی جس نے حرہ کے مقام سے اہل مدینہ کا گھیراؤ کیا۔ ابن اثیر لکھتے ہیں:

> حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے اموی حکام کو صوبہ سے باہر نکال دیا اور حضرت عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کر لی۔ یزید نے مسلم بن عقیل کی سرکردگی میں شامیوں کی ایک فوج مدینہ روانہ کی۔ اہل مدینہ نے یزید کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا تو ولید بن عقبہ نے شہر پر حملہ کر دیا۔ اہلمدینہ نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شامی فوج غالب رہی اس واقعہ میں کثیر تعداد میں اصحاب رسول شہید ہوئی۔ چونکہ شامی فوج نے حرہ کی جانب سے اہل مدینہ کو گھیر کر حملہ کیا تھا اس لیے اسے واقعہ حرہ کہتے ہیں۔

ابن الاثیر، الکامل، ج:3، ص455

اہل مدینہ پر لشکر کشی اور قتل وغارت کے بعد جب مدینہ پر قبضہ کر لیا تو لوگوں مسلم بن عقبہ نے حکم دیا کے اہل مدینہ کو پکڑ کر لایا جائے اور ان سے بیعت لی جائے، ابن خلدون لکھتے ہیں۔

> مسلم بن عقبہ قتل وغارت کرتا ہوا مدینہ منورہ میں داخل ہوا تین روز تک قتل عام کا بازار گرم رکھا ،شامی لشکر نے لوگوں کا مسال و اسباب لوٹ لیا۔ چوتھے روز جب مسلم بن عقبہ قتل وغارت سے تھک گیا تو اس نے بیعت کی غرض سے اہل مدینہ کے پیش کیے جانے کا حکم دیا۔ لشکر کے سپاہی چاروں طرف پھیل گئے، جو جہاں ملتا تھا اس کو پکڑ کر لاتے تھے اگر وہ بیعت سے انکار کرتا تھا تو فوراً قتل کر دیا جاتا تھا۔

ابن خلدون، ج:2، ص:550

ابن سعد اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> مروان مسلم بن عقبہ کے لشکر کے ساتھ معین و مددگار بن کر روانہ ہوا اور اہل مدینہ پر فتح حاصل کی لوگ قتل کیے گئے، مدینہ منورہ کو تین مرتبہ لوٹا گیا۔ مسلم بن عقبہ نے یہ واقعہ یزید کو لکھا ۔ جس پر خوش ہو کر بعد ازاں یزید نے اس کو اپنا مقرب بنایا اور نزدیکانِ صحبت میں سے کیا۔

ابن سعد، طبقات ابن سعد، ج:5، ص:86

ان واقعات سے یہ بات بڑی حد تک واضح ہو گئی ہے کہ امام حسین کا یزید کے خلاف خروج نہ صرف درست تھا بلکہ اس دور کا تقاضا تھا اگر اس وقت امام حسین کے اجتہاد پر عمل کرتے ہوئے یزید کو خلافت سے برخاست کر دیا جاتا تو اسلام کے دور میں اس سیاہ ترین باب کا اضافہ نہ ہوتا۔

اہل مکہ کا خروج

یزیدی فوج مدینہ سے قتل وغارت کرنے کے بعد مکہ کا رخ کیا یزیدی فوج نے اہل مکہ اور کعبۃ اللہ پر ایسے چڑائی کی کے تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ کعبۃ اللہ کا طواف متروک ہو گیا مسجد نبوی کی طرح مسجد حرام میں بھی نماز اور اذان کئی دنوں تک نہ ہوئی۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

> اس واقعہ سے فارغ ہو کر مسلم بن عقبہ اپنے لشکر کو مرتب کر کے بقصد جنگ عبد اللہ بن زبیر مکہ معظمہ کی طرف روانہ کیا۔ مقام ابوا پر پہنچ کر بیمار ہو گیا۔ جب اس کو اپنی زیست کی امید نہ رہی تو وہ حصین بن نمیر کو طلب کر ک لشکر شام پر اپنا قائم مقام مقرر کر کے مر گیا۔ حصین بن نمیر 64ھ کو مکہ معظمہ پہنچ گیا۔ اہل مکہ سے یزید کی بیعت طلب کیا، ان لوگوں نے اس سے انکار کیا اور طرفین کے درمیان لڑائی شروع ہوئی۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج:7، ص:551

کعبہ پر سنگباری

اس کے بعد حصین بن نمیر نے کوہ ابو قبیس و قعیقعان پر منجنیقیں نصب کرادیں جو شب و روز خانہ کعبہ پر سنگباری کرتی تھیں کوئی شخص طواف نہ کر سکتا تھا، بقیہ ماہ محرم اور پورا مہینہ صفر کا اسی حالت سے گزر گیا۔

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:

> شامیوں نے کعبہ پر آگ برسائی، چھت اور پردے جل کر راکھ ہوگئے۔ حتی کہ یزید مر گیا تو عبد اللہ بن زبیر نے پکار کر کہا: اے کم بختو اے عدو اللہ! اب تم کیوں لڑ رہے ہو تمہارا گمراہ سردار مر گیا۔

ابن خلدون، ج:2، ص:551

اسلامی سلطنت کی تقسیم

ابن کثیر لکھتے ہیں

> یزید بن معاویہ کے مرتے ہی بلا جھد اہل حجاز، یمن، عراق اور خراسان نے عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کرلی، صرف شام و بصرہ والے ان کی بیعت سے علیحدہ رہے کیونکہ ان لوگوں نے معاویہ ابن یزید کی بیعت کی تھی۔ لیکن جب اس کا ابھی انتقال ہو گیا تو لوگوں میں انتخاب خلیفہ کی بابت اختلاف پڑ گیا۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج:7، ص:553

بنو قیس کے خروج کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون لکھتے ہیں

> 64ھ میں کل بنو امیہ، کلب، غسان، سکاسک اور طے نے مروان کے ہاتھ بیعت کرلی۔ بیعت لینے کے بعد مروان نے مرج راہط کا رخ کیا۔ مرج راہط میں ضحاک کے ساتھ مختلف قبائل کی شمولیت سے 60 ہزار لوگ جمع ہوگئے۔ مروان کی فوج کی تعداد تیرہ ہزار تھی لیکن مروان نے حیلہ سازی سے اس ضحاک کو شکست دی۔ بنو قیس کے نامی گرامی سردار مارے گئے۔ معرکہ میں ضحاک بھی قتل ہوا۔ مروان اس کامیابی کے بعد دمشق داخل ہوا بقیہ لشکر سے بیعت لینے کے بعد خالد بن یزید کی ماں سے نکاح کرلیا۔ اس طرح دمشق، شام اور مصر پر مروان کا قبضہ ہو گیا۔

ابن خلدون، ج:2، ص:555،554

خوارج کی بغاوت

65ھ میں مروان کی وفات کے بعد اس کے بیٹے عبد الملک کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی اور یہ تخت نشین ہوا۔ اس کو لوگ ابو الملوک کہتے تھے۔ کیونکہ اس کے بعد اس کے چار لڑکے تخت نشین ہوئے۔ مسعودی نے لکھا

اس سنہ میں کوفہ سے خوارج نے علم بغاوت بلند کیا، ان کا سردار نافع بن ارزق تھا۔ اور اہل بصرہ کے خلاف پر حملہ آور ہوا۔ اہل بصرہ سے مہلب نے بارہ ہزار جنگ آوروں کو منتخب کر کے خوارج کا تعاقب کیا۔

مسعودی، مروج الذہب، ج:2، ص:560،561

مختار ثقفی کا خروج

سلیمان بن صرد کے ہاتھ اہل کوفہ نے خونِ حسین کے معاوضہ پر بیعت کی تو مختار بن ابو عبید بھی لوگوں کو اس کام کے لیے ابھارنے لگا اس وقت کوفہ میں عبد اللہ بن زبیر کی طرف سے عبد اللہ بن یزید انصاری گورنر تھے۔ انہوں نے مختار کو قید میں ڈال دیا۔ 65 ھ میں سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر سولہ ہزار آدمیوں نے قاتلین حسین سے لڑنے پر بیعت کی یہ لشکر عبید اللہ بن زیاد سے لڑنے کے لیے نخیلہ سے نکلا۔ لیکن سلیمان کے لشکر کو شکست ہوئی اور یہ جنگ میں کام آیا۔

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ

> سلیمان بن صرد کے قتل ہونے کے بعد اس کے ہمراہی کوفہ آئے اور مختار کو پیغام بھیجا کہ اگر تم کہو تو ہم لوگ تمہیں قید خانے سے نکال لے جائیں۔ لیکن اس نے واقعہ سے پہلے عبد اللہ بن عمر کی خدمت میں پیام بھیجا تھا کہ وہ ظلماً قید کیا گیا ہے لہذا آپ میری سفارش عبد اللہ بن یزید سے کر دیں۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمرو کی سفارش پر اس شرط پر مختار کو رہا کیا کہ وہ آئندہ بغاوت نہ کرے گا اور نہ ان لوگوں کے خلاف خروج کرے گا۔ اگر ان شرائط کی پابندی نہ کرے تو ایک ہزار قربانی خانہ کعبہ میں اس کو کرنا ہوگی۔

ابن خلدون، ج:2، ص:563،564

66 ھ میں حضرت عبد اللہ ن زبیر نے عبد اللہ بن یزید کو معزول کر کے عبد اللہ بن مطیع کو کوفہ میں گورنری کی سند عطا کی۔ اسی دوران مختار نے لوگوں خروج کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی اور اس امر پر ابراہیم بن اشتر نے بھی اس کی بیعت کی چنانچہ مختار کے پاس چار ہزار آدمی جمع ہو گئے تو اس نے ے عبد اللہ بن مطیع کے خلاف خروج کیا۔ اور قصر امارت پر قبضہ کر لیا۔ اور بعد ازاں قاتلین حسین کو چن چن کر قتل کیا۔

صاحب عقد الفرید نے لکھا ہے:

> مختار جس وقت قاتلین حسین اور شرفاء عرب کو نیست و نابود کر چکا تو اس نے دیگر صلحاء امت کے استیصال کی فکر کی۔ لوگوں پر اس کا قصد اور خبثِ نفس ظاہر ہو گیا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا کہتا تھا کہ میرے پاس جبرائیل امین وحی لے کر آتے ہیں۔ اہل کوفہ نے مجبور ہو کر عبد اللہ بن بیر کو لکھا انہوں نے اس کی سرکوبی کو ایک لشکر بسر افسری معصب روانہ کیا، ابراہیم ابن اشتر اور سردارانِ کوفہ نے اس کو گرفتار کر کے معصب کے سپر کر دیا۔ معصب نے اس کو قتل کر ڈالا۔

اندلسی، احمد بن محمد بن عبد ربہ، عقد الفرید، مطبوعہ مصر،1404ھ، ج:2، ص:319

حجاج کے خلاف خروج

حجاج بن یوسف نے اپنے زمانہ میں لشکریوں کے عطیات سے وہ وہ سو سو درہم کم کر دیے جو معصب کے زمانے میں اضافہ کیے گئے تھے۔ اس پر عبد اللہ بن جارود ہمراہیوں نے یک زبان ہو کر اس سے کہا: اس شخص (حجاج) نے عطیات کی ترقی کے ضبط کرنے کا قصد کر لیا ہے ہم تمہارے ہاتھ پر عراق سے اس کے نکالنے کی بیعت کرتے ہیں۔

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ

> 76ھ میں انہوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ عبد اللہ بن جارود سوار ہوا۔ بنو قیس اپنی رایات لے کر آگے بڑھے۔ حجاج کے پاس سوائے اس کے خاص خاص مصاحبوں اور اس کے خاندان والوں کے اور کوئی نہ رہ گیا۔ عبد اللہ بن جارود نے حملہ کا حکم دے دیا۔ لوگ نرغہ کر کے حجاج کے خیمہ تک پہنچ گئے جو کچھ مال و اسباب پایا لوٹ کر واپس ہوئے۔ لوگوں کی یہ رائے تھی کہ حجاج کو نکال دیں قتل نہ کریں۔ عضبان بن قبعثری نے ابن جارود سے کہا: دیکھو بغیر قتل کیے حجاج کے واپس نہ چلو رونہ صبح کو تمہاری خیر نہیں ہے۔ لیکن عبد اللہ بن جارود نے کل تک موخر کر دیا

اندلسی، احمد بن محمد بن عبد ربہ، عقد الفرید، مطبوعہ مصر،1404ھ، ج:2، ص:594

> صبح ہوئی تو حجاج کے پاس چھ ہزار کی جمعیت موجود تھی۔ عبد اللہ بن جارود نے اہل عراق کا بدلا ہوا رنگ دیکھا تو عبد اللہ بن زیاد سے کہا کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: کل تم نے اسے (حجاج) کو چھوڑ دیا اب آج سوائے صبر کے اس کا علاج کچھ علاج نہیں۔ لڑائی ہوئی اور ابن جارود مارا گیا اور اس کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔

ابن خلدون، ج:2، ص:595

صالح بن شرح تمیمی خروج

ابن اثیر الکامل میں لکھتے ہیں کہ

> 76ھ میں خوارج نے حجاج پر چڑھائی کی اور 80 ھ تک اس کو اپنی لڑائیوں میں مصروف رکھا۔ سب سے پہلے جس نے خوارج میں سے خروج کیا وہ صالح بن شرح تمیمی تھا۔ جب یہ مارا گیا تو خوارج نے شبیب کو اپنا سردار بنایا۔

ابن اثیر، ج:4، ص:597

عبد اللہ بن علی کا خروج

ابن مسعودی لکھتا ہے

عبد اللہ بن علی نے منصور کی مخالفت کی اور اپنے شامی ساتھیوں اور دیگر لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی، انہوں نے اس کی بیعت کر لی اور اس نے خیال کیا کہ سفاح نے اپنے بعد خلافت ،مروان کے قاتل کو دی ہے، جب منصور کو عبد اللہ کی اس حرکت کا علم ہوا تو اس نے ابو مسلم کو اس کی طرف بھیجا اور دیر اعور کے مقام پر ان کی بہت سے جنگی ہوئیں اور بالآخر عبد اللہ بن علی اپنے ساتھیوں سے شکست کھا گیا اور اپنے خواص کی ایک جماعت کے ساتھ بصرہ کی طرف چلا گیا۔

مسعودی، مروج الذہب ومعاون الجواہر، ج:3، ص:351

اہل خراسان کا خروج

ابو مسلم نے اگرچہ عبد اللہ بن علی کو شکست دی تھی لیکن وہ منصور سے ناخوش تھا اس نے منصور کی مخالفت کا پختہ ارادہ کر رکھا تھا لیکن منصور نے حیلہ سے اس کو اپنے پاس بلا کر قتل کر دیا۔ جب ابو مسلم کے قتل کی اطلاع خراسان اور جبال پہنچی تو الخرمیہ مظرب ہو گئے۔ انہوں نے خراسان میں ایک عظیم اجتماع کیا۔ مسعودی لکھتے ہیں

> ابو مسلم کے خون کا بدلہ لینے کے لیے بسنفاد نیشاپوری ایک عظیم فوج کے ساتھ خراسان سے رے میں آیا اس نے ری، قومس اور اس کے آس پاس کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ جبال اور طبرستان کے لوگوں کی شمولیت سے اس کی فوج میں بہت اضافہ ہو گیا جب ان کے آنے کی خبر منصور کو پہنچی تو اس نے جہور بن مراد عجلی کو دس ہزار کے ساتھ بھیجا۔ بسنفاد قتل ہو گیا۔ اس کے ساتھی بھاگ گئے ان میں سے ساٹھ ہزار قتل ہو گئے اور بہت سے لوگ اور بچے قید ہو گئے اس کے خروج اور قتل کے درمیان ستر راتوں کا عرصہ تھا۔

مسعودی، مروج الذہب ومعاون الجواہر، ج:3، ص:356

شوذب کا خروج

عہد حکومت عمر بن عبد العزیز سرصدی پر شوذب خارجی نے دو سو آدمیوں کی جمعیت سے سرزمین خوخی میں خروج کیا تھا۔ یہ قبیلہ بنو یشکر سے تھا اور اس کا نام بسطام تھا۔ عمر بن عبد العزیز نے اپنے گورنر کے نام اس مضمون کا فرمان بھیج دیا تھا کہ

> جب تک خوارج قتل وخون ریزی اور فتنہ وفساد نہ کریں اس وقت تک ان سے متعرض نہ ہونا اور جو وہ ان افعال کے مرتکب ہوں تو کسی تند خو جوان مرد اور مستقل مزاج شخص کو ان کی سرکوبی پر مامور کرنا

ابن خلدون، ج:2، ص:794

ابن اثیر لکھتے ہیں

> 100ھ میں شوذب نے جس کا اصلی نام بسطام تھا 80 آدمیوں کے ساتھ مقام جوخی میں علم بغاوت بلند کیا۔ شوذب بنی یشکر کے خاندان سے تھا جو مقام جوخی میں آباد تھا۔ ان واقعات کی اطلاع جب

حضرت عمر بن عبد العزیز کی ملی تو انہوں نے عبد الحمید حاکم کوفہ کو لکھا کہ جب تک وہ خود شورش نہ کریں اس وقت تک تم کسی قسم کی پیشقدمی نہ کرو لیکن جب وہ ایسا کرنا شروع کریں تو تم ایک تجربہ کار شخص کی سیادت میں ایک فوجی دستہ روانہ کر دو۔

ابن اثیر، کامل ابن اثیر، ج:4، ص:262

شیعان بنی ہاشم کا خروج

ابن اثیر لکھتے ہیں:

127ھ میں مروان بن محمد بن مروان تخت خلافت پر متمکن ہوا، مروان بہادر، مستقل مزاج، جفاکش اور تجربہ کار تھا لیکن اس کا عہد حوادث و اضطراب سے لبریز تھا، مرکزِ حکومت شام میں مختلف گروہ بندیاں تھیں۔ اسی اثنا میں شیعان بنی ہاشم نے بھی خروج کیا اور اپنے ساتھ یمن اور ربیعہ قبائل کو ملالیا، ساتھ ہی خوارج بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ عرضیکہ حکومت امویہ کے مختلف صوبوں میں شورشیں برپا تھیں۔

ابن الاثیر، الکامل، ج:5، ص:119

ابو مسلم خراسانی کا خروج

ابن اثیر لکھتے ہیں:

مصر، یمن اور ربیعہ میں خانہ جنگی جاری تھی کہ ابو مسلم خراسانی سیاست میں داخل ہوا اور حالات کا نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا۔ اور بالآخر اس نے سارے عراق پر کنٹرول حاصل کر لیا۔

ابن الاثیر، الکامل، ج:5، ص:119

بنو امیہ کے خلاف خروج کے اسباب

اگر ہم تاریخ پر نگاہ دوڑائیں تو بنو امیہ کے خلاف خروج کی سب سے اہم اور بنیادی وجہ حضرت امام حسین کی شہادت تھی۔ جس کی وجہ سے عام مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے تھے۔ اس واقعہ کی وجہ سے شیعوں میں مرکزیت پیدا ہو گئی تھی اور آل علی کے حق میں دعوت کو بہت تقویت پہنچی تھی۔ اس سانحہ کے بعد امویوں اور علویوں مین بغض و عدوات کی ایک وسیع خلیج حائل ہو گئی تھی اور علویوں نے بلاد اسلامیہ میں امویوں کے خلاف شورشیں برپا کی تھیں۔

مسعودی نے بنو امیہ کے زوال کا مرقع ان الفاظ میں کھینچا ہے

امویوں کی حکومت کے زوال اور عباسیوں کی حکومت کے قیام کے بعد، بنی امیہ کے معمر بزرگوں اور ان کی تاریخ و سیر سے باخبر بوڑھوں سے پوچھا گیا کہ آپ کے خاندان کی سلطنت کے زوال کے کیا اسباب تھے؟ انہوں نے جواب دیا، ہم عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے اور جن امور کی نگرانی اور تحفظ ہمارا فرض تھا ان کی طرف سے غافل رہے۔ رعایا پر ہم نے اتنے ظلم و ستم کیے کہ وہ

ہمارے عدل و انصاف سے مایوس ہو گئی اور ہم سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگی ہم نے اتنا زیادہ خراج عائد کر دیا کہ اس کی زیادتی کی وجہ سے لوگوں نے کاشت کرنی چھوڑ دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خراج کی آمدنی کم ہو گئی اور ہمارے خزانے خالی ہو گئے۔ ہم نے اپنے وزرا پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کیا اور انہوں نے اپنے مفاد کو ہمارے مفاد پر مقدم رکھا اور ہمارے نام سے اجتماعی مفاد کے خلاف امور سلطنت انجام دیے۔ ان وزرا نے اصلی حالات ہم سے چھپائے فوجوں کی تنخواہوں میں سہل انگاری برتی ۔ اس کا رد عمل یہ ہوا کہ فوجوں نے ہماری اطاعت چھوڑ دی۔ ہمارے دشمنوں نے ان سے ساز باز کی اور لڑائیوں میں ہماری فوج نے ہمارے دشمنوں کی مدد کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب ہمارے دشمنوں نے ہم پر خروج کیا تو اپنی فوجوں کی کمی کی وجہ سے ہم ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔

مسعودی، مروج الذہب و معاون الجواہر، ج:1، ص:194

حسن ابراہیم حسن لکھتے ہیں کہ

اہل فارس ، بنی امیہ کے اقتدار سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے بے قرار تھے ۔ بنی امیہ نے علویوں کی شورشیں فرو کرنے کے لیے بڑی بے دردی سے کام لیا تھا جس کی وجہ سے اہل فارس کے دلوں میں علویوں سے ایک ہمدردی سی پیدا ہو گئی تھی۔ اہل فارس نے بنی امیہ کے خلاف بے شمار شورشیں برپا کیں جس میں اہم طور پر حارث بن سریح کی شورش ہے جس کے جھنڈے تلے بلاد خراسان اور بلاد ماوراالنہر کے عجمی باشندے جوق در جوق جمع ہو گئے تھے اور اموی قلم رو میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا تھا۔ حارث بن سریح کیموت کے بعد بھی بغاوت کے یہ شعلے برابر بڑھکتے رہے اور اس کی موت کو ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ ابو مسلم خراسانی نے بڑی شدت سے اس شورش کو بھڑکایا اور آخر کار بنی امیہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

حسن براہیم حسن، ڈاکٹر، مسلمانوں کی سیاسی تاریخ، لاہور، مجلس ترقی ادب، 2010ء، ج:2، ص:39-41

بنو امیہ کا جبر اور اس کی وجوہ

بنو امیہ کے حکمرانوں میں سے اگر چہ بعد نے رعایا پر سخت رویہ کا اظہار کیا اور عبد الملک نے حجاج بن یوسف جیسے ظالم شخص کو عراق پر مقرر کیا جس نے ہزارہا انسانوں کو خاک و خون میں تڑپایا لیکن اگر اس کے پس منظر میں دیکھا جائے تو عراق میں اس کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا ان میں بہت سے ایسے تھے جو اپنی اغراض کی تکمیل کے لیے اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ ہونے کی پرواہ سے بے نیاز تھے۔ بادشاہوں کے تخت و تاج سے کھیلنا ان کا مفید مشغلہ رہا چنانچہ عبد الملک بن مروان کہا کرتا تھا۔

"ہر زمانہ کے حکام کا رویہ اس زمانہ کی رعایا کے طرز عمل کے مطابق ہوتا ہے۔ مجھے جن لوگوں سے واسطہ پڑا ہے اگر حضرت عمر کو ان سے واسطہ پڑتا تو وہ بھی یہی طرز عمل اختیار فرماتے۔"

میر ٹھی، زین العابدین سجاد، مفتی، تاریخ ملت اسلامیہ ،لاہور، ادارہ اسلامیات، 1991ھ، ج:1، ص:565

زین العابدین سجاد لکھتے ہیں کہ

عراق کا ملک ہمیشہ شورش و ہنگامہ کی آماجگاہ رہا ہے۔ کسی انقلابی تحریک کے لیے اس سے موزوں ترک کوئی اور علاقہ نہ تھا۔

میر ٹھی، زین العابدین سجاد، مفتی، تاریخ ملت اسلامیہ ،لاہور، ادارہ اسلامیات، 1991ھ، ج:1، ص:543

حجاج بن یوسف جب کوفہ پہنچا تو اس نے اہل کوفہ سے خطاب کیا جس کے اندر اس بات کی طرف صریح اشارہ تھا کہ عراق کی سر زمین شورش اور ہنگاموں کا مرکز رہی۔ چنانچہ اس نے اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا:

امیر المومنین عبد الملک نے اپنے ترکش کا سب سے زیادہ سخت اور کڑوا تیر تمہاری طرف پھینکا ہے تم نے فساد کو اپنا مسلک اور گمراہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہے یاد رکھو میں تمہارے سب کس بل نکال دوں گا۔

میر ٹھی، زین العابدین سجاد، مفتی، تاریخ ملت اسلامیہ ،لاہور، ادارہ اسلامیات، 1991ھ، ج:1، ص:556

اس سے پتہ چلا کہ بنو امیہ کی اہل عراق پر سختی اور جبر درحقیقت ان کے خروج اور انتشار کے باعث تھی۔ بنو امیہ کے دور میں اکثر شورشوں کا آغاز عراق سے ہوتا چنانچہ پہلے وہاں پر ابن زیاد کو مقرر کیا پھر حجاج بن یوسف کو ان لوگوں پر مقرر کیا تاکہ ان پر سختی کی جائے اور امن عامہ کو بحال رکھا جائے۔

حکومت بنو امیہ کا خاتمہ

ربیع الاول 132ھ میں ابو العباس سفاح نے عبد اللہ بن علی کو ایک لشکر دے کر مروان بن محمد کے استیصال کے لیے روانہ کیا۔ فریقین کے درمیان جنگ ہوئی جس میں اموی فوج کو شکست ہوئی، مروان بھاگ کر موصل آیا بالآخر قریہ بوصیر میں مارا گیا۔ مروان کے قتل سے حکومت بنی امیہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔

المسعودی، مروج الذہب، ج:3، ص:249

فصل سوم:

عہد بنو عباس میں خروج کا جائزہ

بنو عباس حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد ان کے صاحبزادے امام زین العابدین سیاست سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ چنانچہ اہل بیت کے حامیوں کی امامت اور راہنمائی محمد بن حنفیہ کی طرف منتقل ہو گئی، جو حضرت علی کے غیر فاطمی بیٹے تھے۔ جب محمد بن حنفیہ کا انتقال ہوا تو امامت ان کے بیٹے ابو ہاشم عبد اللہ کے پاس آئی جنہوں نے اپنی وفات سے قبل یہ منصب حضرت عبد اللہ بن عباس کے پوتے محمد بن علی کو سنپ دیا۔ یوں خلافت و امامت کا استحقاق حضرت علی کی اولاد سے حضرت عباس کی اولاد میں منتقل ہو گیا۔ محمد بن علی کے بعد امامت ان کے بیٹے ابراہیم کو اور ان کے بعد ان کے چھوٹے بھائی ابو العباس عبد اللہ کو منتقل ہوئی جو خلفائے عباس کے پہلے خلیفہ تھے۔ اس خاندان نے تقریباً 500 سال حکومت کی اور اس میں 37 خلفاء ہوئے۔

ابو مسلم خراسانی کی کامیاب تحریک کے بعد جب عباسی حکومت قائم ہوئی تو ابو العباس 132ھ میں پہلا خلیفہ بنا۔ اس نے اپنی خلافت کے استحکام کے کی خاطر بڑی خونریزی کی اور بنو امیہ پر اس کی سختیاں انتہا کو پہنچ گئیں۔ اس خونریزی کی وجہ سے اس کا لقب "سفاح" پڑ گیا جس کے معنی ہیں خونریز۔

ابو العباس کے خلاف خروج

ابو العباس کے بے پناہ جبر و تشدد کے باعث بنو امیہ کے حامی امراء نے دمشق، حمص اور قنسرین کے مقامات پر بغاوت کر دی اور اکثر صوبائی گورنروں خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس طرح آرمینیا، موصل اور سندھ کے حاکموں نے اطاعت سے انکار کر دیا۔ ان کے علاوہ حامیان اہل بیت نے بھی چند ایک مقامات پر شورشیں برپا کیں۔

نفس زکیہ کا خروج

145ھ میں محمد بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالت کا مدینہ میں ظہور ہوا اور بہت سے شہروں میں اس کی بیعت ہوئی اس کے زہد و عبادت کی وجہ سے اسے نفس زکیہ کہتے تھے۔ مسعودی لکھتے ہیں کہ

> جب محمد بن عبد اللہ نے مدینہ میں ظہور کیا تو منصور نے اسحاق بن مسلم عقیلی کو بلایا جو بڑا تجربہ کار اور عقل مند تھا منصور نے اسے کہا، اس باغی کے متعلق مجھے کچھ بتاؤ اس نے کہا: مجھے اس کی تعریف بتاؤ۔ منصور نے کہا: یہ آدمی حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہے اور صاحب علم، زاہد اور متقی ہے اس نے کہا: اس کے پیروکار کون ہیں، منصور نے کہا: علی، جعفر، عقیل، عمرو بن خطاب، زبیر بن عوام اور دیگر قریش اور انصار کی اولاد، اس نے کہا مجھے اس شہر کی تعریف بتاؤ جس میں اس کا ظہور ہوا ہے۔ منصور نے کہا وہ ایک ایسا شہر ہے جہاں نہ کھیتی ہے نہ

دودھ اور نہ ہی وہاں وسیع تجارت ہے ۔اس نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا امیر المومنین بصرہ کو آدمیوں سے بھر دو۔

منصور اس کے جواب سے مطمئن نہ ہوا اور اس کو واپس بھیج دیا ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ یہ اطلاع آئی ،ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا ہے منصور نے عقیلی کو بلایا اور بوچھا کہ بصرہ کے متعلق تمہیں علم ہے ؟اس نے کہا نہیں ۔منصور نے کہا لیکن تم نے مجھے ایک آدمی کے خروج کا متعلق بتایا ہے اس نے کہا جب اس جیسا آدمی خروج کرتا ہے تو کوئی شخص پیچھے نہیں رہتا۔منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کو چار ہزار سواروں اور دو ہزار پیادوں کا لشکر دے کر مدینہ میں محمد کے ساتھ لڑنے بھیجا حتی کہ وہ 45سال کی عمر میں قتل ہوئے۔

مسعودی،مروج الذہب ومعاون الجواہر،ج:3،ص:356،57

حسان بن مخالد کا خروج

148ھ میں عہد حکومت منصور میں حسان بن مخالد بن مالک اجدع ہمدانی نے اطراف موصل میں خروج کیا۔موصل میں صفرہ بن نجدہ تھا۔وہ حسان کے مقابلہ پر آیا تو حسان نے اس کو دجلہ کی طرف پسپا کر دیا۔بازار میں آگ لگا دی،دکانداروں کو لوٹ لیا۔منصور کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اہل موصل کی سرکوبی کے لیے ایک عظیم لشکر روانہ کرنے کا قصد کیا۔کیونکہ ان لوگوں نے اس سے بیشتر اقرار کر لیا تھا کہ اگر وہ لوگ کبھی بغاوت کریں یا خلافت عباسیہ کے خلاف خروج کریں تو ان کا ملک و مال و اسباب لوٹ لیا جائے اور خون مباح کر دیا جائے۔فتویٰ لینے کی غرض سے علمائے وقت امام ابو حنیفہ ،ابن ابی لیلیٰ ،ابن شہرمہ دربارِ خلافت میں بلائے گئے۔مسئلہ پیش کیا گیا۔ابن ابی لیلیٰ اور ابن شہرمہ نے نرمی و ملاطفت اور درگزر کرنے کی رائے دی۔امام ابو حنیفہ نے ان لوگوں سے اختلاف کر کے کہا

أبا حوا ما لا يملكون كما لو أباحت إمرأة فزوجها بغير عقد شرعي

ان لوگوں نے اس چیز کو مباح کیا جس کے وہ خود مالک نہ تھے جیسا کہ کوئی عورت اپنی شرم گاہ کو کسی کے لیے بغیر عقد شرعی مباح کر دے تو اس کے لیے جائز نہیں۔

منصور یہ سن کر ہنس پڑا اور اہل موصل کی خون ریزی سے رک گیا۔

ابن خلدون،ج:2،ص:804-805

یوسف بن ابراہیم کا خروج

مہدی کے عہد حکومت میں یوسف بن ابراہیم نے خروج کیا ابن خلدون لکھتے ہیں

160ھ میں مہدی کے عہد حکومت میں یوسف بن ابراہیم نے خراسان میں خروج کیا۔ایک گروہ کثیر اس کے پاس جمع ہو گیا۔مہدی نے یزید بن مزید کو اس کی سرکوبی کی غرض سے روانہ کیا

۔ایک بڑی خون ریز جنگ کے بعد یزید نے یوسف کو مع اس کے چند ہمراہیوں کے گرفتار کر کے پابہ زنجیر مہدی کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ خلیفہ مہدی کے حکم سے پہلے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے بعد ازاں صلیب پر چڑھا دیا گیا۔

ابن خلدون، ج:2، ص:805

ولید بن ظریف کا خروج

خلیفہ رشید کے دور میں بنو تغلب سے خروج اور انتشار جس کے سد باب کے لیے خلیفہ نے ابراہیم کو بھیجا ابن خلدون لکھتے ہیں

خلیفہ رشید کے دور حکومت 178ھ میں بنو تغلب سے ولید بن ظریف خارجی نے جزیرہ میں سر اٹھایا۔ نصیبین میں ابراہیم بن حازم بن خزیمہ سے لڑائی ہوئی ابراہیم مارا گیا جس سے ولید کے حوصلے بڑھ گئے۔ جوش مردانگی میں ارمینہ کی طرف بڑھا بیس روز تک خلاط کا محاصرہ کیے رہا۔ اہل خلاط نے بیس ہزار درہم فدیہ دے کر اپنی جان بچائی۔ ولید کی سرکوبی کے لیے خلیفہ ہارون الرشید نے یزید بن مزید کو بھیجا۔ یزید نے 179ھ میں جنگ شروع کی۔ خوارج نے نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا بالآخر ولید مارا گیا۔

ابن خلدون، ج:2، ص:806

ان واقعات کے بعد خوارج کا دور دورہ عراق و شام سے جاتا رہا۔ اگر کسی نے کہیں متفرق طور سے شاذونادر سر اٹھایا تو مقامی حکام نے فوراً سر کچل دیا۔

مامون الرشید کا خروج

ہارون الرشید کی وفات کے بعد لوگوں نے عملاً امین کی بیعت کر لی۔ اقتدار پر تخت نشین ہونے کے بعد امین نے سب سے پہلے اپنے بھائی مامون کو ولی عہدی سے معزول کر دیا جس کی بنا پر مامون نے لشکر کشی کی امام سیوطی لکھتے ہیں

ہارون الرشید کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اس کے چھوٹے بیٹے صالح بن ہارون نے فوج اور لوگوں کی موجودگی میں امین سے بیعت کر لی

السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:290

طبری نے لکھا ہے:

مامون نے بھی خراسان سے اپنے بھائی امین کو خلافت کی مبارک باد کا پیغام اور بہت سے تحائف ارسال کیے۔

(طبری، تاریخ الامم، ج:6، ص:551)

ابن خلدون نے کتاب العبر میں مامون کے خروج کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے

امین الرشید نے بیعت خلافت کے بعد مامون کو ولی عہدی سے معزول کر دیا۔ جس سے فریقین میں جھڑپوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس محاذ نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ امین رشید شام فرار ہوتے ہوئے ایرانی سپاہیوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(ابن خلدون، اوزید عبد الرحمن، محمد بن محمد، کتاب العبر و دیوان، المبتداء والخبر، لبنان، بیروت، دار ابن حزم، 2003، ج:1، ص:1170

امام محمد بن جعفر علوی کا خروج

بنو عباس کے عہد خلافت میں عباسیوں اور علویوں کی کشمکش عروج پر رہی کیونکہ عباسی خلفاء کو سب سے زیادہ خطرہ علویوں سے تھا چنانچہ وہ ان پر طرح طرح کے مظالم روا رکھتے تھے جس کی وجہ سے محمد بن جعفر نے خروج کیا۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں

200ھ میں مکہ میں امام محمد بن جعفر علوی نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔118۔ اہل مکہ نے انہیں امیر المومنین کا لقب دے کر ان کی بیعت کر لی۔ مامون نے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے ایک فوج روانہ کی جس نے امام پر فتح حاصل کی۔

شبلی نعمانی، المامون، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س،ن، ص:174

بہبود کا خروج اور قتل عام

عہد بنو عباس کے اقتدار میں تیسری صدی ہجری میں ہی کمزوری کی علامات نظر آنے لگیں اس کی وجہ ہر طرف انتشار اور خروج کا ساماں تھا۔ عبد الوحید خان لکھتے ہیں۔

تیسری صدی ہجری میں ایک زنگی جس کا نام بہبود تھا رسالت کا دعویٰ کیا اگرچہ اس کے قبل بھی بہت سے لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا مگر اس شخص نے کافی قوتت پیدا کر لی تھی اور المعتمد علی اللہ کے دور میں اس کے ساتھوں نے بصرہ اور اس کے اطراف میں لوٹ مار کی اور تمام شہر میں آگ لگا دی، صرف بصرہ میں کئی لاکھ آدمی جان سے مارے گئے۔ تاریخ الخلفاء کی روایت کے مطابق اس نے کل پندرہ لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا۔

قرامطیوں کا خروج

اسی طرح قرمطوں اور باطنیوں نے تمام حکومت میں شر و فساد برپا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔

فرقہ قرمطی کا بنای ایک شخص ہمدان بن اشعث تھا اس کا لقب رمطہ تھا اس کا لقب قرمطہ تھا اس لیے اس کی جماعت قرمطی کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے خود کو مہدی بتا کر خروج کیا اور الاحساء میں میں ایک آزاد حکومت قائم کر لی ۔290ھ میں قرمطیوں نے کافی زور پکڑا۔ الرقہ میں عباسی فوج کو شکست دی۔ پھر حماۃ اور مراءۃ النعمان میں عورتوں اور

بچوں کو ہزاروں کی تعداد میں قتل کیا۔ پھر بعلبک فتح کر کے وہاں قتل عام کیا۔ پھر سلمیہ میں جانوروں تک کو قتل کر ڈلا۔ ابن ذکرویہ نے 12 محرم کو بیس ہزار حاجیوں کے ایک پورے قافلے کو منزل العقبہ میں قتل کر دیا اس قافلے میں صرف چند نفوس زندہ بچے۔

تاریخ طبری، ج:5، ص:715

بنو عباس کا زوال

بنو عباس کے زوال کی اصل وجہ وجہ ترکوں کا عروج تھا جنہوں نے معتصم کے زمانے سے اپنے اثر و رسوخ میں اضافہ کیا۔ متوکل کے بعد ترک امراء کا اقتدار اور بڑھ گیا اب وہ خلیفہ کا حکم سننے سے بھی انکار کرنے لگے۔ انہوں نے کئی خلفاء کو معزول کیا اور بعض کو قتل بھی کیا۔ اس طرح ترکوں نے مرکزی حکومت کو کمزور تو کردیا۔ اور اس صورتحال میں کئی مقامی امراء نے اپنے اپنے علاقوں میں خود مختار حکومتیں قائم کرلیں۔ جن میں قابل ذکر بنی بویہ، سامانی اور فاطمی حکومتیں ہیں۔ زوال کے دور میں قرامطہ کا فتنہ بھی رونما ہوا جنہوں نے 50 سال تک جنوبی عراق اور شام میں ظلم و ستم اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا۔

خلاصہ بحث

خلافت عباسیہ کے دور میں کئی قسم کے مذہبی اداروں، دینی ولادینی تحاریک اور طبقات نے جنم لیا اور ان سب کے پس پشت فاطمیوں، عباسیوں اور خراسانیوں کے مابین سیاسی اختلافات و مصالح تھیں۔ ان سب سے بڑی سیاسی تحریک فاطمی تحریک تھی۔ جو سانحہ کربلا کے نتیجے میں پروان چڑھی۔ جب تک ان کا بنو امیہ سے مقابلہ رہا فاطمی، عباسی اور خراسانی متحد رہے۔ اموی خلافت کے خاتمے کے بعد تینوں کو اپنے اپنے مفاد نے ابھارا، اس کشمکش میں عباسیون کو سیاسی برتری حاصل ہوئی تو فاطمیوں نے اسے اپنی حق تلفی پر محمول کرتے ہوئے ابتدا میں خلافت کے حصول کے لیے بہت جدوجہد کی۔ اموی دور میں ایرانیوں اور عباسیوں نے ان کو اپنا آلہ کار بنایا، لیکن جب بنو عباس بساط سیاست پر ان کو مات دے گئے اور خلافت عباسیہ مستحکم ہوگئی تو یہ مایوس ہوگئے۔ فاطمیوں، امویوں اور عباسیوں کے سیاسی اختلافات نے دین اسلام میں کئی دینی تحاریک اور مسلم فرقوں کو جنم دیا جو اپنے آغاز کار سے ہی کئی سیاسی و دینی مناقشات کا باعث چلے آتے رہے ہیں۔

باب سوم

عصر حاضر میں احتجاجی مظاہروں کا جائزہ

فصل اول: عصر حاضر میں احتجاجی مظاہرے (عالم اسلام کے تناظر میں)

فصل دوم: عصر حاضر میں احتجاجی مظاہرے (پاکستان کے تناظر میں)

فصل سوم: احتجاجی مظاہروں کے ریاست پر اثرات کا جائزہ

فصل اول:

عصر حاضر میں احتجاجی مظاہرے (عالم اسلام کے تناظر میں)

تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ امن و آشتی اور نظام کار کو اس وقت ہمیشہ خطرے کا سامنا رہا ہے، جب کوئی ملک انتہائی مفلوک الحالی کی چکی میں پس رہا ہو اور اس کے ساتھ اس میں جنگی جذبات بھی بدرجہ اتم موجود ہوں۔ دنیا کی تاریخ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انقلابات کے پس منظر میں دو اہم وجوہ رہی ہیں، مذہب اور غربت، انقلاب کی اصل روح اقتصادی بنیاد ہی سے پھوٹی ہے۔ تاہم ایسے انقلابات کی قیادت مذہب کے ہاتھ سنبھالیتے ہیں۔

سیاسی تبدیلیاں عالمی معیشت میں بے چینی کی واضح مثالیں ہیں۔ عرب دنیا جن میں تیونس لیبیا، مصر، فلسطین، یمن ،شام، کویت، ان سب اسلامی ممالک تبدیلیاں آئیں اس کی بنیادی وجہ معاشی مستقبل کے متعلق بے چینی ہے کیوں کہ غربت اور بے روزگاری کی شرح روز بہ روز بڑھتی ہی جارہی ہے اور اس کے نتیجے میں تیونس، لیبیا، یمن اور مصر میں تبدیلی آئی، کسی بھی ملک کے عوام کسی بھی تبدیلی کے لیے کھڑے ہو جائیں تو وہ تبدیلی یقیناً ہوتی ہے کیونکہ عوام ہی اصل طاقت ہیں، اگر عوام کسی ملک میں تبدیلی لانا چاہتے ہیں، انقلاب لانا چاہتے ہیں تو پھر اس کو کوئی بھی روک نہیں سکتا۔ شام، لیبیا، مصر سب جگہ جہاں جہاں انقلابی تحریکیں شروع ہوئیں وہاں کے لوگوں نے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں، کئی انسانی جانیں زندگی کی بازی ہار گئیں۔

اس فصل میں بین الاقوامی سطح پر آبادی کے تناسب سے مسلم ممالک کا تعارف پیش کرتے ہوئے ان ممالک میں ہونے مہنگائی، کرپشن بدعنوانی، بے روزگاری کے خاتمے کے لیے احتجاجی مظاہروں اور دھرنوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

عرب بہار

2011ء کے اوائل میں، جب مشرق وسطیٰ کے ملکوں (تیونس، مصر، یمن، لیبیا) میں حکمرانوں کے خلاف احتجاجی تحریکیں شروع ہوئیں اور یکے بعد دیگرے کامیاب بھی ہو گئیں، تو اسے Arab Spring (عرب بہار) قرار دیا گیا:

عرب بہار کا آغاز دسمبر 2010ء سے تیونس میں ایک نوجوان کی خودسوزی سے ہوا۔ جس کے بعد ملک پورے ملک میں مظاہرے پھوٹ پڑے نوجوان کی موت کے محض ایک ماہ بعض تیونس میں 23 سال سے بر سر اقتدار رہنے والے مطلق العنان صدر زین العابدین کو ملک بدر ہونا پڑا۔ اتنے بڑے پیمانے پر احتجاج اور اس کے اثرات نے عرب کے دیگر ممالک کو سوچنے پر مجبور کر دیا، اور الجزائر، اردن اور عمان کی حکومتوں نے بھی ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ وہ اپنے ہاں اصلاحات کریں گے اور حکومتوں کے رد و بدل کرنے میں بھی غور فکر کریں گے۔ یکے بعد دیگرے مصر، یمن اور لیبیا میں احتجاجی تحریکیں چلی جنھوں نے موروثی بادشاہوں اور فوجی آمروں کا تختہ الٹ دیا۔ جس کی تفصیل اگلے صفحات میں پیش کی جائے گی۔ ذیل میں اسلامی ممالک میں احتجاجی تحریکوں کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

انڈونیشیا

انڈونیشیا جنوب مشرقی ایشیاء کا ایک بڑا اسلامی ملک ہے جو تقریباً تیرہ ہزار چھ سو چھوٹے جزیروں پر مشتمل ہے۔ اس کا دار لحکومت جکارتہ ہے۔ پہلے یہاں ہندو اور بدھسٹ آباد تھے تقریباً ایک ہزار سال پہلے مسلمان تاجروں نے یہاں اسلام پھیلایا۔ یہاں کی 95 فیصد آبادی مسلمان ہے۔ پاکستان کے دو ٹکڑے ہونے کے بعد انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے مسلمانوں کا بڑا ملک بن گیا۔ محمد حسین گوہر لکھتے ہیں:

> 1997 میں انڈونیشیا کو شدید اقتصادی بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ اکثر بینک دیوالیہ ہو گئے، حکومت کے خلاف عوامی تحریک چلی، طلبہ نے پارلیمنٹ کا گھیراؤ کیا۔ اور جنرل سوہارتو کے استعفیٰ کا مطالبہ کیا۔

گوہر، محمد حسین (س،ن). اسلامی ممالک، لاہور، طاہر سنز پبلیشر، ص:56

بی بی سی اردو کے مطابق:

> پولیس کی جانب سے مظاہرین پر فائرنگ کھول دی گئی جس کی وجہ سے چار طلبہ ہلاک ہوئے۔ ان ہلاکتوں کے باعث مظاہرے پورے ملک میں پھیل گئے ان مظاہرون میں ایک ہزار افراد کی ہلاکتیں ہوئیں۔

https://www.bbc.com/urdu/world/2011/02/110214_revolution_pattern_rh

سوہارتو کا اقتدار پر قبضہ تیس لاکھ لوگوں کی ہلاکت کے باعث ہوا۔ انڈونیشیا کی تاریخ میں سوہارتو کی آمریت کو بیسویں صدی کے بدترین قتل عاموں میں سے قرار دیا جاتا ہے۔ جس کا خاتمہ اٹھائیس سال بعد بالآخر 1998ء میں ملک گیر احتجاج کے بعد ہونے والی بغاوت کی بدولت ممکن ہوا۔

امریکی صدر کے خلاف مظاہرہ

2010ء میں امریکی صدر بارک اوباما نے ایشیائی ممالک کا دورہ کیا، انڈونیشیا میں ان کی آمد پر عوام کی طرف سے امریکی سفارت خانے کے سامنے مظاہرہ کیا گیا۔ روزنامہ نوائے وقت کے مطابق:

> امریکی صدر کی انڈونیشیا آمد کے خلاف جکارتہ میں امریکی سفارت خانے کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ جس کا اہتمام اسلامی تنظیم حزب التحریر نے کیا تھا۔

روزنامہ نوائے وقت اسلام آبادی، 10، نومبر 2010، ج:57، شمارہ:128، ص:3

مقابلہ حسن کے خلاف احتجاج

انڈونیشیا میں 2013ء میں مقامی اسلامی تنظیموں کی طرف سے مس ورلڈ مقابلے کا اہتمام کیا گیا جس کی وجہ سے مختلف تنظیموں کی طرف سے شدید رد عمل سامنے آیا، آئن لائن جریدے العربیہ ڈاٹ نیٹ کے مطابق:

احتجاجی مظاہروں کے پیش نظر انڈونشیا کے حکام نے واضح کیا کہ مقابلہ حسن کو انڈونشیا کے دوسرے شہر بالی منتقل کیا گیا ہے۔وہاں کی ہندو اکثریت عالمی مقابلہ حسن کے ساتھ ہے۔ مس ورلڈ کے مقابلے میں شامل ایک مرحلہ ایسا بھی ہے جس میں امیدواروں تقریباً برہنہ ہونا پڑتا ہے، جس کے خلاف ایک ایسا شدید رد عمل دیکھا گیا، احتجاجی مظاہرے کیے گئے اور مظاہرین نے ایسے مقابلوں کے پوسٹرز نذر آتش کرتے ہوئے حکام سے پر زور مطالبہ کیا کہ ایسے مقابلوں کے انعقاد پر پابندی لگائی جائے۔

/http://urdu.alarabiya.net/ur/international/2013/09/14

توہین مذہب کے خلاف احتجاج

2016ء میں جکارتہ کے مسیحی گورنر کے خلاف توہین مذہب کے الزام میں ہزاروں افراد نے دارالحکومت میں مظاہرہ کیا۔ گورنر آہوک جکارتہ کی پچاس سالہ تاریخ میں پہلے غیر مسلم گورنر تھے۔ آئن لائن جریدے ڈان نیوز کے مطابق:

آہوک کے خلاف مظاہروں کا انعقاد اسلامک ڈیفنڈرز فرنٹ نے کیا۔ جس میں ایک لاکھ کے قریب افراد نے شرکت کی۔ مظاہرین کا مطالبہ تھا کہ آہوک مستعفی ہوں اور توہین مذہب کے تحت ان پر فرد جرم عائد کیا جائے۔ مظاہروں کا آغاز اس وقت ہوا جب انتخابی مہم کے دوران آہوک نے کہا تھا: اگر کوئی آپ سے یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے ووٹ دینے سے جہنم میں جانا پڑے گا تو وہ آپ کو بے وقوف بنارہا ہے۔

https://www.dw.com/ur/19/11/2016

بعد ازاں 2017ء میں عدالت کی طرف سے گورنر کے خلاف جرم ثابت ہونے پر 2 سال کی قید کی سزا سنائی گئی۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور، 10 مئی 2017، ج:77، شمارہ:49، ص:3

بیجنگ حکومت کے خلاف مظاہرے

انڈونیشیا کے شہر جکارتہ میں چین میں ایغور کے مسلمانوں کی حمایت میں چینی سفارت خانے کے سامنے عوام کی طرف سے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ روزنامہ جسارت کے مطابق

انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتا میں چینی سفارت خانے کے سامنے سیکڑوں افراد نے مظاہرہ کیا۔ بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے مطابق مظاہرین بیجنگ حکومت کے خلاف نعرے بازی کر رہے تھے۔ احتجاج میں مظاہرین نے چین میں اقلیت کے لیے بنائے گئے حراستی مراکز ختم کرنے اور ان میں قید کیے گئے ایغور مسلمانوں کو فوری طور پر رہا کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ مظاہرین نے ہاتھوں میں کلمہ طیبہ لکھے ہوئے بینرز اور پرچم اٹھا رکھے تھے۔ احتجاج کرنے والے افراد مطالبہ کررہے تھے کہ چین میں بڑے پیمانے پر

ایغور مسلم باشندوں کی پکڑ دھکڑ اور انہیں حراست میں لیے جانے کے عمل کو فوری طور پر بند کیا جائے۔

روزنامہ جسارت کراچی، 22، دسمبر، 2018ء، ج:46، شمارہ:350، ص:9

بنگلہ دیش

بنگلہ دیش جنوبی ایشیا میں واقع ایک اسلامی ملک ہے۔ 1199ء میں قطب الدین ایبک نے یہاں اسلامی حکومت قائم کی 1651ء میں سب سے پہلے یہاں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے قدم جمائے۔ تقسیم ہند کے بعد بنگلہ دیش پاکستان کا حصہ بنا دیا گیا بعد ازاں شیخ مجیب الرحمن کی تحریک کے باعث بنگالی عوام نے پاکستان سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کر لیا۔اس ملک کی آبادی تقریبا 16 کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ ملکی مسائل میں غربت و افلاس اور بدعنوانی و کرپشن کے باعث عوام کی طرف احتجاجی مظاہرے رد عمل کی صورت میں وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ محمد حسین گوہر لکھتے ہیں:

بنگلہ دیش کا سیاسی کلچر پاکستان کے سیاسی کلچر سے چنداں مختلف نہیں۔ یہاں بھی حزب اختلاف مسلسل حکومت کے خلاف تحریک چلاتی رہی ہے۔

محمد حسین(س،ن). اسلامی ممالک، لاہور، طاہر سنز پبلیشر، ص:85

ذیل میں ہم بنگلہ دیش میں ہونے والے احتجاجی مظاہروں کا جائزہ لیں گے۔

بلاگرز کے خلاف احتجاج

بنگلہ دیش میں انٹرنیٹ پر بعض بلاگرز کی طرف سے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف توہین آمیز مواد رکھنے کے خلاف جمعہ کو پر تشدد احتجاجی مظاہرے ہوئے جن میں کم از کم چار افراد ہلاک اور 200 زخمی ہوئے۔ مظاہرین کا مطالبہ تھا کہ ایسے بلاگرز کو پھانسی دی جائے۔ڈھاکہ کی مرکزی مسجد کے بیرونی علاقے سمیت کئی علاقے میدان جنگ بنے رہے۔ مظاہرین کی طرف سے پولیس پر پتھراؤ کیا گیا جبکہ پولیس نے ربڑ کی گولیاں استعمال کیں

روزنامہ ایکسپریس، 23 فروری 2013ء، ج:12، شمارہ:365، ص:3

سزائے موت کے خلاف احتجاج

1971ء کی جنگ میں ملوث ہونے اور پاکستان کی حمایت کرنے پر مختلف سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کو بنگلہ دیش میں مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ چنانچہ 2013ء میں جماعت اسلامی کے رہنما دلاور حسین کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا گیا تو پورے ملک میں مظاہرے پھوٹ پڑے ایکسپریس نیوز کے مطابق:

بنگلہ دیش میں جنگی جرائم کے ٹربیونل نے جماعت اسلامی کے رہنما دلاور حسین کو 1971 کی جنگ آزادی کے دوران نام نہاد جرائم میں قصوروار ٹھہرا کر سزائے موت سنائی فیصلے کیخلاف تشدد کی لہر چل پڑی، احتجاج کرنے والوں پر پولیس کی فائرنگ سے 22 جبکہ جھڑپوں میں مجموعی طور پر 30

افراد ہلاک ہوئے۔جماعت اسلامی کے ہزاروں مشتعل کارکنوں نے شمالی ضلع گی بندہ میں واقع اڈے پر حملہ کیا اور دو پولیس اہلکارروں کو تشدد کر کے مار ڈالا۔

روزنامہ ایکسپریس لاہور، یکم مارچ 2013ء، ج:13، شمارہ، 2، ص:1

انتخابات میں دھاندلی کے خلاف احتجاج

2014ء میں بنگلہ دیش کے عام انتخابات سے قبل اپوزیشن جماعت کی طرف طرف سے ہڑتال کا اعلان کر دیا گیا۔اور ملک بھر میں بر تشدد مظاہرے کیے گئے،روزنامہ ایکسپریس کے مطابق:

متنازع انتخابات سے قبل 100 پولنگ مراکز کا نذر آتش کر دیا گیا۔بنگلہ دیش کی حزب مخالف نے ان انتخابات کا بائیکاٹ کرر کھاہے اور بلک بھر میں 48 گھنٹے عام ہڑتال کا آغاز کر دیا۔بنگلہ دیش کے مختلف شہروں میں پولنگ کے لیے استعمال ہونے والے 50 سکولوں کی عمارتوں کو بھی جلا دیا گیا۔

روزنامہ ایکسپریس لاہور، 5 جنوری 2014ء، ج:13، شمارہ:307، ص:3

مزدوروں کا احتجاج

2013ء میں بڑے پیمانے پر مزدوروں کی طرف سے بنگلہ دیش میں احتجاج کیا گیا۔جس میں لاکھوں مزدوروں نے اجرت کے اضافے کے لیے مظاہرے کیے روزنامہ نوائے وقت کے مطابق:

بنگلہ دیش میں ایک گارمنٹس فیکٹری کے ناراض مزدوروں نے فیکٹری مالکان کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے سڑکوں کو ٹریفک کے لئے بند کر دیا۔مزدوروں کا مطالبہ تھا کہ کم سے کم اجرت 100 ڈالر کی جائے۔احتجاج کے دوران مزدوروں اور پولیس کے مابین جھڑپیں بھی ہوئیں۔اس احتجاج میں دو لاکھ کے لگ بھگ مزدوروں نے شرکت کی۔مزدوروں نے کئی فیکٹریاں جلا دیں اور اپنے مطالبات کے حق میں نعرے لگائے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور، 24 ستمبر 2013ء، ج:73، شمارہ:184، ص:3

طلبہ کے مظاہرے

2018ء میں بنگلہ دیش میں طلباء کے کی طرف سے احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوا۔جس کا آغاز دو طلباء کو بس کے کچلنے سے واقع ہونے والی موت کا سبب ہوا۔روزنامہ نوائے وقت کے مطابق:

بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ میں گذشتہ اتوار کو ایک تیز رفتار بس نے ایک لڑکے اور لڑکی کو کچل کر ہلاک کر دیا تھا اور اس کے بعد طالب علموں نے سڑکوں پر ٹریفک کے حفاظتی معیار کو بہتر بنانے کے لیے احتجاج شروع کیا تھا۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور، 05 اگست 2018ء، ج:78، شمارہ:131، ص:9

احتجاجی مظاہروں پر پولیس کی طرف سے آنسو گیس اور ربڑ کی گولیوں کا استعمال کیا گیا جس کے نتیجے میں 100 سے زائد طلباء زخمی ہوئے۔ پولیس نے طلبا کے مطالبات پر خطرناک ڈرائیونگ کے خلاف کریک ڈاؤن شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

https://waqtnews.tv/06-Aug-2018/97190

ملک میں بڑھتے ہوئے اضطراب اور احتجاجی مظاہروں کے باعث بالآخر حکومت کو انتخابات کا اعلان کرنا پڑا۔ اس طرح بنگلہ دیش میں مقررہ وقت سے ایک سال قبل انتخابات کا انعقاد کیا گیا۔

نائجیریا

نائجیریا اسلامی ملک ہے جو براعظم افریقہ میں واقع ہے۔ اس میں مختلف تنظیموں کی طرف سے مظاہرے دیکھنے کو آتے ہیں۔

مغوی طالبات کی رہائی کے لیے مظاہرے

نائجیریا میں 2014ء میں شدت پسند تنظیم بوکو حرام نے تقریباً 190 طالبات کو اغواء کر لیا تھا۔ بوکو حرام کے حملوں سے نائجیریا میں متعدد لوگ ہلاک ہوئے۔ حکومت کی طرف سے اس تنظیم کے خلاف کوئی فیصلہ کن قدم سامنے نہیں آیا تھا کہ انہوں نے سکول کی بچیوں کو اغوا کر لیا۔ وومن فار پیس اینڈ جسٹس کی طرف سے احتجاجی مظاہرے کا انعقاد کیا گیا جس میں لاکھوں کی تعداد میں خواتین نے شرکت کی بی بی سی کے مطابق:

> نائجیریا کے دارالحکومت ابوجا میں مظاہرین قومی اسمبلی کی جانب احتجاجی مارچ کیا تاکہ دو ہفتے قبل شدت پسندوں کے ہاتھوں اغوا کی جانی والی کم سے کم 190 طالبات کی رہائی کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالا جا سکے۔ مظاہرین حکومت کو اس معاملے میں ناکافی کوششوں کے لیے تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں اور ان کا مطالبہ ہے کہ حکومت مزید اقدامات کرے۔

https://www.bbc.com/urdu/world/2014/04/140430

آیت اللہ شیخ کی رہائی کے لیے مظاہرے

2015ء کے اوائل میں اسلامی تحریک کے رہنماء آیت اللہ شیخ کو کمیونسٹ حکومت کی طرف سے گرفتار کیا گیا۔ جس کے خلاف نائجیریا میں متعدد بار احتجاجی مظاہرے کیے گئے لیکن حکومت نے عدالتی احکام کے باوجود ان کو رہا نہ کیا۔ العالم کی رپورٹ کے مطابق:

واضح رہے کہ نائجیریا کی فوج نے دسمبر 2015ء میں صوبے کدونا کی ایک امام بارگاہ سے اسلامی تحریک کے رہنما آیت اللہ شیخ اور ان کی اہلیہ کو حراست میں لے لیا تھا۔ نائجیریا کی فوج کی جارحیت میں سینکڑوں افراد شہید ہو گئے تھے جن میں آیت اللہ شیخ ابراہیم زکزکی کے تین بیٹے بھی شامل ہیں۔ نائجیریا کی عدالت عالیہ نے آیت

اللہ شیخ زکزکی اور ان کی اہلیہ کی رہائی کا حکم سنایا ہے تاہم اس ملک کی حکومت اور فوج نے اب تک عدالت کے اس حکم پر عمل نہیں کیا ہے۔

http://urdu.sahartv.ir/news/islamic_world-i311105

آئن لائن جریدے الوقت کی کے مطابق

> الوقت کی رپورٹ کے مطابق نائیجیریا کے مختلف شہروں لوگ سڑکوں پر نکل آئے اور انہوں نے آیت اللہ الزکزاکی کی گرفتاری کی مذمت کی۔ مظاہرین نے حکومت کے خلاف نعرے لگائے اور آیت اللہ الزکزاکی کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔اس مظاہرے میں نائیجیریا کے مسلمانوں نے زاریا شہر کے نہتے عوام کے قتل عام پر مبنی نائیجیریائی فوج کے اقدام کی مذمت بھی کی۔

http://alwaght.com/ur/News/36263/15/jan/2016

صحافی کی رہائی کے لیے مظاہرے

امریکہ حکام کی طرف سے ایران کے ایک نجی ٹی وی کی اینکر مرضیہ ہاشمی کو حال ہی میں امریکہ سے گرفتار کر لیا جس کی رہائی میں دنیا بھر میں مظاہرے کیے گئے نائیجیریا کی عوام کی طرف سے صحافی کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہوئے احتجاج کیا گیا۔ آن لائن جریدے یمن پریس کے مطابق:

> امریکہ میں ایران کے پریس ٹی وی کی معروف اینکر مرضیہ ہاشمی کو حراست میں رکھے جانے کے خلاف نائیجیریا کے عوام کی طرف سے احتجاج سامنے آیا۔نائیجیریا کی اسلامی تحریک کی اپیل پر دارالحکومت ابوجا میں وسیع پیمانے پر مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرین نے نعرے لگاتے ہوئے اینکر کو فوری اور غیر مشروط طور پر رہا کئے جانے کا مطالبہ کیا۔نائیجیریا کے مظاہرین نے اس مسلمان خاتون ٹی وی اینکر پر امریکی حکومت اور جیل حکام کے تشدد کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔خاص طور سے ایسی حالت میں کہ ابھی تک اس اینکر پر کوئی الزام تک عائد نہیں کیا گیا ہے،ان کا کہنا تھا یہ غیر قانونی عمل ہے۔صحافتی حلقوں کی جانب سے بھی احتجاج جاری ہے

http://yemenpress.org/ur/23/01/2019

انتخابات میں دھاندلی کے خلاف مظاہرے

دنیا بھر میں اکثر انتخابات کے بعد اپوزیشن کی طرف سے ہنگامہ آرائی، توڑ پھوڑ اور احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن مذہب معاشروں میں احتجاج کو جمہوری انداز میں عمل میں لایا جاتا ہے۔2019ء میں ہونے والے حالیہ انتخابات میں نائیجیریا کی میں اپوزیشن کے حامی ہزاروں افراد نے مظاہرے کیے۔ آن لائن دنیا نیوز کے مطابق

> نائیجیریا کے حالیہ انتخابات میں مبینہ دھاندلی کے خلاف دوسرے روز بھی احتجاج جاری ہے۔نائیجیریا کے شہر پورٹ ہارکورٹ میں اپوزیشن امیدوار کی حامی سینکڑوں خواتین و مرد سڑکوں پر نکل آئے اور احتجاجی مظاہرہ کیا۔پولیس نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس کا استعمال کیا۔

http://urdu.dunyanews.tv/index.php/ur/World/270920

مصر

مصر عرب دنیا کا اہم ترین ملک ہے یہاں صدر حسنی مبارک 30 سال اقتدار میں رہنے کے بعد رخصت ہوئے، یہاں بھی عوام اپنی حکومت سے ناراض تھے، عوام ملک میں تبدیلی چاہتے تھے، وہاں عوامی احتجاج شروع ہوئے اور آخرکار عوام مصر میں انقلاب لانے میں کامیاب ہو گئے۔جب کسی بھی ملک میں انقلابی تحریکیں شروع ہوتی ہیں تو اتنی آسانی سے کامیاب نہیں ہوتیں ان تحریکوں کو کافی کشت وخون سے گزرنا پڑتا ہے، پھر کہیں جاکر کامیابی کی کرن نظر آتی ہے اور پھر یہی کرن اجالے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

حسنی مبارک کے خلاف احتجاج

مصر میں 2011ء میں صدر حسنی مبارک کے خلاف عوام کی کثیر تعداد نے احتجاج میں حصہ لیا۔جس کے نتیجہ میں صدر حسنی مبارک کو اقتدار سے الگ ہونا پڑا۔بی بی سی نیوز کے مطابق

> مصر میں انٹرنیٹ پر ایک مہم کے بعد مختلف شہروں میں ہزاروں لوگ احتجاج میں شامل ہوئے۔ قاہرہ کے تحریر سکوائر میں پولیس اور مظاہرین کے درمیان پرتشدد جھڑپیں ہوئیں۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ وہ بہت زیادہ غربت، بدعنوانی اور بے روزگاری سے تنگ آچکے ہیں۔مظاہرین کا کہنا تھا کہ وہ اس وقت تک اپنا احتجاج جاری رکھے گے جب تک صدر حسنی مبارک اقتدار سے الگ نہیں ہو جاتے ہیں۔

https://www.bbc.com/urdu/world/2011/02/110210_egypt_key_moments_zz.sht
ml

صدر حسنی مبارک کے خلاف ہونے والے اس احتجاج میں لاکھوں لوگوں نے شرکت کی اور مصر کے چوک تحریر سکوائر پر دھرنا دیا۔جس کے نتیجے میں حسنی مبارک کو بالآخر اقتدار سے پیچھے ہٹنا پڑا اور انتخابات کے بعد ڈاکٹر محمد مرسی اقتدار کی کرسی پر براجمان ہوئے۔

صدر مرسی کی حمایت میں مظاہرے

2013ء دارالحکومت قاہرہ کے رابعہ العدوہ چوک پر ہونے والے اس پر تشدد احتجاج پر سیکورٹی فورسز کی طرف سے فائرنگ کی گئی جس کے نتیجے میں سینکڑوں افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ مصری حکومت کے مطابق اس احتجاج میں مظاہرین مسلح تھے جس سے آٹھ سیکورٹی اہلکار بھی ہلاک ہوئے۔ روزنامہ ایکسپریس کے مطابق:

> مصر میں سابق صدر محمد مرسی کی حمایت میں ملک گیر مظاہرے ہوئے جس میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ سابق صدر مرسی کے حامی عبوری وزیر اعظم کے عوام سے خطاب کو مسترد کرتے ہوئے سڑکوں پر آگئے، اخوان المسلمون نے سابق صدر مرسی کی واپسی کے لیے بڑے احتجاج کی کال دی، مظاہرین قاہرہ کی رباع العدوایہ مسجد کے سامنے جمع ہوئے۔

روزنامہ ایکسپریس اسلام آباد،20جولائی 2013ء،ج:13،شمارہ:55،ص:3

صحافیوں کا احتجاج

2016ء میں ہزاروں کی تعداد میں مصری صحافیوں نے وزیر داخلہ کے خلاف صحافیوں کی گرفتاری پر احتجاج کیا اور رپورٹروں کی گرفتاری پر صدر سے وزیر داخلہ کی برطرفی کا مطالبہ کیا۔ آئن لائن اردو نیوز 18 کے مطابق:

> مصر کے ہزاروں صحافیوں نے صدر سے پریس سنڈیکیٹ پر پولیس کے چھاپے اور دو اپوزیشن رپورٹروں کی گرفتاری کے لئے معافی مانگنے اور وزیر داخلہ کو برطرف کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ کثیر تعداد میں سلامتی دستوں کی موجودگی کے باوجود تقریباً 3000 صحافیوں نے اتوار کو محمود السکا اور عمر بدر کی گرفتاری کے خلاف احتجاج میں ہونے والی میٹنگ میں شرکت کی۔ دونوں صحافی اپوزیشن ویب سائٹ یانایار کے لئے کام کرتے ہیں۔

http://urdu.news18.com/news/egypt-journalists-protest-187376.html

خلاصہ بحث

عصر حاضر بین الاقوامی سطح پر احتجاجی مظاہروں کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ حقوق کی خاطر کی جانے والی جدوجہد کا عکس نظر آتے ہیں۔ اگرچہ غربت و افلاس اور بدعنوانی کے مرتکب حکمرانوں کا تختہ الٹنے کے لیے بھی عوام کی طرف سے جدوجہد کی گئی مگر حکومت کا خاتمہ اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک اس کے قریبی لوگ اس کے مخالف نہ ہوں جائیں۔ جب تک پولیس، فوج اور اعلیٰ عہدیدار حکومت کے خاتمے کے لیے متفق نہ ہو جائیں اس وقت تک مظاہرے، دھرنے اور احتجاج کارگر ثابت نہیں ہوتے۔ جیسا کہ تیونس میں صدر نے اقتدار چھوڑ کر بھاگنے کا ارادہ اس وقت کیا جب اس کی فوج نے عوام پر گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا۔ عصر حاضر آزادی اظہار رائے کو ایک قانونی حیثیت حاصل ہے جس کی بنا پر عوام اپنے حقوق کی آواز

بلند کرتے ہیں۔ کبھی کبھار ایک چھوٹا سا واقعہ پوری تحریک کی صورت اختیار کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں انقلاب کا ظہور ہوتا ہے۔

فصل دوم:

عصر حاضر میں احتجاجی مظاہرے (پاکستان کے تناظر میں)

قیام پاکستان سے اب تک مملکتِ خداد میں سینکڑوں احتجاجی اور اصلاحی تحریکوں نے سر اٹھایا۔ جن کے پس منظر میں بے شمار عناصر کار فرما رہے۔ اگرچہ بعض تحریکیں خالصتاً اصلاح اور استحکام پاکستان کا نعرہ بلند کرنے کے لیے نکلی۔ مگر ان کی ان کاوشوں میں اکثر و بیشتر ملک دشمن عناصر نے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ نتیجتاً پاکستان اس انداز سے ترقی کی منازل طے نہیں کر سکا جس طرح آج اس کے بعد آزاد ہونے والے ممالک ترقی یافتہ ہو چکے ہیں۔

تشکیل پاکستان کے بعد ہمارے ہاں دو طرح کے سیاسی نظریات پروان چڑھے۔ ایک نظریہ ہے کہ مذہب اور سیاست دو الگ الگ شعبے ہیں، لہذا مذہب کو ریاست و حکومت کے مسائل سے لاتعلق رہنا چاہیے۔ اس بنیاد پر اس نظریے کے علم بردار پاکستان کو ایک ایسی ریاست کے روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو جدید طرز کی ایک جمہوری مملکت ہو اور مزاج کے اعتبار سے سیکولر ہو۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ پاکستان کو ترقی یافتہ ملک بنانے کی یہی ایک صورت ہے۔ جبکہ دوسرا نظریہ جسے ہمارے ملک میں پذیرائی ملی وہ یہ ہے کہ مذہب فرد کی انفرادی زندگی سے وابستہ کوئی فکر نہیں بلکہ وہ ریاست و معاشرے سے اسی طرح متعلق ہے جس طرح فرد سے ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے لہذا پاکستان کی بقاء اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر مذہب کو سیاست سے جدا کر دیا جائے گا تو پھر اقتدار کی ہوس اس ملک کو ٹکڑوں میں تبدیل کر دے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی پاکستان سے اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے خلاف آواز احتجاج بلند کی گئی کیونکہ مذہبی طبقہ کے بقول پاکستان میں اسلام کی مضبوطی پاکستان کے مضبوط اور طاقتور ہونے کی دلیل ہے۔ ذیل میں متعدد وجوہات کی بنیاد پر ہونے والے احتجاجی مظاہروں اور مختلف حکمرانوں کے دور میں ہونے اٹھنے والی احتجاجی تحریکوں کا پاکستان کے تناظر میں جائزہ پیش کیا جائے گا۔

نبی اکرمؐ کی شان میں گستاخی کرنے پر احتجاج

حضور نبی اکرم ﷺ سے رشتہ محبت ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ نبی اکرم کی ذات سے محبت اور عشق ہر مسلمان کے قلب میں روح کی طرح پیوست ہے۔ چنانچہ جب بھی نبی اکرم ﷺ کی ناموس پر حملہ کیا گیا تو پوری دنیا میں مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ پاکستان میں جب بھی ایسی مذموم حرکت کی گئی تو اس کے لیے عوامی جذبات نہ صرف بھڑک اٹھے بلکہ ہر سطح پر اس کے خلاف آواز بلند کی گئی۔

> جنوری 1971ء لاہور میں برطانوی کتاب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ مواد کی وجہ سے طلبہ نے احتجاج کیا۔ برطانوی کتاب جس میں توہین آمیز مواد موجود تھا جو ترکی کا فن محبت تصویروں میں کے نام سے شائع ہوئی حکومت نے ضبط کر لیا۔ اس کتاب کے خلاف پورے مظاہرے پورے ملک میں پھیل گئے۔

رضی الدین رضی (1997ء). پاکستان 1947 سے 1997ء، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص: 481

پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کی طرف سے مسیحی خاتون آسیہ کی حمایت کے سلسلہ میں جب بیانات اور ہمدردانہ رویہ کا اظہار کیا گیا تو مذہبی طبقات کی طرف سے شدید رد عمل کا اظہار کیا گیا۔ اظہر سلیم مجوکہ لکھتے ہیں

> گورنر پنجاب کی طرف سے ناموس رسالت ایکٹ کے بارے میں ریمارکس اور توہین رسالت ایکٹ ختم کرنے کی خبروں کے حوالے سے ضلع ملتان اور جنوبی پنجاب کے بیشتر علمائے کرام کی طرف سے احتجاج کیا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ توہین رسالت ایکٹ ختم کرنے کے لیے حکمرانوں کو کروڑوں لاشوں سے گزرنا ہو گا۔

تحریر: اظہر سلیم مجوکہ، ہفت روزہ ندائے ملت لاہور، 2تا8 دسمبر 2010، ج: 42 شمارہ 49

BBC اردو نیوز کے مطابق تحریک لبیک کے کارکنوں کا عدالتی فیصلے کے خلاف پر تشدد احتجاجی رد عمل سامنے آیا۔ یہ احتجاج تین دن تک جاری رہا۔

> "توہینِ رسالت کی مرتکب قرار دی جان والی مسیحی خاتون آسیہ بی بی کی پاکستان کی عدالتِ عظمٰی کی جانب سے بریت کے فیصلے کے خلاف ملک بھر میں احتجاج شروع ہوئے جو تقریباً تین دن تک جاری رہے۔ احتجاج کے دوران اسلام آباد، لاہور، اور کراچی کی متعدد شاہراوں پر مظاہرین نے ٹریفک کو معطل کیے رکھا اور متعدد مقامات پر توڑ پھوڑ کی اطلاعات بھی ملیں اور اب حکومت نے املاک کو نقصان پہنچانے والے افراد کے خلاف کریک ڈاؤن کا اعلان کیا۔"

https://www.bbc.com/urdu/pakistan-46092426/05/11/2018

جرمن انٹرنیشنل براڈکاسٹر ادارے ڈی ڈبلیو کے مطابق

> "پاکستانی سپریم کورٹ کی جانب سے آسیہ بی بی کی سزائے موت ختم کرنے کا فیصلہ سامنے آتے ہی مشتعل افراد سڑکوں پر نکل آئے اور جلاؤ گھیراؤ شروع کر دیا۔ بتایا گیا ہے کہ مظاہرین نے دارالحکومت اسلام آباد، لاہور اور کراچی سمیت ملک کے دیگر شہروں میں نظام زندگی کو مفلوج کر دیا ہے۔ مقامی ذرائع ابلاغ کے مطابق اس احتجاج میں مختلف مذہبی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں۔"

https://www.dw.com/ur/10،31،2018

مذہبی جماعتوں کا احتجاج

مذہبی شعائر کی بے حرمتی اور اسلامی قوانین میں ردو بدل کی وجہ سے مذہبی جماعتیں اکثر متحرک رہی ہیں۔ چونکہ احتجاج کرنا ہر کسی کا جمہوری حق ہے لہذا مذہبی جماعتوں کی طرف سے اس حق کو بھرپور استعمال کیا گیا۔ اور مختلف مواقع پر احتجاج کر کے اپنے موجودگی کا احساس دلایا جاتا رہا۔ لیکن احتجاج کے حق کو قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے ہی استعمال کیا جائے تو ہی

اس سے مثبت اثرات کی توقع کی جاسکتی ہے۔ گورنر پنجاب کے خلاف 2010ء مذہبی جماعتوں کی طرف سے شدید رد عمل سامنے آیا اور پورے ملک احتجاجی مظاہرے کیے گئے۔ ندائے ملت کی رپورٹ کے مطابق

> ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کو لاہور سمیت ملک گیر احتجاجی مظاہرے کیے گیے اور شٹر ڈاؤن رہا دیگر شہروں اور قصبوں کی طرح لاہور میں بھی جمعیت علماء پاکستان (نورانی) جمیعت علماء اسلام (ف) علمی مجلس تحفظ ختم نبوت جماعت اسلامی، مرکزی جمعیت اہلحدیث، سنی اتحاد کونسل، تحریک حرمت رسول، جماعت اہلحدیث خاکسار تحریک، قومی تاجر بزنس فورم قومی تاجر اتھاد، پیپلز مرچنٹس ایسویسی ایشن اور دیگر مذہبی و تاجر تنظمیوں کی جانبت سے مظاہرے کیے گئے اور شہر میں شٹر ڈاؤن رہا تمام چھوٹی بڑی مارکیٹیں اور بازار بند رہے۔ لاہور میں بہت بڑا احتجاجی مظاہر گورنر ہاؤس کے باہر ہوا جس سے شاہراہ قائد اعظم اور ارد گرد کی شاہراہوں پر ٹریفک کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ مظاہرین نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے خلاف شدید نعرہ بازی کی اور ان کی برطرفی کا مطالبہ کیا گیا۔ لاہور پریس کلب کے باہر سنی اتحاد کونسل کے زیر اہتمام مظاہرہ کیا گیا جس کی قیادت ڈاکٹر راغب حسین نعیمی، پیر محمد اطہر القادری، صاحبزادہ رضائے مصطفی، نوازل کھرل، ضیاء الحق نقشبندی اور دیگر نے کی

ندائے ملت لاہور، ٦ تا ١٢ جنوری ٢٠١١ء، ج: ٤٣، شمارہ: ٢، ص: ١٥

مذہبی شعائر کے بے حرمتی پر احتجاج

مارچ 1969ء لاہور میں قرآن پاک کی بے حرمتی کے خلاف یوم احتجاج منایا گیا۔

رضی الدین رضی (1997ء). پاکستان 1947 سے 1997ء، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص: 449

فروری 1977ء میں بہاپور میں مسجد اور قرآن پاک کو نذر آتش کر دیا گیا اس ناپاک جسارت پر عوام نے زبردست احتجاج کیا اور ملک گیر مظاہرے ہوئے۔

رضی الدین رضی (1997ء). پاکستان 1947 سے 1997ء، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص: 613

اردو بنگلہ زبان تنازعہ پر احتجاج

1951ء میں اردو زبان کو بطور سرکاری زبان نافذ کرنے کے اقدامات ہوئے تو مشرقی پاکستان کے لوگ جن میں اکثریت کی زبان بنگلہ تھی انہوں نے احتجاج کی اس کے پس منظر میں عوامی لیگ کے رہنما تھے جو طلبہ کو اس بات کے لیے اکسا رہے تھے کہ اگر سرکاری زبان اردو قرار دے دی گئی تو مشرقی پاکستان کے طلباء مقابلے کے امتحان میں مشکلات کا شکار ہو جائیں گے۔ مرتضی انجم لکھتے ہیں:

> 52-1951ء میں زبان کے تنازعہ پر کئی مظاہرے ہوئے۔ 21 فروری 1952ء کو ڈھاکہ میں طلباء کے ایک جلوس کے ساتھ پولیس کا تصادم ہو گیا۔ یہ تصادم اس قدر ڑھ گیا کہ پولیس کو

مظاہرین پر گولی چلانی پڑی گرفتاریاں بھی ہوئیں دوسرے دن پھر جلوس نکالا گیا۔ یہ جلوس بے قابو ہو گیا تو پھر گولی چلائی گئی۔ 23 فروری کو ڈھاکہ یونیورسٹی میں ہڑتال کی گئی۔ متعدد گرفتاریاں ہوئی الغرض شر پسند عناصر نے بد امنی اور انتشار پیدا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ صوبائی حکومت نے بارہا یہ بیان جاری کیے کہ زبان کے مسئلے پر جو احتجاج کیا جارہا ہے۔ حکومت کا مقصد اسے ہر گز دبانا نہیں لیکن بعض ملک دشمن عناصر اس مطالبے کی آڑ میں طلباء میں بد امنی پیدا کر رہے ہیں طلباء کو ان سے خبر دار رہنا چاہیے۔ لیکن حالات اتنے خراب ہو گئے کہ مشرقی پاکستان اسمبلی کو ایک قرارداد کی صورت مرکزی دستور ساز اسمبلی سے یہ سفارش کرنی پڑی کہ اردو کے ساتھ بنگلہ کو بھی سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔

مرتضی انجم (2009ء). کون کیسے گیا، لاہور، دارالشعور بک سٹریٹ، ص:40

معاشرتی طبقات کا احتجاج

علاوہ ازیں پاکستان میں مختلف معاشرتی طبقات کی طرف سے بھی حقوق کے حصول کے لیے متعدد ادوار میں احتجاجی مظاہرے کیے گئے، جن میں اساتذہ، طلباء، صحافی، کسان، سرکاری و غیر سرکاری ملازمین ٹرانسپوٹرز ،ڈاکٹرز اور دیگر طبقات شامل ہیں۔

اساتذہ کی ہڑتال

استاد جو کہ قوم کا معمار ہوتا ہے اور استاد کی عزت تقریباً ہر معاشرے میں سب سے زیادہ کی جاتی ہے اور استاد کو قابل احترام شخصیت سمجھا جاتا ہے لیکن اگر اس طبقہ کو پاکستان کی تاریخ میں دیکھا جائے تو اس طبقہ کی طرف سے بھی احتجاج ہوتے رہے جو کہ اکثر و بیشتر تنخواہوں میں اضافہ نہ ہونے اور پیشن جیسے مسائل کی وجہ سے دیکھنے میں آیا۔ تاریخ کا سب سے طویل احتجاج امریکہ کی تاریخ 1981ء میں ہوا۔

مئی 1974ء میں پنجاب میں اساتذہ نے تنخواہوں کے سلسلے میں ہڑتال کر دی جس کے بعد پنجاب بھر کے کالجز بن ہو گئے۔ بالآخر حکومت پنجاب نے مذاکرات کر کے اساتذہ کے مطالبات منظور کر لیے اپنے مطالبات کی منظور کے بعد ہڑتال ختم کر دی گئی۔ بعد ازاں ملک کی تمام یونیورسٹیوں میں اساتذہ نے اپنے مطالبات کی خاطر ہڑتال کر دی جو تقریباً دو ہفتے تک جاری رہی۔

رضی الدین رضی (1997ء). پاکستان 1947 سے 1997ء، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص:551،552

روزنامہ جنگ لاہور کے مطابق

مئی 2017ء میں یونائیٹڈ ٹیچرز کونس کے زیر اہتمام پنجاب کی 8 اساتذہ تنظیموں نے اساتذہ کی اپ گریڈیشن اور سکولوں کی پرائیوٹائزیشن کے خلاف مسجد شہدا سے 90 شاہراہ قائد اعظم تک احتجاجی ریلی نکالی۔

روزنامہ جنگ لاہور، 17 مئی 2017ء، ج:38، شمارہ:216، ص:20

طلباء کا احتجاج

پاکستان میں طلباء کی طرف سے متعدد مرتبہ احتجاجی مظاہرے کیے گئے یہ احتجاج تعلیمی اداروں میں حکومتی عہدیداروں کی بے جا مداخلت اور حکومت کی تعلیم کے شعبہ میں ناقص پالیسیوں پر ردعمل کے طور کیے گئے۔

سندھ یونیورسٹی میں وائس چانسلر کی تعیناتی کے حوالے سے طلباء کی طرف سے احتجاج کیا گیا جس کے بارے میں سلیم احمد لکھتے ہیں

> 1967ء میں حیدر آباد کے ڈویژنل کمشنر مسرور حسن خان نے سند یونیورسٹی کے معاملات میں مداخلت کی۔ طالب علموں نے اس کے خلاف احتجاج کیا جس پر کمشنر موصوف بھڑک اٹھے انہوں نے اس وقت کے وائس چانسلر حسن علی عبد الرحمن پر الزام لگایا کہ وہ سندھی نواز ہیں اور صرف سندھیوں کو نوکریاں دیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ سندھ یونیورسٹی میں 67 فیصد غیر سندھی ملازم تھے۔ طلباء کو احساس یہ تھا کہ متعصب وائس چانسلر نہیں بلکہ کمشنر ہے۔ بہر حال حسن علی کو زبردستی سبکدوش کر دیا گیا۔ طالب علموں نے احتجاجی جلسے کیے۔ بسوں میں سوار ہو کر حیدر آباد کی سڑکوں پر کمشنر کے خلاف نعرے لگائے۔ کمشنر اپنی یہ توہین برداشت نہیں کر سکا۔ پولیس نے بسوں گھیر لیا۔ پانچ ضلعوں کی پولیس، ملیشیا اور رینجرز نے لاتوں، گھونسوں، لاٹھیوں اور گولیوں سے طلباء کے نعروں کا جواب دیا۔ 207 زخمی طلباء کو حراست میں لے لیا گیا۔ اس تحریک کی اہمیت یہ ہے کہ اس سے ملک میں آمریت کی بنیادیں ہل گئیں۔ ایوب خان جسے ناقابل شکست سمجھا جاتا تھا اس کے خلاف عوامی مزاحمت کا جلد ہی آغاز ہو گیا اور اسے مارچ 1969 میں حکومت سے جانا پڑا۔ یہ احتجاجی تحریک 1952ء کی کراچی کی طلباء تحریک کے بعد سب سے بڑی مزاحمتی تحریک تھی جس نے طلباء میں اپنے حقوق کے لیے شعور کو تیز کیا۔

احمد سلیم، سلگتا ہوا سندھ، جنگ پبلشرز، 1990ء، ص:89-92

طلباء پر قادیانیوں کے حملے سے پاکستان کی تاریخ میں طلباء کی طرف سے پر تشدد احتجاج کیا گیا جس میں ملک میں افراتفری پھیل گئی رضی الدین رضی لکھتے ہیں

> مئی 1974ء میں چناب ایکسپریس کے ذریعے پشاور سے ملتان جانے والے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر ربوہ ریلوے سٹیشن پر قادیانیوں نے حملہ کر کے سامان لوٹ لیا حملے میں 30 طلباء زخمی ہو گئے۔ ٹرین کی آمد پر طلباء نے لائل پور ریلوے سٹیشن پر زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا۔ حالات اس وقت مزید خراب ہوئے جب ملتان میں نشتر ہاسٹل میں قادیانی طلباء پر حملہ کر دیا گیا ان کے سامان کو آگ لگادی گئی۔ طلباء پر قادیانیوں کے حملے کے باعث ملک بھر میں اشتعال پھیل

گیا۔لائلپور، سر گودھا، جڑانوالہ، چک جھمرہ میں زبردست احتجاج ہوا۔ قادیانیوں کے مکان اور دکانیں نذر آتش کر دی گئیں۔پنجاب میں تمام تعلیمی ادارے بند کر دیے گئے۔پولیس اور طلباء میں زبردست جھڑپیں ہوئی۔لائل پور میں مظاہرین نے قادیانیوں کے 200 مکانات،150 پاور لومز اور کھڈیاں جلادیں، قادیانیوں نے فائرنگ کر کے ایک مسلمان کو شہید کر دیا۔گوجرانوالہ میں بھی احتجاجی تحریک نے زور پکڑااور قادیانیوں کی لائبریری اور عبادت گاہیں نظر آتش کر دیں ۔ملک بھر میں قادیانیوں کے خلاف ہنگامے زور پکڑتے گئے۔مطالبات میں احمدیوں کے خلاف کاروائی کرنے اور احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کے لیے ملک بھر میں ہڑتال ہوئی نماز جمعہ کے اجتماعات کے بعد احتجاجی جلسے منقعد کیے جاتے رہے یہ سلسلہ تقریبا4ماہ تک جاری رہا۔

رضی الدین رضی، پاکستان 1947 سے 1997ء،لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز،1997ء، ص:553،560

پنجاب میں جب تعلیمی اداروں کی نجکاری کا منصوبہ عمل میں لانے کی تجویز پیش کی گئی تو اساتذہ اور طلباء کی طرف سے شدید رد عمل ہوا روزنامہ ایکسپریس کے مطابق

8 دسمبر 2010ء کو پنجاب اسمبلی کے باہر اساتذہ اور طلباء نے سکول کالجز کی نجکاری کے خلاف مظاہرہ کیا۔جوائنٹ ایکشن کمیٹی کی اپیل پر اساتذہ اور طلبہ نے 26 کالجز کی خودمختاری کیخلاف پنجاب اسمبلی کے سامنے احتجاج کیا اور دھرنا دیا۔طلبہ نے پنجاب اسمبلی کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو پولیس نے لاٹھی چارج کر دیا، متعدد طلبا زخمی ہوئے۔طلبہ نے کئی گاڑیوں کے شیشے، سیکورٹی کیمرے اور واک تھروگیٹ توڑ ڈالے اور دوبسوں کو آگ لگادی۔جوائنٹ ایکشن کمیٹی نے اس دن کو یوم سیاہ کے طور پر بنایا، پروفیسر تنویر احمد شاہ نے متحدہ طلباء محاذ سے اپیل کی کہ وہ تدریسی بائیکاٹ کریں اور بازؤں پر سیاہ پٹیاں باندھ کر دھرنے دیں۔

روزنامہ ایکسپریس لاہور،9دسمبر 2010،ج:10،شمارہ280

2011ء میں طلباء کی طرف سے زبردست مظاہرے ہوئے جس کی وجہ طلباء کے امتحانی نتائج میں انتظامیہ کی غفلت سے ہزاروں طلباء کا مستقبل خطرے میں پڑ گیا روزنامہ ایکسپریس کے مطابق

اکتوبر 2011ء میں انٹر میڈیت کے نتائج میں غلطیوں کے خلاف پنجاب کے مختلف شہروں میں طلبہ کے پرتشدد مظاہرے جاری رہے۔طلباء نے گوجرانوالہ بورڈ کی عمارت کا آگ لگادی۔ہزاروں مشتعل طلباء نے انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری بورڈ کی عمارت پر دھاوا بول دیا، توڑ پھوڑ کی اور سٹور برانچ، کمپوٹر سیکشن، فنانس ڈیپارٹمنٹ، کاپی سیکشن سمیت دیگر دفاتر میں آگ لگادی جس سے ریکارڈ خاکستر ہو گیا۔آگ لگنے کے باعث آکسیجن کے سلنڈر بھی پھٹ گئے جس

سے زور دار دھماکے ہوئے۔ طلباء نے ملازمین پر بھی تشدد کیا پولیس نے لاٹھی چارج کیا اور آنسو گیس کے شیل پھینکے۔ درجنوں طلباء زخمی ہوئے۔

روزنامہ ایکسپریس لاہور، ج:11، شمارہ:235، ص:1

ملازمین کا احتجاج

ملکی تاریخ میں مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے ملازمین کی طرف سے احتجاج کیا گیا۔ مارچ 1969ء ملک میں ٹیلی فون آپریٹروں کی ہڑتال سے مواصلات کا نظام درہم برہم گیا۔

رضی الدین رضی (1997ء)۔ پاکستان 1947 سے 1997ء، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص:449

حال ہی میں کراچی کے سینکڑوں ملازمین کی طرف معاوضہ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے احتجاج کیا گیا۔ روزنامہ جنگ کراچی کے مطابق

> بحریہ ٹاؤن کراچی میں کام کرنے والے سینکڑوں ملازمین اور ٹھیکیداروں ، نے معاوضہ کی عدم ادائیگی کے خلاف ہفتہ کو بحریہ ٹاؤن کراچی کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا،اس موقع پر بحریہ ٹاؤن میں سرمایہ کاری کرنے والے شہریوں کی بڑی تعداد بھی مظاہرے میں شریک ہوگئی جس کے باعث سپرہائی وے پر ٹریفک کی روانی معطل ہوگئی اور کراچی سے اندرون ملک اور اندرون ملک سے کراچی آنے گاڑیوں کی سپر ہائی وے پر طویل قطاریں لگ گئیں، احتجاجی مظاہرے کے باعث4 گھنٹے سے زائد ٹریفک کی روانی معطل رہی جس کے گھنٹوں میں ٹریفک میں پھنسے شہریوں کو شدید اذیت کا سامنا کرنا پڑا۔ مظاہرین کا کہنا ہے کہ 5 ہزار ملازمین کو 6 ماہ سے تنخواہ اور 4 ماہ سے اوور ٹائم نہیں ملا ، ہمارے گھروں میں فاقوں کی نوبت آچکی ہے،

روزنامہ جنگ کراچی، ج:82، شمارہ 337، ص:1

مزدوروں کا احتجاج

مزدور طبقہ کا ہمیشہ معاشروں میں استحصال ہوتا رہا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ طبقہ کمزور افراد پر مشتمل ہوتا ہے چنانچہ طاقتور طبقات کے جبر کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دنیا بھر میں مزدوروں کے حقوق کے لیے مختلف تنظیمیں آواز بلند کرتی رہتی ہیں مگر جب پانی سر سے گزر جائے اور کسی طرح سے بھی اس طبقہ کو اپنے حقوق ملتے نظر نہ آئے تو یہ آخری راستے کے طور پر احتجاج کا طریقہ کو استعمال کرتے ہیں۔

> 1837ء میں نیو یارک شہر کے مزدوروں نے بھوک اور غربت کے ہاتھوں تنگ آکر آٹے کے اسٹور تک لوٹ لیے تھے۔1935ء میں فلاڈلفیا میں 50 مختلف صنعتی شعبوں میں Trade Union قائم ہوئیں اور اس دور میں وہاں کام کے اوقات کار 10 گھنٹے

کروانے پر زبردست احتجاج ہوئے۔ 1840ء میں پورے امریکا میں مزدوروں نے اپنے معاوضوں میں اضافہ کے لیے ہڑتالیں کیں۔ 1857ء میں نیو جرسی کے شہر نیویارک میں ہزاروں بے روزگار افراد نے جلوس نکالے جو ملازمتوں کے لیے مطالبات کر رہے تھے ان کا نعرہ تھا"ہمیں کام چاہیے"۔ امریکا میں خواتین ورکرز کی پہلی منظم ہڑتال 1825ء میں ہوئی تھی۔1835ء میں ٹیکسٹائل میں کام کرنے والی خواتین ورکرز نے فیکٹری گرلز ایسوسی ایشن قائم کی۔اور فیکٹریوں کے غیر صحت مند ماحول کو بہتر بنانے کے لیے ہڑتالیں کیں۔

تحریر:شوکت علی،چودھری،روزنامہ جسارت،ج:47،شمارہ،66،ص:3

پاکستان میں مختلف مواقع پر مزدوروں کی طرف سے اپنے حقوق کے حصول کی جدوجہد ہوتی رہی۔رضی الدین لکھتے ہیں

مارچ1969ءمیں صوبہ مغربی پاکستان میں 25لاکھ مزدوروں نے اپنے حقوق کے لیے ہڑتال اور مظاہرے کیے۔

رضی الدین رضی،پاکستان1947سے1997ء،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،1997ء،ص:449

جنوری1970ءڈھاکہ میں ہنگامے،شہر میں احتجاجی ہڑتال ہوئی۔ص:463 جون1970ءمیں ڈھاکہ میں مزدوروں نے بجلی گھر کا گھیراؤ کر لیا جس کی وجہ سے صوبائی دارلحکومت نارائن مکمل طور پر تاریکی میں ڈوب گئے۔ص:470 فروری 1978ء ملتان کالونی ٹیکسٹائل ملز کے مزدور اپنے مطالبات کے حصول کے لیے مل مالکان کے گھر کی جانب مارچ کرتے ہوئے پہنچے توان نہتے مزدوروں پر گولیا ں چلادی گئیں۔ جس میں مزدور قیادت سمیت بیسیوں مزدور وں کا خون ناحق بہادیا گیا۔

رضی الدین رضی،پاکستان 1947 سے 1997ء،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز ،1997ء،ص: 470-463

پاکستان میں حالیہ برسوں میں ابھرنے والی مزدور تحریک کا عمومی کردار ابھی تک فوری معاشی مطالبات کے گرد بننے والی ایک دوسرے سے الگ تھلگ اور بکھری ہوئی بے شمار چھوٹے اور درمیانے درجے کی تحریکوں پر بنی ہے۔ اگرچہ وقفے وقفے سے مختلف اداروں اور محکموں کے محنت کشوں کی جانب سے سماج کی سطح پر واضح نظر آنے والی صوبائی یا ملک گیر سطح کی بڑی ہڑتالیں اور احتجاج بھی کئے گئے جن میں ینگ ڈاکٹرز کی تحریک، 2015ء میں واپڈا ورکرز کی نجکاری مخالف تحریک، 2016ء میں PIA میں ہونے والی ہڑتال، 2017ء میں ہونے والی ریلوے ڈرائیورز کی ہڑتال، پیرامیڈکس اور اساتذہ کی تحریکیں قابل ذکر ہیں لیکن یہ تحریکیں مزدور تحریک کے عمومی کردار کو فوری طور پر تبدیل نہ کر سکیں۔

ٹرانسپوٹرز کا احتجاج

پبلک ٹرانسپورٹ ہو یا اشیاء خورد ونوش کی ترسیل کرنے والے ٹرانسپوٹرز ہوں۔ان کی اہمیت ملک کی معیشت اور آمدو رفت میں واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ ملکی تاریخ میں متعدد بار ان طبقات کی طرف سے پہیہ جام ہڑ تال کی کال دی گئی جس کی وجہ سے ملکی میں بحران کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

مئی 2017 میں گڈز ٹرانسپورٹ کی ہڑتال کی وجہ سے کراچی میں خوردنی اشیا کی کمی کے باعث ملکی تجارت کو شدید خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔روزنامہ ایکسپریس کے مطابق

> کراچی گڈز ٹرانسپوٹرز کی ہڑتال نویں روز بھی جاری رہی ،پورے ملک سے 48 ارب روپے کی مالیت کی درآمدات وبرآمدات رک گئیں،صدر گڈز ٹرانسپوٹرز ایسوسی ایشن نے کہا کہ شہر میں داخلے کے احکامات چاہیے وہ نہیں ملے صرف یقین دہانی کرائی گئی راستہ ملے بغیر کام نہیں کریں گے۔طویل دورانیے کی ہڑتال سے متاثر ہو کر کراچی کے 90 فیصد صنعتکاروں نے بطور احتجاج فیکٹریوں کی چابیاں اپنی متعلقہ ایسوسی ایشنز کے حوالے کر دی ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ اربوں کا نقصان ہو رہا ہے حکومت ہڑتال ختم کروانے میں کردار ادا کرے۔

روزنامہ ایکسپریس لاہور،17 مئی 2017ء،ج:7،شمارہ:79،ص:1

اسی طرح اس سے قبل کوئٹہ میں آل بلوچستان کی طرف سے بھی اس قسم کی ہڑتال دیکھنے میں آئی جو کہ پبلک ٹرانسپورٹ کی طرف سے تھی۔روزنامہ آزادی کے مطابق

اپریل 2015 میں کوئٹہ میں آل بلوچستان اتحاد کی جانب سے ہڑتال کی گئی۔بلوچستان تمام قومی شاہراہیں بند رہیں جس کے باعث صوبے میں دور دراز علاقوں سے آنے والے مسافروں،مریضوں اور خواتین کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔کئی اضلاع میں اشیاء خورد نوش کی قلت پیدا ہو گئی ٹرانسپوٹروں نے دھمکی دی کہ اگر ہمارے مطالبات تسلیم نہ کیے گئے تو 1500 بسوں اور ویگنوں کو آگ لگا دیں گے۔

روزنامہ آزادی کوئٹہ،26 اپریل 2015ء،ج:18،شمارہ 118،ص:1

صحافی طبقہ کا احتجاج

2005ء میں آزادیِ صحافت کے عالمی دن کے موقع پر پاکستان میں صحافیوں کی نمائندہ تنظیم فی ڈرل یونین آف جرنلسٹ کی اپیل پر اسلام آباد اور لاہور میں نکالے گئے جلوسوں پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا اور متعدد صحافیوں کو حراست میں لے لیا۔پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ کے سرگرم رکن سی آر شمسی نے بی بی سی اردو نیوز کو بتایا:

آزادی صحافت کے عالمی دن کے حوالے سے پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ نے ملک گیر سطح پر پاکستان میں آزادی صحافت کے خلاف ”کالے قوانین“ اور صحافیوں کی اجرتوں میں اضافے کے لیے منظور کیے گئے ویج ایوارڈ پر عملدرآمد کے

لیے پر امن مظاہرہ کیا تھا اس سلسلے میں وزیر اعظم کو ایک یاداشت پیش کرنے کا فیصلہ کیا جس کے لیے ہم وزیر اعظم سیکرٹریٹ جانا چاہتے تھے۔ جس پر پولیس نے حملہ کرکے صحافیوں کو زدوکوب کیا اور ان کے کیمرے چھین لیے۔

https://www.bbc.com/urdu/pakistan/story/2005/05/050503_journos_arrested_an.shtml

بعد ازاں صحافیوں کی گرفتاریوں کے خلاف پارلیمنٹ ہاؤس کے اجلاس کے لیے جمع ہونے والے صحافیوں نے احتجاجاً واک آوٹ کیا۔

حکمرانوں کے خلاف احتجاج

پاکستان کی تاریخ میں مقتدر طبقات ہمیشہ زیر عتاب رہے، جس کی وجہ حکمران جماعت کی ناقص منصوبہ بندی اور اقتدار پر قابض رہنے کی خواہش تھی۔ جنرل ایوب خان کے بعد تقریباً کوئی صاحب اقتدار ایسا نہیں گزرا جس کے خلاف اپوزیشن جماعتوں نے احتجاج نہ کیا ہوا۔ دوسری طرف عوام بھی صاحب اقتدار لوگوں سے مطمئن نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کے وطن عزیز مختلف مسائل اور بحرانوں کا شکار رہا۔ ذیل میں ہم مقتدر طبقات کے خلاف اپوزیشن جماعتوں کے چیدہ چیدہ احتجاجات اور مظاہروں کا ذکر کریں گے۔

جنرل ایوب خان کے خلاف احتجاج

جنرل ایوب خان کے خلاف آغاز ہی سے ہڑتالوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا جس میں تعلیمی پالیسی پر زبردست رد عمل دیکھنے میں آیا۔ 30 اکتوبر 1959ء کو تعلیم کی اصطلاح سے متعلق حکم جاری کیا جس پر ایک تعلیمی کمیشن تشکیل دیا گیا اس کمیشن نے 26 اگست 1959ء کو اپنی سفارشات باضابطہ صدر پاکستان کو پیش کیں اس کمیشن کو تعلیمی کمیشن 1959ء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کمیشن کے قیام کا بنیادی مقصد مروجہ نظام تعلیم پر عدا طمینان اور اس کی تشکیل نو کے لیے قابل عمل سفارشات مرتب کرنا تھا۔ پروفیسر ظفر حسین لکھتے ہیں

> 1959 کے کمیشن نے تعلیم کے بارے میں تفصیلی سفاشات مرتب کیں جن میں سے کئی ایک پر بعد میں عمل دارآمد بھی ہوا بیشتر تجاویز سرد خانے کی نظر ہوگئیں۔ ان میں سے بھی کئی ایک ایسی تھیں جن کے خلاف طلبہ، اساتذہ اور معاشرے کے دیگر افراد نے صدائے احتجاج بلند کیا۔ اس امر کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ کمیشن کی سفارشات نہ تو قیام پاکستان کے مقاصد کے مطابق تھیں اور نہ ہی قومی فلسفہ حیات کی بنیاد پر استوار ہوئی تھیں۔ کیونکہ کمیشن فوجی آمر کا تشکیل دیا ہوا تھا عام پڑھے لکھے اور جمہوریت پسند افراد کا خیال تھا کہ آمریت کی سرپرستی میں ہونے والی اصلاح تعلیم کی کوئی بھی کوشش تعلیم کی اصل تخلیقی اور جمہوری صلاحیتوں کو اجاگر نہیں کرسکتی۔

ظفر حسین خان، پروفیسر (1989). تاریخ تعلیم، کراچی، ص:354

جنرل ایوب خان کی حکومت کے خلاف مختلف سیاسی جماعتوں جن میں مجیب الرحمن کی عوامی لیگ جمعیت العلمائے اسلام نیشنل عوامی لیگ نے مل کر اتحاد بنایا اور اس کو مجلس جمہوری عمل کا نام دیا گیا۔ مجلس جمہوری عمل نے اپنے مطالبات تسلیم نہ کیے جانے تک انتخابات میں حصہ نہ لینے کا اعلان کیا

مرتضیٰ انجم لکھتے ہیں:

> تحریک جمہوریت نے اپنے اجلاس میں 17 جنوری 1969 سے ملک گیر جلسے جلوسوں اور مظاہروں کے آغاز کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ 17 جنوری کو پورے ملک میں احتجاجی جلوس نکالے گئے۔ سو افراد کی گرفتاری کے علاوہ شہر میں توڑ پھوڑ کے واقعات بھی ہوئے۔ 20 جنوری کو فائرنگ کے نتیجے میں مشرقی پاکستان میں ایک طالب علم ہلاک ہو گیا۔ اس سے اگلے روز ایک اور طالبعلم پولیس کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ مشتعل مظاہرین اب پولیس کے ساتھ باقاعدہ جنگ لڑ رہے تھے۔ ڈھاکہ ہائی کورٹ بار نے پولیس تشدد کے خلاف ایک قرار داد منظور کی جس میں موجودہ آمرانہ حکومت کی زیادتیوں کی پر زور مذمت کی تھی۔ 23 جنوری کو مغربی پاکستان میں مردان سرگودھا، لاہور اور سیالکوٹ اور چارسدہ میں بھی مظاہرے کیے گئے۔ فوج طلب کر لی گئی مشتعل ہجوم نے ریلوے سٹیشن کو زبردست نقصان پہنچایا۔

مرتضیٰ انجم (2009ء). کون کیسے گیا؟، لاہور، دارالشعور، بک سٹریٹ، ص:132

یحییٰ خان کے خلاف احتجاج

یحییٰ خان کی شراب نوشی کے قصے عام تھے۔ ان کے دور اقتدار میں پاکستان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس کے خلاف لوگوں کا اشتعال میں آنا فطرتی امر تھا۔ منیر احمد لکھتے ہیں

> جب ملک دولخت ہو گیا تو ان کے خلاف سخت مظاہرے ہوئے۔ مشتعل ہجوم نے یحییٰ خان کے گھر کا رخ کیا اگر جماعت اسلامی آخری وقت میں اپنی پالیسی تبدیل نہ کرتی تو یحییٰ خان کا گھر تباہ ہو جاتا ۔جماعت اسلامی نے کارکنوں اور شرکاء جلوس سے کہا کہ حقیقت میں قصور یحییٰ خان کا نہیں ،شراب کا ہے جس نے انہیں ہوش سے بیگانہ کیا تھا اس لیے آؤ اس لعنت کو ختم کر ڈالیں۔۔ جماعتِ اسلامی نے جلوس کا رخ شراب کی دکانوں کی طرف موڑ دیا اور پشاور کی بعض سڑکوں اور گلیوں میں پانی کی جگہ شراب بہنے لگی۔ مظاہرین نے شراب کی دکانوں کو لوٹ کر سڑک پر بوتلیں توڑ دی تھیں۔

منیر احمد (1993). پاکستان کے سیاسی اتحاد، لاہور، فرنٹیئر پوسٹ پبلی کیشنز، ص:67،68

مرتضیٰ انجم لکھتے ہیں:

فروری 1969ء کو اپوزیشن کی اپیل پر پورے ملک میں ہڑ تال کی گی۔ تمام کاروباری ادارے اور ذرائع آمدورفت بند رہے پاکستان کی تاریخ میں یہ دوسری ملک گیر ہڑتال تھی۔اس ہڑتال کا مقصد حکومت سے اپنے مطالبات منوانے کے لیے اس پر دباؤ ڈالنا تھا۔ہنگامے فتنے فساد، نظریاتی چپقلش جماعتی اختلافات، تصادم، ہڑتالیں، تامرگ فاقے، مظاہرے، جلوس اور مارچیں روزمرہ زندگی کا معمول بن چکے تھے۔

مرتضیٰ انجم (2009ء). کون کیسے گیا؟،لاہور، دارالشعور، بک سٹریٹ،135

ایوب خان کا استعفیٰ

ملک کی بگڑتی صورتحال، آئے روز احتجاجوں، جلسے جلوسوں اور ہنگاموں سے تنگ آکر بالآخر صدر ایوب خان نے اقتدار سے الگ ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ مرتضیٰ انجم لکھتے ہیں
ایوب خان کے آخر الفاظ یہ تھے:

میں نے اس ملک کے لیے جو مجھ سے ہو سکتا تھا میں نے کیا۔ میرا ایمان ہے کہ میرے دورِ حکومت میں ملک نے غیر معمولی ترقی کی ہے۔میرا خیال ہے کہ اب فوج کو حکومت سنبھال کر حالات معمول پر لانے چاہیے میں نے یہ فیصلہ بڑی مشکل اور دکھے ہوئے دل سے کیا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں یہ اقدام کتنا ہی ناخوشگوار کیوں نہ ہو قوم کے مفاد کے حق میں بہترین ثابت ہو گا۔ میں خوش ہوں اور میری دعا ہے کہ ملک سلامت رہے۔

مرتضیٰ انجم (2009ء). کون کیسے گیا؟،لاہور، دارالشعور، بک سٹریٹ،145،144

ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف احتجاج

1971ء میں زمام اقتدار ذولفقار علی بھٹو کے ہاتھ آئی تو انہوں نے باقی ماندہ پاکستان کو جدید فلاحی ریاست بنانے کا عزم کیا۔نئے پاکستان کا متفقہ آئین،ایٹمی پروگرام کی داغ بیل ،امت مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا کرنے کی عظیم کوششیں، قادیانیوں کو قلیت قرار دینا اور ہمہ جہت اصلاحات کا نفاذ ان کے ناقابل فراموش کارنامے ہیں۔1977ء کے انتخابات میں مبینہ دھاندلی کے الزامات ان کے زوال کا سبب بنے۔اس پر اپوزیشن جماعتوں نے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نام سے بھرپور تحریک چلائی چنانچہ ذوالفقار علی بھٹو کا اقتدار بھی احتجاج، جلسے جلوسوں اور ہڑتالوں کی نظر ہوا۔رضی الدین رضی لکھتے ہیں:

مارچ 1977ء میں قومی اتحاد نے انتخابات میں دھاندلی کے خلاف ملک گیر ہڑتال کی کال دے دی جس پر لاہور، پنڈی ملتان، حیدرآباد اور دوسرے شہروں میں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ پشاور میں مشتعل ہجوم پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔ قومی اتحاد نے ازسرنو انتخابات کا مطالبہ کر دیا۔لاہور

میں ہنگاموں اور فائرنگ کی وجہ سے 16 افراد جاں بحق ہوئے لاتعداد زخمی ہونے والے میں شامل تھے۔ پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کے گھروں کو نذر آتش کرنے کی کوشش کی گئی۔ کراچی ہنگاموں میں متعدد افراد بھی ہلاک ہوئے قومی اتحاد کے کارکنوں اور پیپلز پارٹی کے کارکنوں میں دست بدست لڑائی ہوئی شہر میں کرفیو نافظ کر دیا گا۔ کرفیوں کی خلاف ورزی پر 5 افراد کو گولی مار دی گئی ئپورے ملک میں پہیہ جام، زندگی مفلوج، آگ وخون کا رقص تھا حیدر آباد اور لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔

رضی الدین رضی، پاکستان 1947 سے 1997ء، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 1997ء، ص:615،619

مرتضیٰ انجم لکھتے ہیں:

لاہور میں پہلا احتجاجی جلوس 14 مارچ کو دفعہ 144 کی خلاف ورزی کرتا ہوا نیلا گنبد سے روانہ ہوا۔ جلوس کے شرکاء پرامن تھے اور کلمہ طیبہ کا ورد کر رہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس جلوس میں تقریباً ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔ حکومت اس ملک گیر احتجاجی تحریک کو بزور بازو دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔ چنانچہ قومی اتحاد کے تمام سرکردہ راہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ جس سے عوام میں مزید اشتعال پیدا ہوا یہاں تک کہ کراچی کے بعض حصوں میں کرفیو لگانا پڑا۔

مرتضیٰ انجم (2009ء). کون کیسے گیا؟، لاہور، دارالشعور، بک سٹریٹ، ص:177

بھٹو کی پھانسی اور احتجاجی تحریک

ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی کے بعد پیپلز پارٹی نے حتی المقدور کوشش کی کہ ملک میں احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع کیا جائے کہ ناقص منصوبہ بندی کے باعث پیپلز پارٹی کی قیادت عوام کو سڑکوں پر لانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

منیر احمد لکھتے ہیں:

31 دسمبر 1985ء میں جب مارشل لاء ختم ہوا تو بے نظیر بھٹو نے پاکستان آنے کا فیصلہ کر لیا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ پاکستان میں جمہوریت کو آزمانے جا رہی ہیں کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ انہیں دوبارہ گرفتار نہ کر لیا جائے۔ 10 اپریل 1986ء کو وہ لاہور ائیر پورٹ پر پہنچیں تو ان کا تاریخی استقبال ہوا۔ عوام کے اتنے بڑے اجتماع کی پاکستان کے سیاسی اجتماعات میں کوئی نظیر نہ تھی۔ بے نظیر بھٹو اپنے تاریخی استقبال سے اس قدر خوش ہوئیں کہ انہیں غلط فہمی ہو گئی کہ عوام احتجاجی تحریک میں بھی ان کا ساتھ دیں گے۔ اگر وہ منصوبہ بندی کے ساتھ تحریک شروع کرتیں تو ایسا ممکن تھا لیکن انہوں نے عجلت میں احتجاجی تحریک چلانے کا فیصلہ کیا۔ ضیاء الحق نے بے نظیر بھٹو کے چند قریبی ساتھیوں کے ساتھ ساز باز کر کے احتجاجی تحریک پر اکسایا تھا تاکہ وہ تھریک کو کچل کر ثابت کر

دیں کہ عوام کی اکثریت بھٹو خاندان کے ساتھ نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بے نظیر بھٹو نے منصوبہ بندی کے بغیر تحریک شروع کر دی جسے ضیاء نے 3 دن کے اندر کچل کر رکھ دیا۔

منیر احمد (1993). پاکستان کے سیاسی اتحاد، لاہور، فرنٹیئر پوسٹ پبلی کیشنز، ص:122

ضیاالحق کے خلاف احتجاج

مارشل لاء کا تجربہ ملکی ترقی کے لیے اگرچہ بہت زیادہ فائدہ مند نہیں رہا مگر بہت سے ترقیاتی کام بھی ان ادوار میں ہوئے۔ پاکستان مختلف جرنیلوں نے مارشل لاء کے نتیجے میں اقتدار حاصل کیا اور بعد ازاں اس پر قابض ہو کر اس کے طول دینے کی کوشش کی گئی۔ خالد کاشمیری لکھتے ہیں

> جنرل ضیاء الحق کی طرف سے مارشل لاء کی سیاہ رات میں اپنے اقتدار کو طول دینے کی کوششیں اپنی جگہ تھیں مگر اس کے ساتھ ساتھ ملک کی جمہوریت پسند سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں اور کارکنوں نے احتجاج کا سلسلہ جلسے جلوسوں اور مظاہروں کی شکل میں بدستور جاری رکھا۔ جس کے نتیجے میں 1977ء میں ملک بھر کے سیاسی کارکنوں بالخصوص پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنماؤں اور اس سے وابستہ عوام کی گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں۔

خالد کاشمیری، جنرل ضیاء کے سیاسی تضادات، لاہور، عکس جہاں پبلی کیشنز، 1995ء، ص:30

ایم کیو ایم کا احتجاج

1990ء میں سندھ میں ایم کیو ایم اور مسلم لیگ کے اتحاد کے بعد کراچی میں ہنگاموں اور قتل غارت گری کا سلسلہ شروع ہوا اور اپریل 1990ء میں الطاف حسین نے بھوک ہڑتال کی ان ہنگاموں پر قابو پانے کے لیے محترمہ بے نظیر نے قائم علی شاہ کی جگہ شعبان میرانی کو سندھ کا وزیر اعلیٰ بنایا۔ لیکن متحدہ اپوزیشن نے ایک انتہائی اہم اجلاس میں جس میں نواز شریف شامل تھے محترمہ کی حکومت ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ غلام اسحاق نے اپوزیشن کے ساتھ مل کر 6 اگست 1990ء کو بے نظیر حکومت کو برطرف کر کے اسمبلیاں توڑ دیں۔

شاہد مختار، پاکستان میں فوجی حکومتیں ایوب خان سے پرویز مشرف تک، لاہور، شاہد پبلشرز اینڈ بک سیلرز، س-ن، ص:153

محترمہ بے نظیر اور اسحاق خان کے درمیان اختلافات کی ابتداء سارک ممالک کی چوتھی سربراہی کانفرنس کے موقع پر اس وقت ہوئی جب بے نظیر اور راجیو گاندھی نے ایک مشترکہ کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے مسلح افواج میں کمی کا جائزہ لینے کا اعلان کی۔ اس اعلان کے بعد اسحاق خان اور جنرل اسلم بیگ نے نوابزادہ نصر اللہ کو حکومت کے خلاف احتجاجی تحریک کے لیے استعمال کیا۔

شاہد مختار، پاکستان میں فوجی حکومتیں ایوب خان سے پرویز مشرف تک، لاہور، شاہد پبلشرز اینڈ بک سیلرز، س-ن، ص:149

اذان مہم

1992ء میں سندھ کے شہری علاقوں خصوصاً کراچی اور حیدر آباد میں ایم کیو ایم کی طاقت کو کچلنے کے لیے آپریشن شروع کیا گیا جس کو آپریشن کلین اپ کا نام دیا گیا۔

منیر احمد لکھتے ہیں کہ

ایم کیو ایم کی مرکزی قیادت نے جب دیکھا کہ آزمائش کی اس گھڑی میں کوئی سیاست دان اور جرنیل ان کی مدد کے لیے آمادہ نہیں ہے تو الطاف حسین نے اپنے کارکنوں کو کہا کہ وہ اذان مہم شروع کر دیں۔ چنانچہ کراچی اور حیدر آباد میں ایم کیو ایم سے تعلق رکھنے والے کارکنوں نے اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر کھڑے ہو کر اذانیں دینا شروع کر دیں ظاہر ہے کہ طاقتور کے سامنے احتجاج کرنے کا یہ سب سے کمزور ترین انداز تھا۔

منیر احمد، بحرانوں کا دور، لاہور، تخلیقات، 2000ء، ص:125

بے نظیر بھٹو کا لانگ مارچ

احتجاج کی ایک صورت لانگ مارچ ہے۔ اس طریقہ کا بھی پاکستان کی سیاسی جماعتوں نے استعمال کرتے ہوئے اپنے مطالبات منوانے کے لیے استعمال کیا

> 1990ء میں بے نظیر بھٹو نے پی ڈی اے (پاکستان ڈیمو کریٹک الائنس) کی قیادت میں فیصل آباد میں ایک جلسہ عام کے دوران لانگ مارچ کرنے کا اعلان کر دیا۔ پی ڈی اے نے ایک سیاسی غلطی یہ کی کہ اس نے کسی دوسری سیاسی جماعت کو اعتماد میں نہ لیا۔ نواب زادہ نصر اللہ خان اور نواب اکبر بگٹی بن بلائے مہمان کی طرح لانگ مارچ میں شریک ہونے کے لیے تیار نہ تھے اور ان کا مطالبہ تھا کہ بے نظیر بھٹو پہلے بلوچستان اسمبلی سے باہر نکلیں۔ اگر بے نظیر بھٹو اپنے دو صوبائی وزیروں کی قربانی دے دیتی تو اسلامی جمہوری محاذ اور نیشنل ڈیمو کریٹک الائنس کے رہنما اور کارکن بڑی تعداد میں لانگ مارچ میں شامل ہوتے۔ نواب اکبر بگٹی لانگ مارچ میں شرکت کے لیے بلوچستان سے جب جلوس لے کر اسلام آباد کی طرف مارچ کرتے تو وفاقی حکومت کو مصیبت پڑ جاتی ۔ حکومت نے اعلان کیا کہ وہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف سخت ایکشن لیں گے اور امنِ عامہ کا مسئلہ پیدا کرنے کی کوشش کرنے والوں کی ٹانگیں اور ہاتھ توڑ دیں گے۔ اسلام آباد میں وزیر اعظم کی زیر صدارت ایک اجلاس میں پہلے ہی فیصلہ کیا جا چکا تھا کہ پی ڈی اے کی قیادت کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ 18 نومبر کی صبح لاہور اور اسلام آباد جانے والی سڑکوں پر وحشت و بربریت کا بدترین مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ پولیس نے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو زبردست تشدد کا نشانہ بنایا۔

منیر احمد (1993). پاکستان کے سیاسی اتحاد، لاہور، فرنٹیئر پوسٹ پبلی کیشنز، ص:199-202

لانگ مارچ کو کچلنے کے لیے نواز شریف نے اپوزیشن کے تمام سیاستدانوں کے ٹیلی فون کاٹ دیے، چاروں صوبوں کا ایک دوسرے سے رابطہ منقطع کر دیا، مواصلات کا نظام معطل اور سڑکوں کو بند کر دیا، اٹک پل پر پختہ دیوار بنا کر مورچے قائم کر دیے شاہد مختار لکھتے ہیں

> راوی پل پر ہزاروں کی تعداد میں پولیس متعین کر دی اور بیگم نصرت بھٹو کو گوجرانوالہ کے قریب زخمی حالت میں گرفتار کر لیا۔ ان کی گرفتاری پر لاہور میں ہنگامے برپا ہوئے۔ جن میں پولیس نے اندھادھند لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال کیا۔ رد عمل میں مظاہرین نے بھی پولیس کی خوب پٹائی کی۔ 9 جولائی 1993 میں محترمہ نے ایک مرتبہ پھر قومی حکومت کے قیام، آئینی اصلاحات کے پیکج اور نئے انتخابات کا مطالبہ کرتے ہوئے لانگ مارچ کا الٹی میٹم دیا۔ بالآخر 17 جولائی 1993 کے اجلاس میں صدر اور چیف آف آرمی سٹاف کی موجودگی میں نواز شریف نہ صرف ڈکٹیشن لی بلکہ استعفی بھی دیا۔

شاہد مختار، پاکستان میں فوجی حکومتیں ایوب خان سے پرویز مشرف تک، لاہور، شاہد پبلشرز اینڈ بک سیلرز، س-ن، ص:166،165

جنرل پرویز مشرف کے خلاف احتجاج

جنرل پرویز مشرف نے چیف ایگزیکٹو کا عہد سنبھالتے ہی صدر رفیق تارڑ کے علاوہ حکومتی بساط لپیٹتے ہوئے تمام اسمبلیاں معطل کر دیں، وزیر اعظم، ان کی کابینہ اور ان کے رفقائے خاص کا پابند سلاسل کر دیا اور مختلف نوعیت کے مقدمات چلانے کا علان کر دیا انہوں نے اپنا ساتھ نکاتی ایجنڈا بیان کرتے ہوئے اعلان کیا:

> ہم چند ماہ کے لیے نہیں آئے۔ کرپشن کے خاتمے تک اپنا کام جاری رکھیں گے حالات درست ہونے میں پانچ سے دس سال تک لگ سکتے ہیں۔

غفور احمد، پروفیسر، (2009ء). پرویز مشرف، آرمی ہاؤس سے ایوان صدر تک، لاہور، القمر انٹر پرائز، ص:10

جنرل پرویز مشرف کے دور میں امریکہ نے پاکستان کے ساتھ افغانستان میں طالبان کے ساتھ جنگ کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں پاکستان کے داخلی حالات بری طرح متاثر ہوئے۔ ڈاکٹر محمد اشرف خرم لکھتے ہیں

> پاکستان کی سیاسی جماعتوں نے پاکستان میں القاعدہ کی آڑ میں امریکی اور پاکستانی افواج کے مشترکہ آپریشن کے خلاف احتجاج کیا اور کہا کہ پاکستانی افواج القاعدہ کی آڑ میں امریکی خوشنودی کے لیے اپنے ہم وطنوں کو قتل کر رہی ہے اس ضمن میں نہ صرف متحدہ مجلس عمل بلکہ اے آر ڈی میں شامل تمام جماعتوں کا ھی موقف ایک ہی ہے کہ مشرف امریکی حمایت میں اس حد تک اندھے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے ہی افواج کے ہاتھوں اپنے ملک کے شہریوں کا قتل عام کروا رہے ہیں۔

خرم، محمد اشرف، ڈاکٹر (2010ء). پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے تعلیم پر اثرات، کراچی، رائل بک کمپنی، ص:354

عدلیہ بحالی تحریک

3نومبر 2007ء کو جنرل پرویز مشرف نے ملک میں ایمر جنسی نافذ کرتے ہوئے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری سمیت سپریم و ہائی کورٹس کے ساٹھ کے قریب ججوں کو معزول کر دیا۔ ایمر جنسی کے نفاذ اور اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی معطلی کے خلاف پاکستان بھر سے وکلاء نے احتجاجی تحریک شروع کی۔ وکلاء، سول سوسائٹی، طلباء اور سیاسی جماعتوں کے بھرپور مظاہرے نے آزاد عدلیہ کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کا عزم کیا اور16مارچ 2009 کو انہیں پھر ان کے منصب پر بحال کر دیا گیا اور اس طرح ڈیڑھ سال کے عرصے بعد چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے 24 مارچ 2009کودوبارہ اپنے کام کا آغاز کیا۔

آغا منیر، جمہوریت میں عدلیہ کا کردار، ص:22

سول نافرمانی کی تحریکیں

سول نافرمانی عام طور پر حکومت کو بطور احتجاج محصولات جمع کروانے سے انکار کرنا ہے۔ جس میں کی مختلف صورتوں میں بجلی، ٹیلی فون، گیس، پانی اور دیگر ایسے بلز ادا کرنے سے انکار کر دینا جن سے حکومت کو پیسہ آتا ہو۔

پاکستان بننے کے بعد مختلف سیاسی جماعتوں نے سول نافرمانی کی دھمکیاں تو دی تھیں مگر ایک بار ہی سول نافرمانی کی تحریک چلائی گئی۔ 1977ء میں پاکستان قومی اتحاد نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے کا اعلان کیا، برصغیر میں سول نافرمانی کی تاریخ میں سب سے پہلے سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز گاندھی نے مارچ1930 ء میں برطانوی راج کے خلاف کیا تھا۔ گاندھی نے احمد آباد اپنے ساتھیوں کے ساتھ سول نافرمانی کی تحریک شروع کی۔ انہوں نے یہ تحریک نمک کے بارے قانون سالٹ لاء کے خلاف شروع کی۔

Civil disobedience's main goal typically is to try to arouse and inspire others to join and do something. Well, sometimes that is a good tactic, sometimes not.

1965ء کی پاک بھارت جنگ بندی کے نتیجہ میں معاہدہ تاشقند طے پایا گیا۔ اس معاہدہ کو مغربی پاکستان میں بہت سی جماعتوں نے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ طلباء نے اس کے خلاف مظاہرے کیے۔ اور مختلف طرز میں لوگوں نے احتجاج کیے۔ جمعیت علماء اسلام، جماعت اسلامی اور این آئی پی نے معاہد تاشقند کو یکسر مسترد کر دیا۔ اور اس کو پاکستان کے خلاف سازش قرار دیا۔ جبکہ مشرقی پاکستان میں اس کی حمایت کی گئی۔

منیر احمد لکھتے ہیں:

مغربی پاکستان کی عام جماعتیں اس کے خلاف متحد ہو گئیں۔ حتی کہ کونسل مسلم لیگ اور عوامی لیگ نے ملک کی تاریخ میں پہلی دفعہ سول نافرمانی کی طرز پر تحریک چلانے کا علان کر دیا۔ ان حالات میں تمام اپوزیشن جماعتوں نے نیشنل کانفرنس طلب کرنے کا فیصلہ کیا اور اس فیصلے کے احترام میں کونسل مسلم لیگ اور عوامی لیگ نے سول نافرمانی کی تحریک ملتوی کر دی۔

منیر احمد (1993). پاکستان کے سیاسی اتحاد، لاہور، فرنٹئیر پوسٹ پبلی کیشنز، ص:52

مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کی رہائی کے لیے بھی ملک میں احتجاجی تحریکیں ہوتی رہیں لیکن طلباء کی طرف سے سول نافرمانی کی دھمکی بھی دی گئی۔ مرتضی انجم لکھتے ہیں:

1969ء میں حکومت کے خلاف احتجاجات کا سلسلہ جاری تھا لاہور اور دیگر شہروں میں مظاہروں کی وجہ سے زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن نے کراچی کے ایک جلسے میں اعلان کیا کہ اگر بھٹو سمیت قیدیوں کو رہا نہ کیا گیا تو ملک میں سول نافرمانی کی تحریک چلائی جائے گی۔

مرتضی انجم (2009ء). کون کیسے گیا؟، لاہور، دارالشعور، بک سٹریٹ، ص:136

پی ٹی آئی کے سربراہ عمران خان نے پیپلز پارٹی کے دور اقتدار میں سول نافرمانی کی دھمکی دی بعد ازاں عمران خان نے نواز شریف کی حکومت پر دھاندلی کے خلاف دھرنے میں سول نافرمانی کا اعلان کیا تھا۔ ڈان نیوز کے مطابق

"پاکستانی اپوزیشن جماعت تحریک انصاف کے سربراہ نے اسلام آباد میں جاری حکومت مخالف دھرنے سے خطاب میں کہا ہے کہ عوام حکومت کو ٹیکس ادا کرنا بند کر دیں اور سول نافرمانی شروع کر دی جائے۔"

https://www.dw.com/ur/17/08/2014

ٹرین مارچ

پاکستان سٹیل ملز حکمرانوں کی ناقص پالیسی کی وجہ سے جب خسارے کا شکار ہوئی اور نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ اس میں کام کرنے والے محنت کش اپنی اجرتوں اور بقایا جات سے بھی محروم ہونے لگے تو اسٹیل ملز کے محنت کشوں نے کراچی سے اسلام آباد ٹرین مارچ کا اعلان کیا اور مطالبات پورا ہونے تک دھرنا دینے کا فیصلہ کیا۔ ماجد اصغر لکھتے ہیں:

نومبر 2017ء کے اوائل میں جوائنٹ ایمپلائز ایکشن کمیٹی سٹیل ملز پاکستان کے زیر اہتمام کراچی کینٹ اسٹیشن سے اسلام آباد کے لئے ٹرین مارچ کا آغاز کیا گیا، 4 نومبر کو ٹرین مارچ اسلام آباد پہنچا۔ اپوزیشن جماعتوں کے قائدین پیپلز پارٹی کے خورشید شاہ محنت

کشوں سے اظہار یکجہتی کرنے آئے اور محنت کشوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم حکومت سے پر زور مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ ان محنت کشوں کے تمام مطالبات پورے کئے جائیں اور اسٹیل ملز لوٹنے والے چوروں اور لٹیروں کا احتساب کیا جائے۔

پاکستان عوامی تحریک کا احتجاج

دھرنا سیاست میں پاکستان عوامی تحریک کو خاصی شہرت ملی۔ عوامی تحریک نے ملکی تاریخ میں ایک سے زائد مرتبہ دھرنے دیے۔ سب سے پہلا دھرنا جنوری 2013ء میں انتخابی نظام کی اصلاح کے لیے دیا جو کہ پانچ روز تک جاری رہا۔ دوسری مرتبہ عوامی تحریک نے اسلام آباد پارلیمنٹ کے سامنے دھرنا دیا جو کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی ایف آئی آر کے لیے دیا گیا۔ تیسری مرتبہ اسی جماعت کی طرف سے سانحہ کی رپورٹ کا پبلک کرنے کے لیے دیا گیا۔

2013ء کے انتخابات سے عوامی تحریک نے بائیکاٹ کر دیا اور الیکشن لڑنے کی بجائے پورے ملک میں دھرنے دینے کا اعلان کر دیا۔ سبط جمال پٹیالوی لکھتے ہیں:

> پاکستان عوامی تحریک نے ڈھونگ انتخابات کو مسترد کرتے ہوئے وطن عزیز کے 300 سے زائد شہروں میں پر امن دھرنے دیے۔ ان دھرنوں میں شریک لاکھوں مرد و خواتین، بزرگ اور بچوں نے کرپشن، بدعنوانی اور ظالمانہ نظام کے خلاف اپنی بیزاری کے اعلان کا اظہار کیا۔

سبط جمال، (2016ء). کاروان انقلاب، لاہور، حسین ٹریڈرز، ص:153

2014ء میں انتخابات کو پورے ایک سال مکمل ہونے کے بعد عوامی تحریک نے ملک بھر میں احتجاجی ریلیاں نکالی اور دھرنے دیے روزنامہ نوائے وقت کے مطابق

> ملک کے مختلف شہروں میں عوامی تحریک نے ریلیاں نکالیں ق لیگ کے رہنما مونس الٰہی کی قیادت میں ایک بڑی ریلی نے لاہور میں عوامی تحریک کی ریلی میں شرکت کی۔ نوائے وقت رپورٹ کے مطابق لاہور میں سینیٹر کامل علی آغا کی قیادت میں ق لیگ کا وفد بھی ریلی میں شریک ہوا۔ جبکہ سنی اتحاد کونسل کے مرکزی چیئرمین صاحبزادہ حامد رضا کی ہدایت پر یوم مذمت دھاندلی منایا گیا اور ریلیاں نکالی گئیں۔ طاہر القادری نے کہا عوام کو سیاسی آمریت سے نجات دلانا چاہتے ہیں یہ لوگ مزید رہے تو عوام خودکشیاں کریں گے، فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، خوشاب، شورکوٹ، بہاولپور، بھکر میں بھی احتجاج کیا گیا۔ پاکستان عوامی تحریک چنیوٹ کے زیر اہتمام موجودہ کرپٹ نظام کے خلاف بہت بڑی احتجاجی ریلی نکالی گئی ریلی میں سینکڑوں کارکنوں نے بھرپور شرکت کی۔ ریلی میں خواتین کی کثیر تعداد نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر عوامی تحریک اور تحریک منہاج القران کے علاوہ دیگر ذیلی تنظیموں کے سینکڑوں کارکنوں نے احتجاجی دھرنا بھی دیا۔

روزنامہ نوائے وقت، 11 مئی 2014، ج:74، شمارہ:51، ص:1

تحریک انصاف کا احتجاج

2014ء میں نواز حکومت کے خلاف ایک احتجاجی تحریک کے آثار نمودار ہو چکے تھے۔ دیگر جماعتوں کی طرح تحریک انصاف نے بھی الیکشن کے میں دھاندلی کا الزام لگایا اور ملک کے چار حلقوں میں دوبارہ گنتی کا مطالبہ کیا۔ روزنامہ ایکسپریس کے مطابق:

> پاکستان تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے اتوار کے روز وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کے معروف ڈی چوک میں ایک بڑے احتجاجی جلسے سے خطاب کے دوران الیکشن کمیشن کے تمام ارکان سے استعفیٰ کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ نیا الیکشن کمیشن تشکیل دیا جائے۔ 11 مئی کو دھاندلی کی گئی ایک سال کے بعد کوئی بہتری نہیں آئی۔ انہوں نے کہا الیکشن میں دھاندلی کے خلاف ہم سپریم کورٹ گئے، ٹربیونل میں کیس لے کر گئے۔ الیکشن کمیشن میں ہماری نہیں سنی گئی اور پارلیمنٹ میں بھی آواز اٹھائی، مجبوراً ہمیں احتجاج کرنا پڑا۔

ایڈیٹوریل، روزنامہ ایکسپریس لاہور، ج:14، شمارہ:75، ص:12

پر تشدد احتجاجی تحریکیں

پاکستان کی تاریخ میں ہونے والے احتجاجات اکثر و بیشتر پر تشدد انداز اختیار کیا ہے خصوصاً کراچی میں ہونے والے احتجاجات سے سینکڑوں لوگ لقمہ اجل بنے۔ اس کے پس منظر میں بہت سے عوامل کار فرما تھے۔ مختلف جماعتوں اور تنظیموں کو جب ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے تو نتائج مہلک ہی سامنے آتے ہیں۔

احمد سلیم لکھتے ہیں

> پاکستانی معاشرے میں تشدد ہر طرح کے احتجاج اور جھگڑے کی شکلوں میں ایک علاقائی بیماری ہے۔ اس (بیماری) کے لیے صرف سندھی، مہاجر جھگڑا ہی ضروری نہیں بلکہ جمہوری فوروں میں بھی تشدد بھرپور سطح سرایت کر گئی ہے۔ چاہے قومی انتخابات ہوں، ٹریڈ یونینوں کے جھگڑے ہوں یا طلبہ گروہوں کے، یا فرقہ بندی کے تضادات ہوں، حساب کتاب بے باق کرنے کا واحد ذریعہ تشدد ہی ہے۔ کچھ برسوں پہلے تک گروہوں کے درمیان اختلافات ہاتھا پائی یا بہت ہی بری حالت میں چاقوؤں اور اینٹوں سے حل کیے جاتے تھے۔ اب کلاشنکوف مسائل کو حل کرتی ہے۔ پاکستان میں مختلف کوالٹی کا کافی اسلحہ دستیاب ہے اور کوئی سیاسی گروہ بھی اپنی طاقت کا اظہار اس وقت تک پورا نہیں سمجھتا جب تک کہ یہ اپنی مسلح طاقت کا مظاہرہ نہ کرے۔ چونکہ سیاسی

جماعتوں کی اسلحہ تک پہنچ ہوتی ہے اس لیے جن طلبہ، ٹریڈ یونیوں اور دوسری سماجی تنظیموں کی وہ سرپرستی کرتی ہیں، انہیں ھی اسلحہ بہم پہنچایا جاتا ہے۔

احمد سلیم، سلگتا ہوا سندھ، جنگ پبلشرز، 1990ء، ص:100

خالد کاشمیری لکھتے ہیں:

دسمبر 1986ء کو کراچی میں ہونے والی خونریزی نے ملک کو ہلا کر رکھ دیا۔ 135 افراد ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوگئے۔ تین ریلوے سٹیشن، گیارہ بنک، 5 سو مکانوں اور دکانوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ پورا کراچی دھواں دھواں ہو گیا۔ متعدد کارخانے اور ملیں جلادی گئیں۔ کنبوں کے کنبے آگ کی نذر کر دیے گئے۔ کراچی سے ملک کے دوسرے شہروں میں آنے والی ٹرینوں کی روانگی کا پروگرام تہس نہس ہو گیا۔ اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے بے نظیر بھٹو نے اپنے بیان میں کراچی کے عوام سے خونریزی کا سلسلہ فوری طور پر بند کرنے کی اپیل کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ طبقاتی فسادات کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ غلام مصطفیٰ جتوئی نے کہا کہ حکومت کو کراچی کے شرمناک فسادات پر مستعفی ہو جانا چاہیے۔ تین سے چار روز میں ہونے والے ان فسادات سے تقریباً پونے دو سو کے لگ بھگ لوگ ہلاک ہوئے، ہزاروں زخمی اور کروڑوں کی جائیدا تباہ ہو گئی۔

خالد کاشمیری، جنرل ضیاء کے سیاسی تضادات، لاہور، عکس جہاں پبلی کیشنز، 1995ء، ص:145،144

جنوری 1987ء کو ایک مرتبہ پھر کراچی میں احتجاج پر تشدد ہنگاموں میں تبدیل ہو گیا یہ احتجاج دو لڑکیوں کے اغوا ہونے پر شروع کیا گیا۔ خالد کاشمیری اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

یہ ہنگامے اس وقت شروع ہوئے جب لوگوں کو یہ اطلاع ملی کہ گزشتہ دنوں اغواء ہونے والی دو لڑکیوں سلمیٰ اور اسماء کی نعشیں چوکھنڈی قبرستان میں پڑی ہیں۔ لوگوں کے مشتعل جذبات کو ٹھنڈا کرنے کی بجائے صوبہ سندھ کی حکومت نے چشم پوشی سے کام لیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے روز کراچی اور حیدر آباد خوفناک فسادات کی لپیٹ میں آ گیا۔ نیو کراچی، فیڈرل بی ایریا، سہراب گوٹھ، لیاقت آباد، گلبہاز کالونی اور ملیر میں ہونے والے ہنگاموں نے 1947ء کے ہندو مسلم فسادات کے ہولناک مناظر ایک بار پھر دہرا دیے۔

خالد کاشمیری، جنرل ضیاء کے سیاسی تضادات، لاہور، عکس جہاں پبلی کیشنز، 1995ء، ص:147،146

عصر حاضر میں میں تحریک لبیک کی طرف سے کیے جانے والا احتجاج پر تشدد ہنگاموں میں تبدیل ہوا۔ بی بی سی نیوز کے مطابق

"احتجاج کے دوران اسلام آباد، لاہور، اور کراچی کی متعدد شاہراوں پر مظاہرین نے ٹریفک کو معطل کیے رکھا اور متعدد مقامات پر توڑ پھوڑ کی اطلاعات بھی ملیں اور اب حکومت نے املاک کو نقصان پہنچانے والے افراد کے خلاف کریک ڈاؤن کا اعلان کیا ہے"

https://www.bbc.com/urdu/pakistan-46092426/05/11/2018

احتجاج کے دوران ہونے والے نقصان کا ازالہ اور افراد متاثرہ کی داد رسی کے لیے وزیر اعظم پاکستان نے فوری اقدام کرتے ہوئے ہدایت کی ہے کہ شہریوں کی املاک کو پہنچنے والے نقصانات کا ازالہ کیا جائے جب کہ وزیراعظم نے پنجاب حکومت کو معاوضہ پیکج تیار کرنے کی بھی ہدایت کی ہے۔نوائے وقت کے مطابق

حالیہ احتجاج کے بعد ملک بھر میں ہنگامہ آرائی کرنے والے افراد کے خلاف متعدد مقدمات درج کرتے ہوئے سیکڑوں افراد کو حراست میں لیا جاچکا ہے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور، جمعرات،مارچ،2018ء،ج:77،شمارہ:345،ص:2

تحریک لبیک کا احتجاج

نومبر 2018ء کو سپریم کورٹ کی طرف سے آسیہ مسیح کی بریت کے فیصلہ آنے پر تحریک لبیک نے ملک گیر احتجاج کی کال دی روزنامہ جنگ کے مطابق:

توہین رسالت کی ملزمہ آسیہ بی بی کی بریت کے خلاف پنجاب ،سندھ اور پختونخواہ میں احتجاجی مظاہروں اور دھرنوں کی وجہ سے دفعہ 144 نافذ کر دیا گیا۔جگہ جگہ ہنگامے،توڑ پھوڑ،ٹرینیں میٹرو بسیں اور موبائل سروس بند کر دی گئی۔

روزنامہ جنگ لاہور، یکم نومبر 2018ء،ج:40،شمارہ:20،ص:1

تحریک لبیک کی طرف سے 3 روز تک دھرنا دیا گیا جس میں حکومت سے مذاکرات کے بعد دھرنا ختم کر دیا گیا۔روزنامہ ایکسپریس لاہور کے مطابق:

ملک بھر میں احتجاج اور مظاہرے ہوئے،لاہور سمیت مختلف شہروں میں ہوٹلز ریسٹورانٹس بند رہے دوسرے شہروں سے رابطہ منقطع رہا،دفاتر میں حاضری کم رہی کئی ٹرینیں منسوخ کر دی گئیں۔اندرون سندھ شٹر ڈاؤن ہڑتال رہی،احتجاج کیا گیا اور ریلیاں نکالی گئیں

روزنامہ ایکسپریس لاہور، 3 نومبر، 2018ء،ج:18 شمارہ:244،ص:1

احتجاجی مظاہروں کی ناکامی کی وجوہات

احتجاج اکثر ناکام کیوں ہو جاتے ہیں؟ اس کی سب سے بڑی وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ اس میں ملک کی آبادی کا بڑا حصہ شریک نہیں ہوتا اور شعور کی کمی کی ناپر وہ اس سے علیحدہ رہتے ہیں۔دوسری وجہ یہ ہے کہ احتجاجات کا دائرہ کار محدود ہوتا ہے۔اس

وجہ سے اکثریت کو احتجاج کی وجہ سے اپنے مطالبات کے حل ہونے کی امید نظر نہیں آتی۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگوں کے کسی نظام کے خلاف باہر نکلنے پر ریاست کی طرف سے طاقت کا استعمال کیا جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ اس کو اصطلاحات کے ذریعے ختم کیا جائے اور سختی نہ کی جائے کیونکہ اس طرح کی کاروائیاں عوام میں مایوسی اور نفرت اور اشتعال انگیزی کا ذریعہ بنتی ہیں۔

البرٹ کامیو لکھتا ہے کہ

> بغاوت و خروج کا نتیجہ موت ہوتا ہے باغی اسے آزادی کی خاطر قبول کرتا ہے۔ بغاوت مزاحمت اور انکار اس کی شخصیت کو جاندار بنا کر اس میں اعتماد اور یقین پیدا کرتی ہیں۔ احتجاج کر کے حقوق کی خاطر موت کو قبول کر لیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے اپنی زندگی سے زیادہ حقوق عزیز ہوتے ہیں اور وہ ان کی خاطر جان دینا بھی گوارا کر لیتا ہے۔ ان حقوق کا تعلق اس کی اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ دوسروں کی زندگی سے بھی ہوتا ہے۔

مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ اور سیاست، لاہور، فکشن ہاؤس، 1997ء، ص:56

خلاصہ بحث

انسان کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ انسانی معاشرہ سے ظلم و ستم اور استحصال کو ختم کیا جائے اور ایک ایسا مثالی معاشرہ قائم کیا جائے جس میں امن و انصاف ہو اور جہاں انسانوں کے دکھوں کا مداوا ہو۔ جہاں ہمیشہ امن عافیت کے برگ و بار کھلیں۔ انسان کی اس خواہش کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ طبقے ہوتے ہیں جو معاشرے کے تمام تر وسائل پر قابض ہوتے ہیں۔ جن کے پاس قوت و طاقت ہوتی ہے اور جو نہیں چاہتے کہ ان کی اعلیٰ و برتر حیثیت ختم ہو اور وہ مراعات سے دستبردار ہوں، اس لیے معاشرہ میں طبقاتی کشمکش کسی نہ کسی صورت میں جاری رہتی ہے۔ نتیجتاً معاشرے کی اکثریت اپنے حقوق سے محروم ہو جاتی ہے۔ انصاف کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اور شہریوں کو زندگی کی بنیادی آسائشوں اور ضروریات سے محروم کر دیا جاتا ہے تو اس صورت حال میں ان کی جانب سے دو قسم کا رد عمل پیدا ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ ایسے حالات سے سمجھوتہ کر کے ساری عمر جبر و ستم سہتے رہیں اور اپنی نسلوں کو ایسے طبقات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں اور دوسرا یہ کہ وہ ایک ایسے نظام کے خلاف کہ جس میں ان کے لیے کوئی باعزت مقام نہیں، احتجاج کی راہ اختیار کریں۔ پہلا رد عمل جو پیدا ہوتا ہے اس میں انسان کی بے بسی، لاچاری اور مجبوری ہوتی ہے اسے اپنی جدوجہد کے نتائج نکلنے کی امید نہیں ہوتی۔ لہذا وہ چھپ رہ کر مصائب کو برداشت کرتا ہے دوسرا رد عمل مزاحمتی اور ناراضگی کا ہوتا ہے اور ایک ایسے معاشرے سے جو عوام کو انصاف نہ دے سکے اس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ایسی تحریکیں جنم لیتی ہیں جو معاشرہ کی تمام قبیح روایات واقدار کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہیں تاکہ لوگوں کو مساوی حقوق ملیں۔

فصل سوم:

احتجاجی مظاہروں کے ریاست پر اثرات کا جائزہ

اسلام نے اربابِ اختیار پر یہ لازم قرار دیا کہ وہ شہریوں کو تعلیم، صحت و رہائش، انصاف کی فراہمی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ کسی بھی ریاست کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کی بنیادی ،مادی اور معاشی خوش حالی کی ذمہ دار ہے۔ ریاست کا فرض ہے کہ وہ معاشرے میں کسی بھی فرد کو ایک خاص سطح سے نیچے نہ گرنے دے اور ایسے افراد کا مستقل سہارا بنے جو بے سہارا اور لاچار ہیں۔ ریاست کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ مسلسل اپنے عوام کے معیار زندگی کو بہتر کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن جب بالادست طبقہ طاقت کے نشے میں ڈوب کر عامۃ الناس کے حقوق کو پامال کرتا ہے تو عوام کی طرف سے رد عمل کا اظہار ہوتا ہے جس کی صورت احتجاج ،لانگ مارچ، ہڑتال یا دھرنے کی ہو سکتی ہے۔ نتیجتاً ریاست پر اس کے مثبت اور منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

احتجاج کے منفی اثرات

احتجاج، مظاہروں اور ہڑتالیں اگرچہ حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد کے لیے ضروری ہیں مگر دیکھا گیا ہے کہ اس کو غیر منظم انداز میں ترتیب دیا جائے تو اس سے ریاستوں پر منفی اثرات بھی مرتب ہوسکتے ہیں ذیل میں اس کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

قوموں کی زوال پذیری

ابن خلدون عروج وزوال مملکت کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> حکومت بھی انسان کی طرح طبعی عمر پوری ہونے پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے نزدیک ہر حکومت کی طبعی عمر 120 سال اور ہر پشت کی عمر 40 برس ہوتی ہے۔ پہلی پشت جسے اشتراک فی المجد کہا جاتا ہے میں عصبیت غالب ہوتی ہے اور اصول زندگی اپنائے جاتے ہیں۔ دوسری پشت میں عوام تعیش و آرام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ عصبیت کم ہو جاتی ہے۔ تیسری پشت میں حکومت کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ عصبیت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ سرحدوں کی حفاظت نہیں ہوتی اور آخر کار دوسری قوت یا طاقت اقتدار چھین لیتی ہے۔ کبھی یہ انقلاب چوتھی پشت میں بھی آتا ہے۔

شاہد مختار، ڈاکٹر، (س،ن). اسلامی سیاست کے نئے فکری زاویے، لاہور، شاہد پبلی کیشنز، ص:222

آئین کی خلاف ورزی

نومبر 2017ء میں تحریک لبیک پاکستان کی طرف سے دیے گئے دھرنے سے آئین کی خلاف ورزی دیکھنے میں آئی۔ آئین کا آرٹیکل 14 کے مطابق لوگوں کو آزادانہ نقل و حرکت کی آزادی حاصل ہے لیکن راستوں میں رکاوٹوں کی وجہ سے لوگوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جسٹس فائز عیسیٰ نے ازخود نوٹس میں اپنے ریمارکس میں کہا:

> کون سا مذہب یا شریعت راستے بند کر کے لوگوں کے لیے تکلیف دینے کی اجازت دیتا ہے، آرٹیکل 14 آزادنہ نقل و حرکت کی اجازت دیتا ہے کونسی شریعت راستے بند کرنے اور لوگوں کو تکلیف پہچانے کی اجازت دیتی ہے۔ دھرنے کے باعث آرٹیکل 15،14 اور 19 کی خلاف روزی ہو رہی ہے۔

روزنامہ ایکسپریس لاہور، 22 نومبر 2017ء، ج:17، شمارہ:263، ص:1

مجلس جمہوری عمل کے احتجاج کے اثرات

19 مارچ 1969ء کو وزیر دفاع اے آر خان نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انتظامی صورتحال کا جائزہ پیش کیا۔ جس کے اہم نکات کے درج کو یوں بیان کیا۔

1۔ اس وقت ملک میں حالات 1958ء سے بھی بدتر ہو گئے ہیں۔

2۔ صوبائی حکومتیں امن عامہ کی صورتحال پر قابو پانے کے لیے فوج کا تعاون حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔

3۔ پاکستان کے تمام علاقوں میں خصوصاً مشرقی پاکستان میں قانون کا احترام باقی نہیں رہا۔

4۔ بدنظمی کے ان لمحات میں پولیس کے لیے صورتحال پر قابو پانا ناممکن ہو گیا ہے۔

5۔ لوگ عدم تحفظ کا شکار ہیں اور عوام میں تیزی سے مایوسی پھیل رہی ہے۔

6۔ مغربی پاکستان میں شہری زندگی کا نظام معطل ہو کر رہ گیا ہے جبکہ مشرقی پاکستان میں حکومتی کنٹرول کہیں نظر ہی نہیں آتا۔ مزدوروں نے کارخانے بند کر دیے ہیں اور بنگالیوں نے بندرگاہوں پر فوج کے کہنے کے اود کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

7۔ مشرقی پاکستان میں ٹرین کے ڈرائیوروں کی ہڑتال کے باعث ریلوے نظام معطل ہو کر رہ گیا ہے۔

9۔ مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان میں خانہ جنگی جیسے حالات پیدا ہو گئے ہیں۔

10 سیاستدانوں کے عدم تعاون اور تخریب کاروں کی وحشیانہ کاروائیوں کی وجہ سے ملک کو خارجی خطرات کا بھی سامنا ہے۔

مرتضی انجم (2009ء). کون کیسے گیا؟، لاہور، دارالشعور، بک سٹریٹ، ص:143،142

ملکی خزانے پر بوجھ

احتجاج اور مظاہروں سے امن و امان کی صورتحال اکثر کشیدہ ہو جاتی ہے۔ مظاہرین کو کنٹرول کرنا بعض اوقات انتظامیہ کے لیے بہت مشکل ہو جاتا ہے اور اس کام کے لیے پولیس اور دوسرے سیکورٹی فورسز کے اداروں کو متحرک رکھنا پڑتا ہے۔ نتیجتاً عوام کی معاشی، تعلیمی اور سماجی ضروریات کو نظر انداز کر کے قومی بجٹ کا بہت زیادہ حصہ ایسے انتظامات میں صرف ہو جاتا ہے۔ جو کہ ملکی خزانے پر بوجھ کا باعث بنتا ہے۔

خزانے کو نقصان

1977 کے قومی اتحاد کے احتجاج کی وجہ سے ملک بھر میں ہنگاموں باعث ملکی خزانے کو نقصان پہنچا۔ وزیر خزانہ حفیظ پیرزادہ نے اتحاد کی تحریک سے قومی پیداوار میں 5 ارب کے نقصان کا بتایا،

رضی الدین رضی، پاکستان 1947 سے 1997ء، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 1997ء، ص:621

2014ء میں پاکستان عوامی تحریک اور پی ٹی آئی کے پارلیمنٹ کے سامنے مشترکہ دھرنوں سے ملک کی معیشت پر گہرا اثر مرتب ہوا۔ جس کے بارے میں وزارت خزانہ کے حکام نے میڈیا اور پریس کو بریفنگ کے دوران بتایا کہ فقط چار ہفتوں میں پاکستان کی معیشت کو سات کھرب کا نقصان ہوا ڈان نیوز کی رپورٹ کے مطابق وزارت خزانہ حکام کا کہنا تھا

> دھرنوں کے سبب ملک کی معیشت کو اب تک مجموعی طور پر سات کھرب روپے کا نقصان ہو چکا ہے۔ افراتفری کے باعث چھوٹے کاروبار کرنے والے حضرات بھی ان حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے ہیں۔

تجزیہ کار اشرف خان کا کہنا تھا کہ دھرنوں کے باعث معیشت کے درج ذیل شعبے متاثر ہوئے۔

1۔ کرنسی کی قدر چار فیصد سے زائد گر گئی۔

2۔ زرمبادلہ کے ذخائر کم ہو گئے۔

3۔ ولڈر بینک کے وفود نے پاکستان آنے سے انکار کر دیا۔

4۔ سرمایہ کار پاکستان میں آنے سے گریزاں ہیں۔

https://www.dw.com/ur/27/08/2014

درآمدات کی فراہمی میں رکاوٹ

1986ء میں صوبہ سندھ میں امن و امان کی صورت حال بہت خراب تھی۔ صوبے میں ڈاکوں، چوروں اور لٹیروں کا راج تھا۔ جیلیں توڑی جا رہی تھیں خزانے لوٹے جا رہے تھے۔ ڈاکو راہ چلتے سر عام لوگ کو لوٹ لیتے کسی کی جان و مال محفوظ نہیں تھی۔ چنانچہ اس پر کراچی میں ٹرانسپوٹر مالکان نے بھی احتجاج کیا۔

خالد کاشمیری لکھتے ہیں

سندھ کے صوبے میں ڈکیتیوں اور رہزنی کی وارداتوں کے خلاف ٹرکوں کے مالکان نے ہڑتال کی۔ یہ ہڑتال چھ اگست کو ہوئی 8 ہزار ٹرک ہڑتال پر چلے گئے۔ 5 ہزار ٹر اندرون سندھ اور کراچی نہ پہنچ سکے۔ اس کے نتیجے میں صوبہ پنجاب اور سرحد کو اشیائے صرف اور درآمدی مال کی فراہمی بری طرح متاثر ہوئی اسی قسم کی صورت حال سے پنجاب بھی دوچار ہونے لگا۔

خالد کاشمیری، جنرل ضیاء کے سیاسی تضادات، لاہور، عکس جہاں پبلی کیشنز، 1995ء، ص:133

ملکی املاک کو نقصان

نومبر 2018ء میں تحریک لبیک کی طرف سے پر تشدد احتجاجی مظاہرے میں توڑ پھوڑ، جلاؤ گھیراؤ کے واقعات سے جہاں ملکی املاک کو نقصان پہنچا وہاں پر عامۃ الناس بھی ذہنی اضطراب سے دوچار ہوئے چنانچہ روزنامہ ایکسپریس نے اداریہ میں اس کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا:

> تین دن تک ملک کے مختلف شہروں میں امن وامان کی مخدوش صورتحال کے بعد احتجاج و دھرنا ختم کر دیا گیا، احتجاج میں پر تشدد عناصر شامل ہونے کے بعد کئی شہروں میں جلاؤ گھیراؤ، توڑ پھوڑ اور لوٹ مار کے مظاہر بھی سامنے آئے جو کہ قابل مذمت ہیں رحمت اللعالمین کے نام پر شہریوں پر ظلم وستم اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قابل تشویش ہے۔

روزنامہ ایکسپریس لاہور، 5 نومبر، 2018ء، ج:19 شمارہ:245، ص:10

جمہوریت کو نقصان

تعلیم پر اثرات

بنیادی طور پر سیاسی نظام، تعلیمی نظام کو اپنی اثر اندازی کی قوت کو بروئے کار لا کر اپنے مخصوص نظریہ، عقائد، کردار اور خاص فلسفہ حیات کی تشریح کے علاوہ معینہ مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے۔ لیکن تعلیم بذاتِ خود ایسا عمل ہے جو کسی بھی معاشرے میں اجتماعی تحریکات اور نت نئی تبدیلیوں کو جنم دیتا ہے یہ تحریکیں اور تبدیلیاں جہاں افراد معاشرہ کی زندگی میں اثر انداز ہوتی ہیں وہاں معاشرے میں زیر عمل مختلف نظاموں پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ گویا ایک طرف سیاسی عدم استحکام تعلیم پر اثر انداز ہوتا ہے اور دوسری طرف تعلیم سیاسی نظام کی تبدیلی کا محرک بن جاتی ہے غرض سیاسی نظام اور تعلیم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

پاکستان میں مختلف ادوار میں ہونے والی احتجاجی تحریکوں سے جہاں ملک عدم استحکام کا شکار ہوا وہاں پر اس کے اثرات تعلیمی عمل پر بھی نمایاں رہے۔

آر لیپورٹ لکھتے ہیں

اگر یہ کہا جائے جائے تو بیجانہ ہو گا کہ لیاقت علی خان اور محمد علی بوگرہ کے دور حکومتوں میں ملک کا سیاسی نظام انتہائی عدم استحکام ،انتشار،بد نظمی اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا مظہر رہا۔(1)دوسری جانب محمد علی بوگرہ کے دور میں حکومت نے تعلیم کی طرف تو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔اس لیے کہ بوگرہ اور اس کے وزیروں کو ہمیشہ اپنے اقتدار کی فکر دامن گیر رہتی تھی اس لیے وہ تعلیم جیسی لازمی اچھائی پر کیسے توجہ دے سکتے تھے اگر یہ کہا جائے تو بیجانہ ہو گا کہ ہماری المناک سیاسی تاریخ کی المناکی ،عدم استحکام ،انتشار اور بد نظمی کی اولین وجہ ہی یہی رہی ہے کہ ہر حکومت نے تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی۔

R.Laport(1975).power and privilege: Influence and decision making in paksitan,erkely,pp.4-11

M.M. Syed(1994).Pakistan: struggle for power 19947-1958,Pakistan journal of history and culture,xx no2

ڈاکٹر محمد اشرف خرم لکھتے ہیں

ضیاء الحق نے اقتدار سنبھالتے ہی طلبہ تنظیموں اور انجمنوں پر پابندی لگا کر ایک طرح سے طلبہ کی تعلیمی آزادی سلب کر لی۔ضیاء الحق کا خیال تھا کہ تمام طلبہ تنظیمیں سیاسی جماعتوں کی ذیلی جماعتیں ہیں لہذا وہ تعلیمی اداروں میں سیاسی جماعتوں کے ایجنڈے کو عملی جامہ پہنا رہی ہیں۔اس وجہ سے عمومی تعلیمی بگاڑ واقع ہو جاتے ہیں اور طلبہ میں تشدد کے علاوہ دیگر بہت سارے ناپسندیدہ طرز ہائے عمل پیدا ہو رہے ہیں۔المختصر ضیاء الحق کی آمریت نے ملک کے معاشی اور تعلیمی نظام پر اپنا تسلط جمانا شروع کر دیا۔

خرم، محمد اشرف،ڈاکٹر(2010ء).پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے تعلیم پر اثرات، کراچی،رائل بک کمپنی، ص:354

سیاسی جماعتوں کا گٹھ جوڑ

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب بھی کسی ظالم یا وڈیرے کے خلاف آواز بلند کی گئی تو اس کے ساتھ شامل افراد اس کی حمایت میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔اور انصاف کے آگے رکاوٹین کھڑی کر دی جاتی ہیں۔2012ء کو جب ڈاکٹر طاہر القادری نے انتخابی اصلاحات کے لیے پانچ روز دھرنا دیا اور آرٹیکل 62 اور 63 کے نفاذ کا مطالبہ حکومت کے سامنے رکھا تا کہ ملک میں انتخابات میں شفافیت بر قرار رکھی جائے جو کہ پاکستانی عوام اور تمام سیاسی جماعتوں کے مفاد میں تھا مگر جن جماعتوں کو اس عمل سے نقصان پہنچتا تھا انہوں نے اس مطالبہ کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ سیاسی مخالفین بھی برسوں کی ناراضگی بھول کر ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے۔اس صورت حال کو بیان کرتے ہوئے رئیس فاطمہ لکھتی ہیں:

طاہر القادری کیا آئے بھونچال آگیا، ایوان لرزنے لگے، پرانی دشمنیاں بھلا کر لوگ پھر گلے ملنے لگے نئے اتحاد بننے لگے، قادری صاحب کے آنے سے عام آدمی کی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ البتہ گزشتہ ساٹھ سال سے مختلف ادوار میں اقتدار پر قابض سیاست دانوں کی نیندیں انہوں نے حرام کر دیں اور ایک بار پھر نواز لگی اور پی پی کو آپس میں گلے ملا دیا۔

کالم نگار: رئیس فاطمہ "دریچے"، روزنامہ ایکسپریس لاہور، 10 جنوری 2013ء، ج:12، شمارہ:312، ص:14

ایاز میر نے عوامی تحریک کے دھرنے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا

ایک بات تو طے ہے کہ اس نے پاکستانی سیاست کے گدلے پانی میں کچھ ارتعاش پیدا کر دیا ہے اور اس خدمت پر پاکستانی قوم ڈاکٹر طاہر القادری کی شکر گزار ہے۔

کالم نگاری: ایاز میر "اسلام آباد کی ڈائری"، روزنامہ جنگ لاہور، 12 جنوری 2013ء، ج:40، شمارہ:91، ص:8

احتجاج کے مثبت اثرات

احتجاج عموماً طاقتور طبقہ کے خلاف کیا جاتا ہے عموماً یہ اپنے اہداف حاصل کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے کیونکہ طاقتور طبقات مظلوموں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ احتجاج اور مظاہروں سے مطلوبہ اہداف حاصل نہ بھی ہو سکیں تو بہت سے ضمنی فوائد ضرور سامنے آتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

ملوکیت و آمریت کا خاتمہ

اگر احتجاج ایک منظم انداز میں ہو تو بعض اوقات طویل دورانیہ پر محیط ملوکیت اور بادشاہت کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ اور نہ صرف آمریت کے خاتمہ کا سبب بنتا ہے بلکہ ریاست میں جمہوریت کو فروغ دینے کا باعث بھی بنتا ہے۔ جیسا کہ تیونس، مصر اور لیبیا میں طویل عرصہ سے فوجی آمریت اپنے پنجے مضبوط کیے ہوئی تھی مگر جب ان کے خلاف تحریک اٹھی تو بالآخر انہیں اقتدار سے الگ ہونا پڑا۔

شعوری کی بیداری

جنوری 2013 میں پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے دیے جانے والے دھرنے نے پاکستانی معاشرہ پر مثبت و منفی اثرات چھوڑے اس دھرنے کی وجہ سے عوام میں شعور اور اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کا احساس بیدار ہوا سبط جمال پٹیالوی لکھتے ہیں:

پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام لانگ مارچ نے ہر شعبہ زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس عظیم عوامی تحریک نے عوام میں شعور کی نئی روح پھونک دی۔ ڈاکٹر طاہر القادری کا زیادہ وقت میڈیا کی چکاچوند روشنیوں میں گزرا۔ انہوں نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اور

گڈ گورننس، انسدادِ کرپشن، خاندانی جمہوریت، ٹیکس چوری، قرضہ خوری اور انتخابی اختیارات میں تجاویز جیسے موضوعات ملکی تاریخ میں پہلی بار زبانِ زدِ عام ہوئے۔

سبط جمال،(2016ء). کاروان انقلاب، لاہور، حسین ٹریڈرز، ص:91

عوامی تحریک کے دھرنوں پر تبصرہ کرتے ہوئے مظہر برلاس لکھتے ہیں:

ڈاکٹر طاہر القادری کے کرپشن اور اقرباء پروری کے خلاف نظریات نے لوگوں کو بیدار کیا اس بے باک خطیب نے اندھے انصاف کو بے نقاب کیا اور دھاندلی کے خلاف آوازوں میں رنگ بھرا۔

سبط جمال،(2016ء). کاروان انقلاب، لاہور، حسین ٹریڈرز، ص:29

مجاہد منصوری عوامی تحریک کے دھرنے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ علامہ طاہر القادری نے میڈیا کے طویل ملے ہوئے وقت کا بہترین استعمال کر کے پہلی مرتبہ آئین پاکستان کے بارے میں پاکستانی عوام کی انتہائی موثر ماس ایجوکیشن کی ہے جو اپنی جگہ بڑی قومی خدمت ہے۔ یہ عوامی بیداری کی ایک موثر اور قابل قدر کاوش ہے۔ علامہ طاہر القادری کا دھرنا پاکستانی قومی سیاست میں ارتقائی فضا پیدا کرنے میں معاون ہو گا۔

مجاہد منصوری "آئین نو"، روزنامہ جنگ لاہور، 12 جنوری 2013ء، ج:40، شمارہ:99، ص:8

احتجاج کے ذریعہ پیغام امن

جنوری 2013ء عوامی تحریک کے احتجاجی لانگ مارچ اور دھرنے اس لحاظ سے منفرد رہا کہ عوامی تحریک کے کارکن اس احتجاج میں ملک طور پر پرامن رہے حالانکہ اس سے پہلے پاکستان کی تاریخ میں جتنے بھی احتجاجات ہوئے وہ کسی نہ کسی مرحلے پر پرتشدد احتجاج میں تبدیل ہوتے رہے اور ویسے بھی اگر دیکھا جائے تو اتنے بڑے پیمانے پر احتجاج میں توڑ پھوڑ کرنا معمولی بات ہوتی ہے مگر اس دھرنے کے پرامن ہونے سے متعلق حکومتی ارکان بھی تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ جس سے عالمی سطح پر پاکستان کا پرامن چہرہ سامنے آیا۔ اس احتجاج سے متعلق حکومتی وزیر قمرہ زمان کائرہ کا کہنا تھا۔

اس منظم احتجاج پر ڈاکٹر صاحب اور پوری پاکستانی قوم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آپ کے اس پر امن احتجاج کی کوئی مثال نہیں اور یہ پرامن اجتماع اور پرامن لوگ ہی پاکستان کا حقیقی چہرہ ہیں۔

سبط جمال،(2016ء). کاروان انقلاب، لاہور، حسین ٹریڈرز، ص:88

وفاقی وزیر قانون ایچ نائیک کا کہنا تھا:

لانگ مارچ میں شریک معصوم بچوں، خواتین اور جوانوں کو اس سخت سردی میں ٹھنڈی سڑک پر لیٹتے دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا تھا۔ میں آپ سب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ آپ کے

جائز حق پر سب متفق ہو گئے ہیں۔ اتنا بڑا مارچ کہ جس میں ایک گملہ بھی نہیں ٹوٹا، جس کا ڈاکٹر صاحب نے وعدہ کیا تھا وہ انہوں نے کر دکھایا۔

ایضاً

ایم کیو ایم کے رہنما بابر غوری کا کہنا تھا:

> ہم قائد تحریک ڈاکٹر طاہر القادری کو مبارکباد پیش کرتے ہیں جنہوں نے پوری دنیا میں پاکستان کے ایک پر امن ملک کا نقشہ پیش کیا ہے۔ اس مارچ سے پہلے انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ایک پتا بھی نہیں ٹوٹے گا انہوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔

سبط جمال،(2016ء). کاروان انقلاب، لاہور، حسین ٹریڈرز، ص:89

ایکسپریس نیوز کے ادرایہ میں اس دھرنے میں امن کو مثالی قرار دیا گیا اس کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا:

> اسلام آباد میں ڈاکٹر طاہر القادری کے دھرنے کو اس اعتبار سے مثالی کہا جا سکتا ہے کہ اس کے شرکاء پر امن رہے۔ لاہور سے اسلام آباد کا سفر اور پھر وہاں چار روز تک ہزاروں لوگوں کا دھرنا انتہائی پر امن رہا، کسی قسم کی توڑ پھوڑ یا آتش زنی کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔

ایڈیٹوریل "مثبت تبدیلیاں"، روزنامہ ایکسپریس لاہور، 18 جنوری 2013ء، ج:12، شمارہ:320، ص:12

خلاصہ بحث

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو دھرنوں اور مظاہروں نے ملک کی ترقی پر بہت زیادہ مثبت اثرات نہیں چھوڑے۔ بلکہ کوئی بھی تنظیم اور دھرنا تحریک اپنے مقاصد کو مکمل طور پر حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ اگرچہ جزوی طور پر احتجاج اور دھرنوں کے مثبت اثرات بھی دیکھنے کو ملے مگر مجموعی طور پر ملکی حالات انتشار کا شکار ہوئے، افراتفری، بے چینی اور خوف کی فضا میں شہریوں کی زندگی متاثر ہوئی۔

باب چہارم

خروج واحتجاج کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

فصل اول: خروج اور احتجاج کے پس پردہ عوامل کا جائزہ

فصل دوم : خروج اور احتجاج میں مشابہت اور اختلافی پہلوؤں کا جائزہ

فصل سوم : خروج واحتجاج کے ثمرات، نتائج اور اطلاقات کا تجزیاتی مطالعہ

فصل اول:

خروج اور احتجاج کے پس پردہ عوامل کا جائزہ

خروج یا احتجاج کے پس پردہ عوامل کا جائزہ لینے سے پہلے اگر ہم ابن خلدون کے نزدیک اقتدار کے پانچ ادوار کا جائزہ لیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ خروج یا احتجاج کی وجوہات، اسباب و علل اور عوامل و محرکات کونسے عناصر ہیں۔ چنانچہ ابن خلدون مختلف ادوار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> پہلا دور فتوحات کا دور ہوتا ہے جس میں شاندار فتوحات کے باوجود سربراہ مملکت مشورہ ضروری سمجھتا ہے۔ دوسرا دور خود مختاری کا دور ہوتا ہے جس میں سربراہ مملکت مشوروں سے آزاد ہوتا ہے۔ شخصی حکومت قائم ہو جاتی ہے اور تنخواہ دار فوج بھرتی کی جاتی ہے۔ اس دور کو انفراد فی المجد کہتے ہیں۔ تیسرے دور میں بادشاہ عیش پسند ہو جاتا ہے بے جا اسراف کرتا ہے بھاری انعامات دیتا ہے۔ اپنا نام روشن کرنے کے لیے یادگاریں بناتا ہے۔ چھوتھے دور میں بادشاہ کی زندگی میں دھیما پن اور سستی آجاتی ہے۔ وہ اپنے پیش رو کے کارناموں کو کافی سمجھتا ہے وفادار لوگ گوشہ نشین ہو جاتے ہیں۔ سازشیں ہوتی ہیں حکومت معذور ہو جاتی ہے اور آخر کار کسی دوسرے کی عصبیت کا شکار ہو جاتی ہے۔

شاہد مختار، ڈاکٹر، (س،ن). اسلامی سیاست کے نئے فکری زاویے، لاہور، شاہد پبلی کیشنز، ص:224

چنانچہ جب ہم تاریخ کے مختلف ادوار میں اسلامی حکومتوں کا جائزہ لیتے ہیں تو جتنی بھی شورشیں ہوئی یا احتجاجی تحریکوں کو پذیرائی ملی ان سب کی بنیادی وجہ عوام کو اپنے حقوق نہ ملنا۔ اور بادشاہوں اور حکمرانوں کا تعیش پرست ہو جانا ہے۔

خروج کے پس پردہ عوامل وجوہات کا جائزہ

ذیل میں تاریخی اعتبار سے ہونے والے خروج کے اسباب و عوامل کا جائزہ لیا جائے گا اور ایسے تمام عوامل کی نشاندہی کی کوشش کی جائے گی جو خروج کی بنیاد ثابت ہوئے۔ تاکہ ان عوامل و اسباب کا سد باب کر کے خروج کی روک تھام کے لیے اقدام کیے جاسکیں۔

ملوکیت و بادشاہت

ملوکیت اور بادشاہت کی وجہ سے تاریخ اسلام میں متعدد بار خروج ہوئے۔ اسلام میں حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین کے دور کو بہترین ادوار میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت علی اور امام حسن کی خلافت کے بعد کے ادوار سے ملوکیت کا آغاز ہوتا ہے۔ جو کہ خروج کا باعث بنی۔ علامہ عبد الوحید خان لکھتے ہیں۔

> حضرت امیر معاویہ کی وفات کے بعد 60ھ میں یزید تخت حکومت پر بیٹھ گیا اسلامی تاریخ کا سب سے بڑا بد قسمت دن یہی تھا اس تاریخ سے ملوکیت کا سنگ بنیاد اسلامی سیاست میں رکھ دیا گیا۔

عبدالوحید خان، علامہ، (1996). مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان تاریخ افکار وسیاست اسلامی، لاہور، دوست ایسوسی ایٹس، ص:126

یزید کی بادشاہت کے خلاف امام حسین اور عبد اللہ بن زبیر نے راہ عزیمت اختیار کرتے ہوئے خروج کیا۔ اور امام حسین نے یزید کی طاقت کے آگے سر جھکانے کی بجائے شہادت کو ترجیح دی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے بادشاہت کو خلافت میں بدلنا چاہا مگر آپ کے خاندان کے لوگوں نے آپ کو زہر دے دیا۔ آپ کی وفات کے بعد پھر بادشاہت اور بادشاہت میں وراثت کا دور شروع ہو گیا آپ کے بعد یزید بن عبد الملک تخت نشین ہوا اس کے بعد اس کا بھائی ہشام بن عبد الملک تخت نشین ہوا۔ اس کے خلاف بھی لوگوں نے خروج کیا۔ علامہ وحید لکھتے ہیں۔

> ہشام کے زمانے میں علویوں اور بنو عباس کی جدوجہد کے خلاف امام زین العابدین کے فرزند حضرت زید کے خروج کا واقعہ پیش آیا۔ بعض روایات کے مطابق آپ کو حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تائید بھی حاصل تھی۔ ہشام کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا ولید بن یزید بن عبد الملک تخت نشین ہوا اس کے عہد میں حضرت زید کے فرزند یحیی نے خروج کیا مگر ان کو کامیابی نہ ہوئی اور وہ شہید ہو گئے۔

عبدالوحید خان، علامہ، (1996). مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان تاریخ افکار وسیاست اسلامی، لاہور، دوست ایسوسی ایٹس، ص:131

اگر بنو عباس کے عہد کو دیکھا جائے تو وہاں بھی ہمیں ملوکیت اور بادشاہت کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں حتی کہ خلیفہ مہدی نے موسی اور اس کے بعد ہارون کو جب اپنا جانشین مقرر کیا تو سب حسب دستور اس کے لیے قسم کھاتے تھے کہ اگر کبھی انہوں نے بیعت فسخ کی تو ہمیشہ کے لیے ان کی بیوی مطلقہ سمجھی جائے گی اور ان کے غلام اور لونڈیاں آزاد ہو جائیں گی۔ علامہ وحید خان لکھتے ہیں

> عباسی خلفاء اپنی اولاد میں سلطنت اس طرح تقسیم کرتے تھے جس طرح ذاتی ملک تقسیم کی جاتی ہے۔ بیت المال خلفاء کا نجی خزانہ بن چکا تھا۔ جعفر متوکل نے ہارون الرشید کا طرح اپنے تینوں لڑکوں کے لیے وصیت نامے تحریر کیے جو "خلافت نامے" مشہور ہوئے۔

عبدالوحید خان، علامہ، (1996). مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان تاریخ افکار وسیاست اسلامی، لاہور، دوست ایسوسی ایٹس، ص:139،135

بنو امیہ کے ظلم کے سبب خروج

آمریت وملوکیت اور جبر واستبداد ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں تاریخ کا مطالعہ کرنے سے آگاہی حاصل ہوتی ہے کہ کس طرح ملوکیت کے عہد حکومت میں جبر و تشدد اور مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ یزید کا خانودہ رسول کو شہید کرنے سے مکہ اور مدینہ کے تقدس پامال کرنے تک کون واقف نہیں حجاج بن یوسف کا قتل وعام، السفاح کی بربریت، محمد فاتح کا

خونین قانون یہ سب ملوکیت اور بادشاہت کے دور کی رسوا کن داستانیں ہیں جن کے خلاف عامۃ الناس نے خروج کر کے چھٹکارا پانا چاہا۔

خلیفہ السفاح کے مظالم پر خروج

بنو امیہ کے جبر و ستم کی تاریخ ہمارے سامنے ہے لیکن جب بنو عباس بر سر اقتدار آئے تو خود افراد بنو امیہ جبر و تشدد کا نشانہ بنے۔بنو عباس نے بنو امیہ اور بنو فاطمہ کے خاندانوں کو مٹانے کی کوشش میں ایسے مظالم ڈھائے جن کو سن کر رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔بنو امیہ کے ہزاروں افراد کو تہ تیغ کیا گیا حتی کہ ان کی لاشوں پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا گیا۔ان کی قبروں سے لاشیں نکال کر ان کی لاشوں پر کوڑے برسائے گئے۔ابن جریر لکھتے ہیں:

> ایک دفعہ شبل خلیفہ السفاح کے پاس آیا اس وقت بنو امیہ کے نوے لوگ کھانا کھا رہے تھے شبل نے اس کو غیرت دلائی تو سفاح نے ان کے لیے قتل کا حکم دیا گیا ان کو نیاموں سے مارا گیا حتی کہ ان پر بساط بچھائی گئی اور اس پر کھانا کھایا گیا۔اور ان میں سے بعض کے کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔

طبری، تاریخ طبری، ج:3، ص:8

ابن اثیر اہل موصل خروج کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> موصل میں معمولی واقعہ پر گیارہ ہزار مسلمانوں کو بری طرح قتل کر دیا گیا۔واقعہ یہ ہوا کہ ایک عورت نے سر دھو کر پانی نیچے پھینکا جو ایک خراسانی پر پڑا جس کو اس نے بنو عباس کی توہین سمجھا لہذا اس کے مکان پر ہجوم کر کے مکان کے رہنے والوں کو قتل کر دیا اس پر اہل شہر نے شورش کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے شمار مسلمان قتل کر دیے گئے۔

ابن اثیر، تاریخ الکامل، ج:5، ص:22

منصور کے جبر و ستم پر خروج

منصور نے علویوں پر جو مظالم کیے ان کے سامنے بنو امیہ کا استبداد ہیچ نظر آتا ہے۔منصور یہ خیال کرتا تھا کہ عباسیوں سے علویوں کی خاندانی جنگ آج نہیں تو کل ضرور ہو گی چنانچہ اس نے ان کی تباہی کا ارادہ کیا۔ابن اثیر نے لکھتے ہیں:

> جب منصور کے مظالم حد سے زیادہ بڑھنے گئے اور عوام میں بھی اس کے خلاف جذبات نفرت پیدا ہو گئے تو محمد نفس ذکیہ اور ابراہیم کا اثر عراق اور حجاز میں کافی بڑھ گیا۔چنانچہ 145ھ میں محمد نے مدینے اور ابراہیم نے بصرے میں خروج کیا۔

تاریخ الکامل، ج:5، ص:36

عمال کے ظلم وستم

خلفاء میں قہر واستبداد اور غرض پرستی کا غلبہ ہو تو عمال اور حکومت کے مختلف اداروں کے ذمہ دار افراد بھی طرح طرح کی بد عنوانیاں کرنے میں بے لگام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بنو امیہ کے عمال نے بھی اسلامی روح کو یکسر فراموش کر کے ناجائز کاروائیوں اور انتہا درجہ کے ظلم وستم پر کمر باندھ رکھی تھی، زیاد اور اس کے بیٹے عبید اللہ نے مدینہ اور عراق میں جو کچھ کیا اس کو سن کر بھی بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ مسعودی لکھتے ہیں:

> حجاج نے سوا لاکھ کے قریب بے گناہوں کو خاک وخون میں تڑپایا مگر اس کے باجود عبد الملک بن مروان جیسا یدار مغز اموی خلیفہ بھی حجاج کے ساتھ اغماض و مسالحت کا معاملہ کرتا اور اپنی خلافت کے استحکام کا ایک بڑا ذریعہ سمجھتا ہے۔

مسعودی، مروج الذہب، ج:2، ص:324

بنو عباس کے عہد میں جب عمال کا جبر وستم حد سے بڑھنے لگا تو یحییٰ بن عبد اللہ نے خروج کیا چنانچہ ابن جریر لکھتے ہیں

> 169ھ میں مہدی کا انتقال ہوا اور خلافت موسیٰ الہادی کے پاس آئی۔ اس کے عہد خلافت کے پہلے ہی سال یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن نے خروج کیا ان خروج حکومت کے عمال کے تشدد کا نتیجہ تھا۔ اس سے پہلے یحییٰ بن عبد اللہ نے عمر بن عبد العزیز والی مدینہ کے تشدد آمیز طرز عمل سے ناخوش ہو کر خروج کیا تھا۔

طبری، تاریخ طبری، ج:3، ص:345

برادر کشی کے جواز کا فتویٰ

سلطنت عثمانیہ میں بایزاول یلدرم (791) نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے چھوٹے بھائی یعقوب کو جو بہادری اور شجاعت میں کافی شہرت رکھتا تھا باپ کی لاش کو دفن کرنے سے قبل ہی قتل کروا دیا تا کہ تخت حکومت اس کی اولاد کے لیے مخصوص ہو جائے۔ سلطنت عثمانیہ کی تاریخ میں بایزید نے برادر کشی کی ایسی غلط مثال قائم کی جس سے آگے چل کر نہایت خطرناک نتائج پیدا ہوئے۔

محمد فاتح جس کی عظمت کا ہر مورخ نے اعتراف کیا اس نے دستور حکومت میں بھائیوں کے قتل کے جواز پر علماء سے فتوی لیا تاکہ کوئی بھائی بغاوت کر کے حکومت نہ چھین سکے اس طرح برادر کشی کو قانونی جواز دے دیا گیا۔ ڈاکٹر محمد عزیز محمد فاتح کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ کہتا تھا:

> میرے فقہاء کی اکثریت نے یہ فتویٰ صادر کیا ہے کہ میرے جانشینوں میں سے جو تخت پر بیٹھیں وہ دنیا کے امن وامان کی غرض سے اپنے بھائیوں کو قتل کر سکتے ہیں ان کا فرض ہو گا کہ وہ اس پر کار بند ہوں گے۔

محمد عزیز، ڈاکٹر (2009ء). دولت عثمانیہ، اعظم گڑھ، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، ج:1، ص:130

یہ ایسا فتویٰ تھا جو کہ بلاوجہ انسانیت کے قتل عام کی ایک سبیل بنا، اور حاکم وقت کے لیے محض شک کی بنا پر اپنے بھائی کو قتل کرنے آسان ہو گیا۔ اب حاکم وقت کے بھائیوں کے پاس خروج کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا یا تو وہ خروج کرتے اور یا وہ محض شک کی بنا پر یا ذاتی عناد کی بنا پر قتل کر دیے جاتے چنانچہ ابن اثیر الکامل میں لکھتے ہیں:

اس قانون کا فطری نتیجہ یہ تھا کہ ولی عہد کے دوسرے بھائی اس کی تخت نشینی کے فوراً بعد یا بغاوت کرنے پر مجبور ہوتے یا اپنے قتل پر صبر کرتے۔ خود بانی قانون محمد ثانی کے بعد اس کے دو لڑکوں بایزید ثانی اور شہزادہ جم میں سخت لڑائی ہوئی۔

محمد عزیز، ڈاکٹر (2009ء). دولت عثمانیہ، اعظم گڑھ، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، ج:1، ص:132

بعد ازاں بایزید کے بیٹوں سلیم، احمد اور شاہزادہ نے اس کی زندگی میں باہمی جنگ کی۔ سلیم 918ء میں تخت نشین ہوا اور اپنے دونوں بھائیوں کو قتل کرنا چاہا لیکن احمد نے خروج کیا مگر شکست کھائی اور قید ہوا اور قتل کر دیا گیا۔

خاندانی رقابت

جس نظام حکومت کی بنیاد ذاتی منفعت طلبی پر ہو اس سے بمشکل خیر کی توقع کی جاتی ہے۔ چنانچہ بنو امیہ کے دور میں تعصب اور خاندانی وجاہت کسی نہ کسی صورت میں دکھائی دیتی رہی۔ حالانکہ اسلام نے تمام قسم کے تعصبات کی جڑ کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں

عرب میں مضری اور یمنی قبائل موجود تھے ان میں شروع میں رقابت چلی آرہی تھی اسلام نے ان کو ایک ہی رشتہ توحید میں منسلک کر کے بھائی بھائی کر دیا۔ مگر اب بنو امیہ نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے ان خاکِ نسیاں میں دبی ہوئی چنگاریوں کو اپنے دامنِ فساد سے ہوا دے کر مشتعل کر دیا اور اس کا نتیجہ افسوسناک کشت و خونریزی کی شکل میں ظاہر ہوا جس میں بعض کبار تابعین بھی کام آگئے۔ ان واقعات و حالات سے یہ امر محتاج نظر نہیں رہتا کہ بنو امیہ کی حکومت شخصی استبدادی حکومت تھی۔

اکبر آبادی، سعید احمد، پروفیسر، (س،ن). مسلمانوں کا عروج وزوال، لاہور، ادارہ اسلامیات، ص:59

عہد بنو عباس میں نفس ذکیہ کے خروج کا ایک سبب خلافت کو بنو عباس سے آل علی میں منتقل کرنا تھا۔ جس کی بنا پر نفس ذکیہ سے خروج کا صدور ہوا۔ علامہ عبد الوحید خان لکھتے ہیں:

نفس ذکیہ اور منصور کی جو خط و کتابت ان کے خروج کے بعد ہوئی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سادات اور بنو عباس کی جنگ کوئی اصولی جنگ نہ تھی بلکہ باہمی خاندانی رقابت اور خلافت کو اپنے خاندانوں میں رکھنے کی خواہش کا نتیجہ تھی۔ اس خط و کتابت میں دونوں طرف سے اپنی خاندانی برتری کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ نفس ذکیہ کے خط میں اس کا شارہ تک نہیں ہے کہ اس کا خروج اس لیے ہے کہ بنو عباس کے عہد حکومت میں اسلامی اصول پامال ہیں اور ان کا احیاء مقصود

ہے بلکہ اس میں اپنی نسبی شرافت اور قرابت رسول کی بنا پر استحقاق خلافت پر تمام زور دیا گیا

ہے۔(نفس ذکیہ اور منصور کی خط وکتاب کے لیے ملاحظہ ہو: طبری، ج:3، ص:192)

عبدالوحید خان، علامہ، (1996). مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان تاریخ افکار وسیاست اسلامی، لاہور، دوست ایسوسی ایٹس، ص:171

بیرونی سازشیں

خروج کا ایک سبب بیرونی طاقتیں اور قوتیں تھیں جو اسلامی سلطنت کو کمزور کرنے کی لیے طرح طرح کی سازشوں کے جال بچھاتی تھیں چانچہ سید رئیس فاطمی خلیفہ مستنصر باللہ کے بارے میں لکھتے ہیں

> مستنصر نے تقریباً ساٹھ سال تک حکومت کی یہ طویل ترین دور حکومت ہے۔یہ زمانہ خانہ جنگیوں، رقابتوں، عداوتوں، ہنگاموں اور شورشوں کے لیے وقف رہا، بربروں اور ترکوں کی آویزش نے ملک کو فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنادیا تھا۔ پھر سلجوقیوں کی یورشیں اور خارجی مشکلات و مسائل مستنصر کے لیے ان سب سے عہدہ برآ ہونا بہت مشکل تھا۔

ندوی، رئیس احمد جعفری، سید(2004ء). تاریخ دولت فاطمیہ لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص:157

خلفاء کی تعیش پسندی

اختیار حکومت اور اقتدار جب قوم کے عام افراد سے ایک فرد یا خاندان کی طرف سمٹ آئے تو پھر حکومت قوم کی نہیں بلکہ ذاتی یا خاندانی جاگیر بن جاتی ہے۔ چنانچہ سلطنت کے تمام ذرائع مفاد عامہ پر خرچ ہونے کی بجائے بادشاہ کی ذات پر اور اس کے خاندان کی شان و شوکت پر خرچ ہوتے ہیں۔شان وشوکت اور رعب و دبدبہ کے لحاظ سے بادشاہ زمین پر چھوٹا خدا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔عوام کی دولت فلاح و بہبود کی بجائے شاہی عمارتوں، باغات کی تزئین و آرائش اور تفریحات پر خرچ ہونا شروع ہو جاتی ہے۔جس کا لازمی نتیجہ افلاس قومی اور اضطراب و پریشانی پر مشتمل ہوتا ہے۔جو آگے چل کر فتنہ و فساد اور خروج کا باعث بنتا ہے۔عبدالرزاق کانپوری لکھتے ہیں

> محمد اسحاق کو جو ہارون الرشید کے عہد میں کا بہترین مغنی گداز تھا یحییٰ برمکی نے ایک لاکھ درہم اور ایک عالی شان محل عطا کیا جو شاہی طرز پر تھا۔اسی طرح ہارون الرشید نے مروان کو قصیدے کے ایک شعر کے بدلے ایک ہزار درہم دیے اور اس کی زندگی بھر ایسا کیا۔

کانپوری، عبدالرزاق، (س،ن). البرامکہ، کانپور، نامی پریس، ص:121،78

بنوامیہ کے عہد میں بھی خلفاء بیت المال کی بیشتر آمدنی ذاتی مصارف اور ضروریات پر خرچ کرتے جس کے باعث لوگ ان سے متنفر ہوئے اور ان کے خلاف خروج کیے گئے۔ چنانچہ ہشام بن عبدالملک کے بارے میں آتا ہے:

> حج کے ارادے سے نکلا اور چھ سو اونٹوں پر صرف اس کے بدن کے کپڑے تھے۔

عقد الفرید، ص:366

علامہ سیوطی نے محمد بن حفص الانماطی کی روایت بیان کی ہے وہ کہتا ہے

> عید کے دن میں نے مامون کے ساتھ کھانا کھایا دستر خوان پر تین سو قسم کے کھانوں سے زیادہ کھانے چنے ہوئے تھے۔

سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:322

بعد ازاں مامون کی اس طرز حکمرانی کے سبب محمد بن جعفر علوی نے خروج کیا جس کا ذکر دوسرے باب میں کیا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ خلفاء و سلاطین کے درباروں کی آرائش و زیبائش دیکھ کر بیرونی ممالک کے سفیر اپنے ہوش کھو بیٹھتے تھے چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے عبد الوحید خان لکھتے ہیں۔

> 336ھ میں شہنشاہ قسطنطنیہ کے سفیر اپنے بیش قیمت شاہی تحفے لے کر خلیفہ ناصر کی خدمت میں قرطبہ آئے تو خلیفہ نے شہر قرطبہ کو جس طرح آراستہ کیا اور ہر بازار کے در و دیوار پر زر کا پردے، ریشمیں نمیگرے اور خوبصورت قناتیں جس طرح آویزاں کروائے کہ ان کو دیکھ کر ایلچی بھی ششدر رہ گئے پھر جب وہ دربار کے ایوا عالی شان میں پہنچے تو اپنے ہوش و حواس بالکل گم کر دیے اور اپنے لائے ہوئے تحفوں اس سارے منظر کے سامنے ہیچ تصور کر کے بے حد شرمندہ ہوئے۔

عبد الوحید خان، علامہ، (1996). مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان تاریخ افکار و سیاست اسلامی، لاہور، دوست ایسوسی ایٹس، ص:231

آخری دور عباسی میں عیش و عشرت اور مے نوشی اور مے خواری کی مجالس اس قدر بڑھ گئی تھی کہ دارالخلافت بغداد میں باہمی نزاعات اور رزم آرائیاں عام تھی اور آئے دن خروج اور بغاوت کی خبر آتی مگر خلیفہ کو ان معاملات کو دیکھنے کے لیے دربار میں جانے کے لیے بھی فرصت نہ ہوتی۔

حکمرانوں کا عدم مساوات

بنو امیہ کے عہد خلافت میں خروج کی ایک وجہ عجمی اور نو مسلموں کے ساتھ حاکم طبقہ کا امتیازی سلوک تھا جس سے وہ مقتدر طبقہ سے بیزار ہو کر اہل خروج کی حمایت میں کھڑے ہو جاتے حسن ابراہیم حسن لکھتے ہیں:

> مرجیہ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ بنی امیہ کی حکومت کے لیے یہ کسی طرح روا نہیں ہے کہ وہ عمی مسلمانوں کے ساتھ وہی برتاؤ کریں جو ان سے غیر مسلم ہونے کی صورت میں کیا جاتا تھا۔ان کا نقطہ نگاہ یہ تھا کہ مسلمان ہونے کے بعد عجمی مسلمانوں کے وہی حقوق و فرائض ہیں جو عرب مسلمانوں کے ہیں۔اسی بناء پر وہ کسی ایسی حکومت کے خلاف اسلحہ اٹھانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے جو امتیازی حقوق کی علم بردار ہو اور اس سلسلے میں جو رواستبداد سے کام لے۔

حسن ابراہیم حسن، الدکتور، (1934ء). السیادۃ العربیۃ و الشیعۃ و الاسرائیلیات فی عہد بنی امیہ، مصر، مکتبۃ السعادۃ، ص:۶۴، ۶۵

نااہل خلفاء

عباسیوں کا آخری دور ہنگاموں اور شورشوں کا دور رہا جس کا اختتام خلیفہ مستعصم باللہ کے بغداد میں قتل ہونے پر منتہی ہو جاتا ہے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے دور زوال کا موازنہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ دونوں ادوار میں حکمران کی نااہلی فتنوں اور ہنگاموں کی وجہ بنی مولانا سعید احمد لکھتے ہیں:

> یہ آخری دور عباسیوں کا دور انحطاط ہے جس میں دربارِ خلافت کا اقتدار بالکل ختم ہو گیا تھا۔ غلاموں، خواجہ سراؤں اور عورتوں کا عمل دخل امورِ سلطنت میں بہت بڑھ گیا تھا جس کی وجہ سے اندرون ملک شورشیں برپا تھیں۔ مختلف صوبوں میں طوائف الملوکی اور خود مختاری پیدا ہوتی چلی گئی۔

اکبر آبادی، سعید احمد، پروفیسر، (س،ن). مسلمانوں کا عروج وزوال، لاہور، ادارہ اسلامیات، ص:84

احتجاجی مظاہروں کے پس پردہ وجوہات جائزہ

ذیل میں اسلامی ممالک اور پاکستان میں جتنے بھی احتجاج، مظاہرے، دھرنے اور ہڑتالیں ہوئیں ہیں ان کے محرکات اور اسباب کا جائزہ لیا جائے گا۔ کیونکہ کسی قسم کی تحریک چاہے وہ مذہبی ہو یا سیاسی، ملکی ہو یا مقامی اس کے پس منظر میں کچھ محرکات ضرور کارفرما ہوتے ہیں۔ ان عوامل کی جانچ پڑتال کرنا بے حد ضروری ہے تبھی اصل حقائق تک رسائی کر کے اس کا سد باب کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر مبارک علی لکھتے ہیں

> جب بھی معاشرہ میں ایسی احتجاجی تحریکیں پیدا ہوتی ہیں جو معاشرہ کی اقدار اور ضروریات سے انکار کرتی ہیں تو اس کی تہہ میں معاشرے کی ناانصافیاں ہوتی ہیں اور مظلوم افراد معاشرے کی جگہ ایک ایسا نظام لانا چاہتے ہیں کہ جس میں وہ عزت کے ساتھ رہ سکیں۔

مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ اور سیاست، لاہور، فکشن ہاؤس، 1997ء، ص:33

عصر حاضر میں اسلامی ممالک کی تاریخ کا سیاسی و معاشرتی ارتقاء کا مطالعہ کیا جائے تو عمیق سیاسی و آئینی بحرانات غیر آئینی حکومتوں کے قیام کی وجوہات، جمہوری حکومتوں کی برطرفی اور منتخب اسمبلیوں کی تحلیل کے طرزہائے عمل کے پیچھے اربابِ اقتدار کی غفلتیں، کمزوریاں اور باہمی اقتدار کی جنگ ہے۔ اسی طرح اگر پاکستان کی 72 سالہ قومی زندگی کی سیاسی عملداری کے عمیق تجزیہ کیا جائے تو پاکستان میں ہمیشہ سیاسی عدم استحکام عروج پر رہا ہے جس کی بنیاد پر ملک دولخت ہوا وطن عزیز کا مشرقی حصہ الگ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ اسی عدم استحکام کی وجہ سے 33 سال سے زیادہ کا عرصہ غیر آئینی فوجی حکومتوں کا استبداد رہا منتخب جمہوری حکومتوں کا خاتمہ ہوتا رہا اور منتخب اسمبلیاں یک جنبش قلم سے ختم کر دی جاتی رہیں۔ چنانچہ ملکی اور

بین الاقوامی اسلامی ممالک میں اس مسلسل عدم استحکام کے وقوع پذیر ہونے کے تحقیق کے نتیجے میں حسب ذیل محرکات سامنے آتے ہیں۔

نظریہ سے انحراف

پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کا اولیں محرک نظریہ پاکستان سے انحراف، سامنے آیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ پاکستان کا قیام نظریہ پاکستان کے مرہون منت ہے۔ مسلمانان ہندستان نے اس نظریئے کی بنیاد پر 20ویں صدی میں آزادی کی سب سے بڑی تحریک چلائی۔ نظریہ پاکستان اپنے فکری محاسن اور مشتملات کے اعتبار سے نظریہ اسلام کا پرتو ہے یہ دو قومی نظریئے کا مظہر ہے۔ برصغیر کے عام مسلمان اور اہل فکر و دانش نے انگریز اور ہندوؤں کے مسلمانوں کے کلاف گٹھ جوڑ سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ برصغیر کے مسلمان ایک الگ قوم ہیں ہندوؤں سے ان کا طرز زندگی، فلسفہ حیات اور تصور کائنات جدا ہے۔ ان کے خاص عقائد، خاص اقدار، خاص مثالیات اور سوم ورواج ہیں۔ ان کی زبان، ان کا مذہب اور دیگر ثقافتی نمونے ہندوؤں سے جدا ہیں لہٰذا انہیں اپنے نظریئے کے مطابق برصغیر میں زندگی گزارنے کیلئے ایک الگ خطہ زمین دیا جائے جہاں وہ آزادانہ طور پر اپنے نظریئے کی بنیاد پر زندگی گزار سکیں۔

> 1947ء سے آج تک جتنے آئین بنے جتنی حکومتیں بنیں، جتنے نظام ہائے تعلیم اور معاشی نظام متشکل ہوئے جتنی دفعہ سیاسی نظام کی تشکیل کیلئے کوششیں ہوئیں وہ سب کششیں نظریہ پاکستان کو صرف نظر کر کے بدیسی نظریات کی بنیاد پر ہوئیں۔ اولین طور پر سیاسی نظام کی تشکیل کیلئے مغرب کے عصری نظریات اور فلسفہ ہائے حات کو ناگزیر خیال کر کے نہیں وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کیلئے موزوں قرار دیکر علامہ اقبال کے تصورات اور قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نظریاتی اساس سے متعلق فرمودات کو صرف نظر کر کے بدیسی نظریات کی بنیاد پر اس مملکت خداداد پاکستان کے سیاسی، معاشی اور تعلیمی و ثقافتی نظاموں کی بنیاد رکھی گئی۔ یوں نوزائندہ ریاست کے ڈھانچے کا اولین پتھر غلط رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد سے اب تک متذکرہ نظاموں کی تشکیل نو کیلئے جتنی بھی کوششیں ہوئیں ہر ایک کے پیچھے نظریہ پاکستان کے بجائے ذاتی مفادات ہی کار فرما رہے جس کی وجہ سے قوم کے فکر و عمل میں تضادات پیدا ہوئے اور ان تضادات کی وجہ سے سیاسی استحکام ممکن نہ ہو سکا۔

خرم، محمد اشرف، ڈاکٹر (2010ء). پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے تعلیم پر اثرات، کراچی، رائل بک کمپنی، ص:535

قومی نظریہ سے انحراف قومی دیوالیہ پن کی نشانی ہوا کرتا ہے قومی نظریہ کی بنیاد پر ہائے زندگی وضع نہ ہوں تو وہ قوم خود اپنے اندرونی تضادات کی وجہ سے فنا ہوتی ہے اور ملکی وحدت کا خاتما ہو جاتا ہے۔ یوں وطن عزیز کی وحدت کے خاتمے کا المیہ مشرقی پاکستان کی صورت میں قومی نظریہ سے انحراف کی شکل میں سامنے آیا۔

آئینی بحرانات

پاکستان کی تاریخ میں مظاہروں اور احتجاجوں کا سبب آئین میں موجود عوامی حقوق حصہ کو عملی طور پر معطل کیے رکھا گیا چنانچہ ڈاکٹر خرم اشرف لکھتے ہیں:

> وطن عزیز پاکستان میں مسلسل رہنے والے سیاسی عدم استحکام کا دوسرا بڑا محرک یا سبب آئینی بحرانات سامنے آیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتداء میں نظریہ پاکستان سے انحراف کرتے ہوئے قانون آزادی ہند مجریہ 1947ء کو بطور آئین نافذ کیا گیا۔ اصولا نظریہ پاکستان اور قیام پاکستان کے مقاصد کے مطابق ایک مربوط و مبسوط آئین تشکیل دیا جاتا اس ضمن میں بابائے قوم اور علامہ اقبال کے فرمودات وافکار پیش نظر رکھے جاتے جنہوں نے بارہا کہا تھا کہ پاکستان کو آئین کی تشکیل کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن وسنت بنابنایا آئین ہے۔

خرم، محمد اشرف، ڈاکٹر (2010ء). پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے تعلیم پر اثرات، کراچی، رائل بک کمپنی، ص:538

حدود و اختیارات سے تجاوز

احتجاج مظاہروں کا تیسرا بڑا سبب ملکی مقتدر ادارات، شخصیات اور نظام ہائے زندگی کا آئینی اصول سے انحرف ہے۔ جیسا کہ پاکستان میں 1973ء کا آئین جو قوم کا متفقہ آئین تھا اس میں فوج، سیاسی جماعتوں، سیاستدانوں، سول بیوروکریسی، عدلیہ، انتظامیہ اور قوانین نافذ کرنے والی ایجنسوں کا نہ صرف دائرہ عمل متعین ہے بلکہ ان کے فرائض و ذمہ داریوں کا تعین بھی واضح طور پر ہے مگر جب مقتدر طبقہ اپنے حدود و اختیارات سے تجاوز کرتا ہے تو لوگوں میں بے چینی اور بے اطمینانی پیدا ہو جاتی ہے جس کی عملی صورت مظاہروں کی شکل میں نظر آتی ہے۔

دوسری طرف انتظامیہ اور پولیس نے آئینی اصولوں سے انحراف کر کے عوام کی فلاح و بہبود اور ان کی عزت ومال کے تحفظ کیلئے اقدامات اٹھانے کے بجائے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑڈالے جس نے عوام میں مایوسی اور بددلی کے رجحانات کو انتہا پر پہنچایا۔ غرض کہ متذکرہ ادارت اور ایجنسوں کے طرز عمل میں شروع دن سے آئینی اصولوں سے انحراف کا رجحان صاف محسوس ہو تارہا جس کی وجہ سے ملک و معاشرے میں مسلسل سیاسی عدم استحکام وقوع پذیر رہا۔

خفیہ سروس کے اداروں کی مداخلت

خفیہ سروس کے اداروں کا سیاست میں ہمیشہ ہی ایک مخصوص کردار رہا ہے۔ اس کا آغاز جنگ آزادی کے بعد ہو جب انگریزوں نے خفیہ سروس کے اداروں کے ذریعے ان لوگوں کی نگرانی شروع کروادی جو برطانوی حکومت کے خلاف دوبارہ بغاوت کر سکتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد بھی خفیہ سروس کے ادارے مختلف ادوار انداز میں سیاسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ حکمرانوں نے ان اداروں کی بیساکھی کے سہارے اپنی کرسی مضبوط کرنے کے خواب تو دیکھے لیکن سیاست میں ان اداروں کی مداخلت بڑھتی گئی۔ منیر احمد لکھتے ہیں

ایوب خان نے اقتدار میں آنے کے بعد آئی ایس آئی اور ملٹری انٹیلی جینس پر بہت زیادہ انحصار کیا۔اس کے علاوہ سپیشل برانچ اور انٹیلی جینس بیورو کو بھی ایوب خان کے مخالفین کے خلاف جھوٹے سچے مقدمات قائم کرنے پر معمور کر دیا گیا۔غرض ایوب خان نے ملک میں پہلی مرتبہ کھل کر خفیہ سروس کے اداروں کا سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا۔

منیر احمد(1985).پاکستان میں انٹیلی جینس ایجنسیوں کا سیاسی کردار،لاہور، گوراپبلشرز، ص:19

معاشی ناہمواریاں اور بدحالی

ڈاکٹر محمد اشرف خرم لکھتے ہیں

پاکستان میں سیاسی عدم استحکام معاشی عدم استحکام کی بدولت ہی وقوع پذیر ہوتا رہا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی ملک کی مصبوط معیشت مادی وسائل کی فروانی، بہت ساری معاشرتی کمزوریوں کے خاتمے کا باعث ہو کر عمومی معاشرتی خوشحالی اطمینان اور طرز زندگی میں ترقی کا باعث ہوتی ہے جس کی وجہ سے افراد معاشرہ اپنے فرائض منصبی کو ایمانداری اور بدعنوانیوں سے دور ہو کر سرانجام دیتے ہیں۔اس بناء پر ہر نظام زندگی کا صحتمند ارتقاء واستحکام ممکن ہوتا ہے۔یوں عمومی معاشرہ ترقی، خوشحالی اور استحکام سے ہمکنار ہو کر بین الاقوامی سطح پر اپنا تشخص اجاگر کرتا ہے۔اس کے برعکس اگر مالی وسائل کی ملک میں قلت ہو معیشت تباہ حال ہو، لوگوں میں بیروزگاری ہو ضریات زندگی کی جائز تکمیل کے لیے بنیادی وسائل دستیاب نہ ہوں تو افراد کے طرز عمل میں ہر طرح کی رائیاں شامل ہوجاتی ہیں۔لوگ ایسے حالات میں چوری ھی کرتے ہیں، بدعنوانیوں میں بھی ملوث ہوتے ہیں مملکتی مفادات کی ضروریات کی تکمیل کے ضمن میں ذاتی مفادات کو ترجیح دینے لگتے ہیں۔یوں مملکتی فرائض کی جاآوری موثر طریقے سے نہیں ہوپاتی ہے اور باالآخر ملک و معاشرے میں عدم استحکام اور انحطاط کا واقع ہوجاتا ہے۔کچھ ایسی ہی صورتحال وطن عزیز پاکستان کی بھی شروع دین سے رہی ہے۔

خرم، محمد اشرف، ڈاکٹر(2010ء).پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے تعلیم پر اثرات، کراچی، رائل بک کمپنی، ص:544

ناقص عدالتی نظام

احتجاج اور ہڑتالوں کی ایک وجہ عدالتی نظام ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی ملک و معاشرے میں انصاف بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔جو کہ مربوط عدالتی نظام کی مرہون منت ہوتا ہے۔فعال عدالتی نظام ہی لوگوں کے حقوق و آزادی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔جب لوگوں کو انصاف نہیں ملتا یا انصاف کی راہ میں مختلف رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں تو نتیجتاً لوگ حصول انصاف کی خاطر سڑکوں پر آنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔جیسا کہ ہم نے گزشتہ فصل میں دیکھا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں حصول انصاف کے لیے عوامی تحریک کی طرف سے متعدد بار احتجاج اور دھرنوں کا راستہ اختیار کیا گیا۔(ددی) ہمارے ہاں

شروع دن سے عدالتی نظام ناقص چلا آرہا ہے۔عدلیہ انصاف کی فراہمی میں کبھی بھی آزاد نہیں رہ سکی۔جس کے اثرات ہماری قومی زندگی میں اتنے گہرے ہیں کہ بالآخر ملک ناانصافی اور چیک اینڈ بیلنس نہ ہونے سے دولخت ہوا۔پاکستان کی وحدت پارہ پارہ ہوئی اور پورے 33 سال تک ملک میں فوجی حکومتیں قائم رہیں۔ آئین توڑنے والوں کے لیے آئین میں سزائے موت متعین ہے لیکن ہماری عدلیہ نے آئین توڑنے اور قوانین کی دھجیاں بکھیرنے والوں کو تحفظ دیا۔

پولیس کا منفی کردار

پولیس کا مقصد ملک کی امن وامان کی صورتحال پر قابو پانا ہوتا ہے۔کسی بھی حکومت میں امن وامان اور عمومی نظم ونسق کی بحالی کی ذمہ داری پولیس پر ہوتی ہے۔اگر عوام کی جان ومال کو تحفظ دینے کی بجائے وہی پولیس اس کی دشمن بن جائے نہتے اور معصوم لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا جائے۔جعلی پولیس مقابلوں میں ان کی زندگیوں کے چراغ گل کر دیے جائیں تو معاشرے میں کبھی استحکام پیدا نہیں ہو سکتا۔تحریک نظام مصطفی ہو یا کراچی میں پی آئی اے ملازمین کا احتجاج ہو، پولیس کا رویہ ہمیشہ پر تشدد رہا ہے۔سانحہ ماڈل ٹاؤن میں پولیس کی طرف سے قتل وغارت نے عوام میں مایوسی پیدا کی اور پولیس کا مورال ان کی نگاہوں میں کم ہوا ہے۔اسی طرح پرامن احتجاج پر پولیس کی طرف سے تشدد مزید اشتعال انگیزی اور انتشار کا سبب بنتا رہا ہے۔

سول بیوروکریسی کی ریشہ دوانیاں

ڈاکٹر محمد اشرف خرم لکھتے ہیں

> وطن عزیز پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کا ایک اور محرک ملک کی سول بیوروکریسی کی ریشہ دونایاں اور منفی کردار رہا ہے۔مشاہدہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ملٹری بیوروکریسی کے ساتھ ساتھ سول بیوروکریسی نے بھی ملک میں جمہوری حکومتوں کو عدا استحکام سے دوچار کرنے اور مختلف نظام ہائے زندگی کو انحطاط پذیر کرنے کے علاوہ لاقانونیت کرپشن اور بدعنوانیوں کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ محلاتی سازشوں اور سیاسی بلیک بیلنگ میں اہم اور کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

خرم، محمد اشرف، ڈاکٹر (2010ء). پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے تعلیم پر اثرات، کراچی، رائل بک کمپنی، ص:549

سیاستدانوں کی بدعنوانیوں پیچھے بیوروکریسی برابر کی شریک رہی ہے جس کی وجہ سے عمومی ملکی انتظامات تعطلی کا شکار ہوئے، ملکی معیشت تباہ ہوئی، کرپشن اور رشوت جیسی معاشرتی بیماریاں عام ہونے پر عوام کی طرف سے احتجاجی رویہ سامنے آیا۔

بین الاقوامی سازشیں

ملک میں انتشار اور افراتفری پھیلانے میں خاص طور پر عالمی ادارے اور غیر ملکی ایجنسیاں ہمیشہ سے ملوث رہی ہیں۔جو کہ علیحدگی پسند تنظیموں کو فنڈنگ کر کے ملک میں افراتفری پیدا کرتی ہیں اس کی سب سے بڑی مثال پاکستان میں سقوط ڈھاکہ

کی ہے جس میں وطن عزیز کو ملک دشمن ممالک نے دو حصوں میں تقسیم کروا دیا۔ مصر میں اخوان المسلمون کے احتجاج کو پر تشدد بنانے میں بھی عالمی طاقتیں کار فرما رہی تھیں۔ محمد انیس الرحمن لکھتے ہیں

> اخوان کے پر امن احتجاج کو آگ کی ہوا دینے کے لیے اسرائیل نے بڑی تعداد میں کمانڈوز مصری شہریوں کے روپ میں قاہرہ، اسکندریہ اور دیگر شہروں میں داخل کر دیے ہیں جو ایک طرف مظاہرین پر گولی چلاتے ہیں تو دوسری جانب مصری فوج کو نشانہ بناتے ہیں تاکہ حالات کو تیزی سے خراب کیا جائے۔

تجزیہ نگار: انیس الرحمن، ہفت روزہ ندائے ملت لاہور، 18 تا 24 جولائی 2013، ج: 45، شمارہ: 30 ص: 11

علیحدگی پسند تحریکیں

ملک میں علیحدہ پسندوں نے مختلف اوقات میں احتجاج کیے۔ اس طرح کی تحریکوں کو اکثر و بیشتر ملک دشمن عناصر کی پشت پناہی حاصل رہی ہے۔ ڈاکٹر محمد اشرف خرم لکھتے ہیں

> سیاسی عدم استحکام کا ایک بڑا محرک اندرونی طور پر اٹھنے والی آزادی یا علیحدگی کی تحریکیں ہیں۔ اس ضمن میں سب سے بڑی تحریک بنگالی قوم پرستوں کی رہی جس نے بالآخر مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور بنگلہ دیش کے قیام کی صورت میں کامیابی حاصل کی بنگالی قوم پرست لیڈروں نے بہت پہلے طے کیا تھا کہ انہوں نے پاکستان سے علیحدگی اختیار کرنے ہے اور بنگلہ دیش بنانا ہے۔ بالخصوص مولانا بھاشانی اور شیخ مجیب الرحمن کے اکثر بیانات اور عملی طرز ہائے عمل سے اس حقیقت کو تقویت ملتی ہے کہ ان کی سیاست کا مرکز اور محور پاکستان سے علیحدگی تھا انہوں نے بھارت کی مداخلت کے ذریعے اپنے اس مقصد کو حاصل کر لیا ہے۔

خرم، محمد اشرف، ڈاکٹر (2010ء). پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے تعلیم پر اثرات، کراچی، رائل بک کمپنی، ص: 354

ایک زمانے میں متحدہ قومی موومنٹ بھی کراچی کی علیحدگی کی خواہش رکھتی تھی۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے مختلف اوقات میں شورش کی۔ بناء بریں سندھی قوم پرست سندھو دیش کو اپنی سیاست کی غایت مانتے ہیں اور سندھ سے علیحدگی چاہتے ہیں۔

کرپشن اور بدعنوانی

سیاستدانوں کی طرف سے کرپشن اور بدعنوانی کی وجہ سے اکثر عوام کی طرف سے صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ بدعنوانی اگرچہ ہمارے معاشرے میں ہر سطح پر موجود ہے لیکن اس کا استعمال زیادہ طرح طاقتور طبقات کی طرف سے ہوا ہے۔ کبھی کرپشن سفارش کی بناد پر فروغ پاتی ہے جس سے میرٹ کا قتل عام ہوتا ہے اور حقدار اپنے حق سے محروم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ عوام کی طرف سے مقتدر حلقوں کے خلاف بغاوتیں اور نفرت کے احساس پروان چڑھتے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے 2008ء سے 2013ء تک کے دور اقتدار پر تبصرہ کرتے ہوئے قیوم نظامی لکھتے ہیں

گزشتہ حکومت نے کرپشن کے تمام ریکارڈ توڑ دیے۔ ایمینسٹی انٹرنیشنل کے مطابق گزشتہ سالوں کے درمیان اٹھارہ سو ارب روپے کی لوٹ مار ہوئی۔ نیب کے چیئرمین نے اقرار کیا کہ پاکستان مین روزانہ دس سے بارہ ارب روپے کی کرپشن ہوتی ہے۔ سپریم کورٹ بھی حکومتی کرپشن اور بدانتظامی کے بارے میں آہ و بکا کرتی رہی۔ رینٹل پاور میں 500 ملین روپے، این آئی سی ایل میں 8 ارب روپے، پاکستان سٹیل ملز میں 20 ارب روپے کی کرپشن ہوئی۔ پاکستان ریلوے، پی آئی اے اور واپڈا دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ پاکستان کا شمار دنیا کے بارہ کرپٹ ترین ممالک میں ہوتا ہے۔ غربت، بے روزگاری اور آبادی میں ہوشربا اضافہ ہوا۔ حکومت تعلیم کی شرح میں اضافہ نہ کر سکی۔ عوام آج بھی صحت کی معیاری سہولتوں کو ترس رہے ہیں۔

قیوم نظامی "منظر نامہ"، روزنامہ نوائے وقت لاہور، 20 مارچ 2013ء، ج: 49، شمارہ: 372، ص: 14

بے چینی و مایوسی

احتجاج کی ایک بڑی وجہ ملک میں بے چینی ہے جو کہ حکمرانوں کی طرف سے کیے جانے والے جھوٹے دعوؤں اور وعدوں سے مایوس ہو کر عوام کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے عوام تنگ آ کر احتجاج کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اشرف خرم لکھتے ہیں

> وطن عزیز کی سیاسی تعلیم اور معاشرتی تاریخ کا عمیق تجزیہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ بے چینی و مایوسی بھی سیاسی عدم استحکام کا ایک اہم محرک ثابت ہوتی رہی ہے۔ یہ بے چینی اور مایوسی کئی سمتوں میں رہی ہے کبھی عوام میں کبھی حزب اختلاف میں کبھی فوجی حکومتوں کی وجہ سے سیاسی جماعتوں میں، کبھی خود اربابِ اقتدار میں شامل سازشی عناصر میں کبھی بیوروکریسی میں کبھی فوجی جرنیلوں میں۔ عام میں مایوسی اور بے چینی اس لحاظ سے رہی ہے کہ پاکستان جن مقصد کے تحت قائم کیا گیا تھا عملاً حکومتوں نے ان کے حصول کے لیے ٹھوس اقدامات اٹھائے ہی نہیں۔ جس نظریہ حیات کی بنیاد پر نئے مملکت کے نظام ہائے زندگی متشکل ہونے تھے وہ نہ ہو سکے اس کے برعکس حکومتوں نے غلامی کے طوق کو ہی گلے لگائے رکھا۔ نوازئیدہ مملکت خداداد کے لیے جس طرح آئین کی ضرورت تھی اس طرح کا آئین نہیں بن سکا بلکہ آئے روز آئینی بحرانات پے در پے رونما ہوتے رہے عوام میں عدم تحفظ اور بے چینی رہی بالآخر ملک دولخت ہوا۔ عوام کو اس امر کی بھی بے چینی رہی کہ ملک میں دیانتدار قیادت سامنے نہ آ سکی اور سیاستدانوں نے عمل سیاست میں نت نئے بحرانات اور کرپشنز کو فروغ دیا۔ عوام کو یہ بھی مایوسی اور بے چینی رہے کہ ہر حکومت نے ان کی فلاح و بہبود کے لیے کام نہیں کیے بالخصوص عوام میں حصول روزگار کی بے چینی اور تابنکا مستقبل میں تاریک سائے پھیلنے کی مایوسی رہے۔

خرم، محمد اشرف، ڈاکٹر (2010ء). پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے تعلیم پر اثرات، کراچی، رائل بک کمپنی
، ص:540

سیاسی جماعتوں کی محاذ آرائی

ملک میں شروع دن سے ہی سیاسی جماعتوں کی آپس میں محاذ آرائی رہی۔ ایک دوسرے پر الزام تراشی، ایک دوسرے کو کرپٹ اور ملک دشمن اور غدار قرار دینے کی عملی روش ہر سیاسی جماعت میں موجود رہی ہے۔ پاکستان میں نوے کی دہائی میں یہ سلسلہ عروج پر رہا۔ بعد ازاں عوامی تحریک اور تحریک انصاف کی طرف سے مسلم لیگ نون کے خلاف متعدد بار احتجاجی تحریکیں چلائی گئیں۔

تعلیم و تربیت کا فقدان

اس میں کوئی شک نہیں کہ موثر تعلیم و تربیت جزو معاشرت ہے۔ تعلیم نہ صرف لازمہ حیات ہے بلکہ یہ سماجی فریضہ اس لیے کہلاتی ہے کہ اس کے توسط سے افراد معاشرہ خود شناس اور معاشرہ شناس ن کر معاشرے کی تشکیل و تعمیر اور ترقی و استحکام کے لیے کارہائے نمایاں سر انجام دینے کے لائق بنتے ہیں۔ وہ سیاستدان ہوں یا فوجی، ججز ہوں یا وکلا، ڈاکٹرز ہوں مذہبی پیشوا سب کے لیے ضروری ہے کہ تعلیم کے ساتھ تربیت کے عمل سے بھی گزرے ہوں۔ ڈاکٹر محمد اشرف خرم لکھتے ہیں

> بد قسمتی سے ہمارے ملک میں ہماری مروجہ تعلیم افراد معاشرہ کی اس طرح تربیت کرنے سے عملاً قاصر رہی جس کی وجہ سے وہ باہم دست و گریباں ہوتے رہے۔ ایک دوسرے پر الزامات لگاتے رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی حکومتیں گرانے کے لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے۔

خرم، محمد اشرف، ڈاکٹر (2010ء). پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے تعلیم پر اثرات، کراچی، رائل بک کمپنی، ص:534

خلاصہ بحث

پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے محرکات کی روشنی میں درج ذیل تجاویز احتجاج کی روک تھام کے لیے موثر ثابت ہو سکتی ہیں۔

1۔ نظریہ پاکستان کا عملی اطلاق کیا جائے جس کی بدولت پاکستان حاصل کیا گیا۔

2۔ مربوط سیاسی نظام کی تشکیل نو کی جائے تا کہ اہل حکمران ہی منصب اقتدار پر متمکن ہوں۔

3۔ حکومتوں کی کارکردگی موثر ہو، عوامی مطالبات کی بجاآوری ہو اور ہر ممکن عوام کی تسلی اور تشفی کی جائے۔

4۔ ملک پر قانون کی حکمرانی ہو اور مروجہ لاقانونیت کا خاتمہ ہو۔

5۔ پورے ملک میں اسلامی تصور مساوات کے اصولوں کو فروغ دیا جائے۔

6۔ پولیس کو مقتدر طبقے کا ذاتی ملازم کی بجائے عوام کے جان و مال کے تحفظ کے لیے استعمال کیا جائے۔

7۔ افراد معاشرہ کی موثر سیاسی و سماجی تربیت کا اہتمام ہو۔

8۔ بھائی چارہ، اتحاد و یگانگت کو ہر ممکن فروغ دیا جائے۔

9۔ معاشرے سے کرپشن اور ناانصافی کا مکمل خاتمہ کرنے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔

10۔ معیشت کی مضبوطی کے لیے اقدامات کیے جائیں تا کہ بھوک و افلاس اور بے روزگاری کا خاتمہ ہو سکے۔

فصل دوم :

خروج اور احتجاج میں مشابہت اور اختلافی پہلوؤں کا جائزہ

اس فصل میں ہم جائزہ لیں گے کہ خروج اور احتجاج کے درمیان کون سے ایسے پہلوؤں ہیں جو باہم مشترکہ ہیں اور کون سے پہلوؤں مختلف فیہ ہیں۔علاوہ ازیں خروج اور احتجاج کی جزوی مماثلت ومشابہت اور جزوی اختلافی پہلوؤں کو بھی نمایاں کیا جائے گا۔ جس کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے گے کہ کس حد تک خروج کو احتجاج کے موافق سمجھا جا سکتا ہے۔اور کونسے اسباب و محرکات خروج کا احتجاج کے متقابل تصور فراہم کرتے ہیں۔

مبحث اول: خروج اور احتجاج میں مشابہت

ذیل میں ہم خروج اور احتجاج کے عوامل ومسائل میں موجود مشابہت کے پہلوؤں کا جائزہ پیش کریں گے۔

وجوہات میں مشابہت

تاریخی خروج اور عصر حاضر میں ہونے والے احتجاجی مظاہروں کی وجوہات کا جائزہ لیا جائے تو بنیادی وجہ ظلم و ناانصافی ہے۔تاریخ میں بنو امیہ کے مظالم پڑھ کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں بعض ازاں بنو عباس کے دور میں بھی بنو امیہ اور علویوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔(ملاحظہ ہو باب چہارم فصل اول) تاریخی میں ہونے والے خروج ہوں یا عصر حاضر میں ہونے والے احتجاج بنیادی وجہ ظلم و ستم ہے جس سے تنگ آکر لوگوں نے صدائے احتجاج کی راہ کو اختیار کیا۔اسی طرح عالمی سطح پر مختلف ممالک میں ہونے والے مظالم کی وجہ سے بھی لوگ احتجاج کرتے نظر آتے ہیں۔کشمیر کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر پوری دنیا میں احتجاجی مظاہرے ہوتے رہے ہیں۔اسی طرح اسلامی ممالک میں مسلمانوں کا ناانصافی کے خلاف احتجاج بھی تاریخی خروج کی وجوہات سے مماثلت رکھتا ہے۔

مرکز و محوریت میں مشابہت

خروج اور احتجاج کا بنیادی سبب حاکم طبقہ ہوتا ہے۔تاریخی خروج اگر ظلم کے خلاف ہوا تو ظلم و ستم حکمران طبقہ کی طرف سے کیا گیا۔اگر خروج کرپشن اور بدعنوانی کے باعث ہوا تو اس میں مقتدر طبقہ ملوث پایا گیا۔(دیکھیے باب چہارم، فصل اول) آج کے دور میں بھی اکثر احتجاجی مظاہرے مقتدر طبقہ کے ظلم، جبر، ناانصافی، کرپشن اور بدعنوانی کے خلاف کیے جاتے ہیں۔سادہ الفاظ میں اگر دیکھا جائے تو خروج اور احتجاج در حقیقت ظالم اور مظلوم کے درمیان جنگ ہے۔

خروج اور احتجاج میں فریق مخالف کا ہونا

خروج اور احتجاج میں ایک چیز جو مشترکہ ہے وہ یہ ہے کہ خروج اور احتجاج کسی فریق یا کسی عمل ناپسندیدہ کے خلاف کیا جاتا ہے اور عمل ناپسندیدہ در حقیقت کا صدور بھی کسی فریق سے ہی ہو سکتا ہے۔لہذا بغیر فریق مخالف کے احتجاج اور خروج قابل عمل نہیں ہو سکتا۔

ملوکیت کے خاتمہ کے طور پر اشتراک

خروج بعض اوقات ملوکیت کے خاتمے کے لیے بھی کیا گیا ہے اس طرح یہ مقصدیت کے اعتبار سے جزوی طور احتجاج کے مشابہ قرار پائے گا کیونکہ عصر حاضر میں ہونے والے احتجاج بالعموم ملوکیت کے خاتمہ پر اختتام پذیر ہوئے جیسا کہ مصر میں حسنی مبارک کے خلاف احتجاج، انڈونیشیا میں سوہارتوں کی آمریت کے خلاف ہونے والے احتجاج ان کی ملوکیت اور آمریت کے خاتمہ کا سبب بنے۔ (دیکھیے باب سوم فصل اول)

جواز اور عدم جواز کے اعتبار سے مشابہت

خروج اور احتجاج کے جواز اور عدم جواز پر علماء وفقہاء کا کا اختلاف رہا ہے۔ (دیکھیے باب اول فصل سوم)۔ پر امن احتجاج کرنا اور اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنا اور آزادی اظہار رائے کی اسلام اگرچہ مکمل اجازت دیتا ہے۔ مگر احتجاج کے بعض طریقے ایسے میں جس میں انسانی جانوں کا ضیاع ہو اس کی اسلام اجازت نہیں دیتا کیونکہ حفاظت جان، حفاظت ایمان، حفاظت مال اور حفاظت آبرو اسلام میں ہر چیز سے مقدم ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

> مصلحت سے ہماری مراد مقاصد شریعت کی حفاظت ہے اور شارع کو مخلوق کے پانچ مصالح کی حفاظت مقصود ہے۔ دین، نفس، عقل، نسل اور مال۔ بس ہر وہ چیز جو ان امور کی حفاظت کرے مصلحت ہے۔ اور ہر وہ امر جو ان مصالح میں کسی ایک کے فوت ہو جانے کا ذریعہ ہو وہ مفسدہ ہے اور مفاسد کو دور کرنا مصلحت ہے۔

الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، (1304ھ) المستصفیٰ من علم الاصول، مصر، مطبعہ مصطفیٰ محمد، ج:1، ص:286

ضابطہ کار کی معدومیت

خروج اور احتجاج میں کوئی ضابطہ کار مقرر نہیں ہے کہ ایسے عوامل و مسائل میں خروج اور احتجاج ہو سکتا ہے یا کن عوامل و مسائل میں خروج اور احتجاج نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے باقاعدہ کوئی پالیسی نہیں ہے۔ ضابطہ کار کا نہ ہونا در حقیقت خروج اور احتجاج کے پیمانہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ بعض اوقات ذاتی مفاد کی بنا پر بھی خروج اور احتجاج کیا جاتا ہے۔
(باب چہارم فصل اول ملاحظہ ہو خروج کی وجوہات خاندانی رقابت)

مبحث ثانی: خروج اور احتجاج کے اختلافی پہلو کا جائزہ

ذیل میں خروج اور احتجاج کے اختلافی پہلو کا جائزہ لیا جائے گا۔ وہ کونسی چیزیں ہیں جو دونوں میں مختلف فیہ ہیں اور جو خروج اور احتجاج کے درمیان حد فاصل قائم کرتی ہیں۔

اغراض و مقاصد میں اختلاف

تاریخی خروج کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ خروج اور احتجاج کے اغراض و مقاصد میں جزوی طور پر اختلاف ہے۔ خروج اکثر و بیشتر حکمران طبقہ کے خلاف ہوتا ہے جس کی غرض وغایت حاکم کو اقتدار سے کلی طور پر بے دخل کر کے اقتدار پر خروج کرنے والی جماعت کا براجمان ہونا۔ اقتدار کو اپنا حق سمجھتے ہوئے حاکم یا امیر کے خلاف جدوجہد کرنا اہل خروج کا بنیادی مقصد ہوتا ہے۔ جبکہ بالعموم احتجاج کرنے والوں مقصد حاکم وقت کی اصلاح مقصود ہوتا ہے۔ یہ دراصل اپنے حقوق کے حصول کی جنگ ہے جو احتجاجی گروہ کی طرف سے بغیر ہتھیار کے لڑی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں خروج کا مقصد بسا اوقات حکومت و خلافت کی طلب اور جاہ و منصب کی خواہش ہوتی ہے ہر شخص اپنے گروہ کے سرکردہ کو بر سر تخت لانا چاہتا ہے اور اس کو اقتدار میں لانے کی جا و بے جا سر توڑ کوشش کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاریخ میں ظالم بادشاہ امت پر مسلط ہو گئے (دیکھیے باب دوم فصل سوم) اور تاریخ اسلام میں ایسے ہولناک واقعات پیش آئے جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

قیادت کی موجودگی کے اعتبار سے اختلاف

تاریخ اسلام میں جتنے بھی خروج ہوئے ان کا کوئی نہ کوئی سربراہ تھا جو ان کی قیادت کرتا اور جس کی کمان میں پورا لشکر جنگ کرتا۔ جن کا نظریہ فتح یا موت کی طرف پیشقدمی کرنے کا ہوتا تھا۔ لیکن احتجاج میں کسی امیر یا سربراہ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ بہت سے لوگ کسی ایک واقعے کے رونما ہونے کی بنیاد پر باہر نکلتے ہیں اور ملک گیر احتجاجی مظاہرے پھیل جاتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو لیبیا)

قانونی حیثیت میں اختلاف

عصر حاضر میں احتجاج کو نہ صرف قانونی حیثیت حاصل ہے بلکہ آزادی اظہار رائے جمہوری ملکوں میں مختلف طرز پر رائج عمل ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ پر امن طریقے سے اپنی آواز حکمران بالا تک پہنچائے ۔ جبکہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 16 کے تحت فریڈم آف اسمبلی کے بنیادی حقوق میں اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ آرٹیکل کا متن کچھ یوں ہے۔

> ہر شہری کو پر امن طریقہ سے اور غیر مسلح انداز سے اکھٹا ہونے کا حق حاصل ہو گا تاہم اس حق کے تحت پبلک آرڈر کو قائم رکھنے کے لیے معقول بندشوں کی پابندی لازمی ہے۔

ضابطہ فوجداری قانون

جبکہ خروج میں آئین اور قانون سے بالاتر جدوجہد کے نام ہے جس میں اہل خروج مکمل طور پر مسلح ہوتے ہیں اور بزور طاقت حاکم کو اقتدار سے الگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دائرہ کار میں اختلاف

خروج اور احتجاج کے دائرہ کار میں اختلاف ہے۔سیاسی خروج کا دائرہ کار صرف حاکم کی مخالفت اور تنقید کرتے ہوئے گروہ کثیر کا مسلح انداز میں اس کے خلاف میدان عمل میں آنے تک محدود ہے۔جبکہ احتجاج کا دائرہ اختیار مخالفت ،تنقید،اصلاح اور اظہار ناراضگی کا اظہار کرنے تک پھیلا ہوا ہے۔احتجاج علامتی طور پر بھی کیا جاسکتا ہے جس میں باہر نکلنے کی بجائے محض کوئی کام کرتے ہوئے علامتی طور پر بازوں پر سیاہ پٹیاں باندھ لی جاتی ہیں جیسا کہ پنجاب سول ایسوسی ایشن نے اپنے مطالبات کے حق میں بازوں پر سیاہ پٹیاں باندھ کر پر امن طور پر علامتی احتجاجی مظاہرہ کیا۔

روزنامہ نوائے لاہور،10 اپریل،2019ء،ج:79،شمارہ:19،ص:2

طریقہ کار میں اختلاف

خروج اور احتجاج کے طریقہ کار میں بھی مکمل طور پر اختلاف ہے۔تاریخی اعتبار سے جتنے بھی خروج ہوئے اس میں مظاہرین نے مکمل طور پر مسلح جدوجہد تھی۔جس میں آلاتِ حرب کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے ہتھیاروں سے لیس فریق مخالف حاکم وقت سے اعلان جنگ کرتا ہے۔اس انداز میں خروج کا مظاہرہ آج کے دور میں بھی بعض انتہا پسند تنظیموں مثلاً داعش،طالبان اور بوکو حرام جیسی تنظیموں کی طرف سے دیکھنے میں آتا ہے۔جبکہ احتجاج کا طریقہ کار عملی طور پر مختلف ہے ،جس میں مظاہرین احتجاج کے وقت آلات حرب کی بجائے زیادہ سے زیادہ پتھراؤ اور لکڑی کے ڈنڈوں کا استعمال کرتے ہیں۔(ملاحظہ ہو باب سوم،فصل دوم،اکثر احتجاجی مظاہروں میں مظاہرین غیر مسلح انداز میں مخصوص اور متعین جگہ پر اجتماع کرتے ہوئے اپنے مطالبات کے حق میں نعرہ بازی کرتے ہیں۔یہ اجتماع کبھی مخصوص مدت تک اس جگہ پر بیٹھ جانے کی صورت ہو سکتا ہے یا محض حکمران مخالف نعروں کی صورت میں اپنی آواز بلند کرتا ہے۔

خروج اور احتجاج کے نتائج میں اختلاف

خروج کا تاریخی اعتبار سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خروج اور احتجاج کے نتائج مختلف فیہ ہیں ۔خروج میں انسانی جانوں کا ضیاع نسبتاً احتجاج کے زیادہ ہوا ہے۔کیونکہ اہل خروج مسلح انداز میں کاروائی کرتے ہیں چنانچہ دونوں اطراف یعنی حاکم وقت کے مسلح دستوں اور خروج کرنے والوں کے درمیان جنگ کا ساماں بن جاتا ہے۔جس میں جب تک فریق مخالف کے تمام افراد کو تہ تیغ نہیں کیا جاتا تب تک جنگ بندی نہیں کی جاتی۔حتیٰ کے ایسی صورت میں بعض اقوام کے نام ونشان تک مٹا دیے جاتے ہیں۔یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کسی ایک گروہ کا مکمل طور پر خاتمہ نہ ہو جائے۔جبکہ احتجاج میں اکثر مظاہرین غیر مسلح ہوتے ہیں چنانچہ زیادہ تر توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ تک ہی محدود رہتے ہیں۔اکثر وبیشتر مقتدر طبقہ مظاہرین کے جائز مطالبات کو تسلیم کر کے پر امن طور پر معاملہ کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

عددی اعتبار سے اختلاف

خروج اور احتجاج عددی اعتبار سے بنیادی فرق رکھتا ہے۔خروج کے لیے لوگوں کے ایک معقول گروہ کی ضرورت ہوتی ہے جو مل کر کسی جدوجہد میں شریک ہوتے ہیں۔جبکہ احتجاج کے لیے ضروری نہیں کہ لوگوں کی کثیر تعداد موجود ہو بلکہ بعض

اوقات فرد واحد کی طرف سے بھی احتجاج کا عمل وقوع ہو سکتا ہے۔ جیسے کوئی شخص احتجاجاً کھانے پینے سے انکار کر دے۔ جس کو بھوک ہڑتال کہا جاتا ہے جو احتجاج کی ایک قسم ہے۔ جیسا کہ حضرت سعد بن وقاص کی والدہ نے ان کے اسلام لانے پر کھانے پینے سے انکار کر دیا تھا۔ جس کا ذکر باب اول میں کیا گیا ہے۔ یا پھر کوئی شخص کسی عمل کا بائیکاٹ کر کے احتجاج کرتا ہے ۔جیسا کہ انتخابات کے دوران کوئی فرد انتخابات سے بائیکاٹ کرتا ہے۔ یا حکومتی پالیسیوں پر احتجاجاً کوئی اسمبلی ممبر استعفیٰ دے دیتا ہے۔

اثرات کے اعتبار سے اختلاف

خروج اور احتجاج کے اثرات میں اختلاف رہا ہے۔ احتجاج کے منفی اثرات تھوڑے وقت کے لیے ہو سکتے ہیں اور احتجاج محدود طبقہ تک ہی اپنے اثرات چھوڑتا ہے۔ مگر خروج کے اثرات کئی نسلوں تک اثر پذیری رکھتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عثمان غنی کے عہد میں ہونے والے خروج کی اثر پذیری بنو امیہ اور بنو عباس کے عہد خلافت تک رہی جس کی نتیجے میں خونریز جنگیں بھی ہوئیں۔ بنو امیہ کا زوال اور بعد ازاں سقوط بغداد بھی اسی خروج کا شاخسانہ تھا۔ (دیکھیے باب دوم فصل دوم، سوم)

نظریاتی اعتبار سے اختلاف

خروج کا تعلق اکثر نظریات سے ہوتا ہے جبکہ احتجاج کا تعلق حقوق کے حصول کے ساتھ ہے۔ تاریخی اعتبار سے خروج ہوئے ان کا جائزہ لیا جائے تو خوارج نے جو خروج کیے وہ اپنے باطل نظریات کی بنیاد پر تھے۔ جس میں ان کے نظریہ کی حمایت کرنے والے مسلمان اور باقی سب دائرہ اسلام سے خارج تصور کیے جاتے اسی بنا پر انہوں نے حضرت علی کے خلاف خروج کیا اور بعد ازاں بنو امیہ کے عہد میں بھی متعدد بار خروج کیا۔ اسی طرح فرقہ قرامطیہ کا بنو عباس کے خلاف خروج بھی نظریاتی اختلاف کے سبب تھا۔

ابن مسعودی لکھتے ہیں:

> جس طرح معتزلہ اس خیال میں خوارج کے ہم نوا تھے کہ امامت قریش وغیر قریش دونوں میں جائز ہے۔ اسی طرح انہوں نے انتہا پسند خوارج کے نظریے کی بھی تائید کی تھی کہ مسلمانوں میں امامت کا قیام ضروری نہیں ہے۔ یہ مفہوم انتہا پسند خوارج کے اس قول سے بھی واضح ہوتا ہے۔ کوئی حکومت نہیں مگر اللہ کی"۔ خوارج نے معتزلہ کی تائید سے اس نراجی نظریے کو بنی امیہ پر خروج کرنے اور ان کے خلاف شورشیں برپا کرنے کا ذریعہ بنایا تھا۔

حسن ابراہیم حسن، دکتور، (2006ء). مسلمانوں کی سیاسی تاریخ، لاہور، مجلس ترقی ادب، ج:2، ص:۳۰

معنوی اعتبار سے اختلاف

مفہوماً خروج کا لفظ باہر نکلنے سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ احتجاج کا مطلب آواز بلند کرنا اور بطور حجت اور دلیل کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے احتجاج کا دائرہ کار وسیع ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے باب اول، فصل اول)

خروج اور احتجاج کے خلاف کاروائی میں اختلاف

خروج اور احتجاج کی روک تھام کے لیے اقدامات کا جائزہ لیا جائے تو اس کے خلاف کی جانے والی کاروائیوں میں بھی اختلاف نظر آتا ہے۔ اہل خروج چونکہ حاکم کے خلاف مسلح طور پر نکلتے ہیں چنانچہ ان کو پسپا کرنے، دبانے اور روکنے کے لیے مسلح طور پر کاروائی کی جاتی ہے اور جس میں دونوں اطراف سے انسانی جانوں کا ضیاع ہوتا ہے۔ جبکہ احتجاج میں مظاہرین غیر مسلح ہوتے ہیں چنانچہ انہیں منتشر کرنے کے لیے عصر حاضر میں لاٹھی چارج، آنسو گیس اور واٹر کینن کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جس میں بہت کم ہلاکتوں کا خدشہ ہوتا ہے۔ (دیکھیے باب سوم فصل اول)

خلاصہ بحث

خروج اور احتجاج کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ احتجاج اگرچہ خروج کی جدید شکل ہے مگر احتجاج اور خروج کے بہت سے پہلوؤں آپس میں مختلف ہونے کے ساتھ اپنے اندر بہت سے اختلاف رکھتے ہیں۔ مرور وقت کے ساتھ جہاں معاشرے کے بہت سے شعبوں میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں اسی طرح لوگوں کے طرز عمل میں بھی نمایاں فرق دیکھنے کو ملتا ہے۔ جس کی واضح مثال خروج اور احتجاج کے درمیان ظاہر ہونے والے فرق کی ہے۔

فصل سوم:

خروج واحتجاج کا تجزیاتی مطالعہ

اس فصل میں عصر حاضر میں خروج اور احتجاج کے اطلاقات کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے فوائد و ثمرات اور مقاصد کے درمیان تطبیق کا جائزہ لیا جائے گا۔ عصر حاضر میں خروج اور احتجاج کی نوعیت کیا ہونی چاہیے۔ کیا عصر حاضر میں خروج عملی صورت میں موجود ہے۔ یا محض اس کی حیثیت تاریخی رہ گئی ہے۔

مسلح خروج اور پر تشدد احتجاج کی ممانعت

تاریخی شواہد کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلح خروج میں ہمیشہ فتنہ و فساد پیدا ہوا ہے۔ اور جس معاشرے میں خروج ہوئے وہ معاشرہ بے چینی اور اضطراب کی کیفیت سے دوچار رہا ہے۔ مسلح خروج اگر نظریاتی سطح کا ہو تو اہل خروج کے نظریہ سے اختلاف کرنے والا کافر قرار پاتا ہے اور اس کا خون، مال اور عزت مباح سمجھی جاتی ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اسی طرح موجودہ معاشرے میں ہونے والے پر تشدد احتجاجوں کا ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جس میں اگرچہ نظریاتی اختلاف کار فرما نہیں ہوتا مگر عوام کے جان و مال اور املاک کو نقصان پہنچانے سے احتجاج کو کامیاب تصور کیا جاتا ہے جو کہ سراسر باطل ہے۔ کیونکہ جان و مال کی حفاظت ہر شہری کا بنیادی حق ہے اور کسی کو اس کے حق سے محروم کرنا ظلم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ

(البقرہ:188)

اور تم ایک دوسرے کے مال آپس میں ناحق نہ کھایا کرو۔

عبد الرحمن السعدی لکھتے ہیں:

اس میں اپنا مال اس لیے کہا کہ اپنے بھائی کے مال کا اسی طرح احترام کرے جس طرح اپنے مال کا احترام کرتا ہے۔

السعدی، عبد الرحمن بن ناصر، (1420ھ). تفسیر السعدی، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ج:1، ص:140

حضور نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ اعلان فرمایا:

فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ

اسی حضور نے حالت جنگ میں دس چیزوں سے منع کیا:

انی موصیک بعشر لاتقلتن امرأة ولاصبيا ولا كبيرا هرما ولاتقطعن شجرا مثمرا ولا تخربن عامرأ ولا تعقرن شاة ولا بعيرأ لا لا كله ولا تحرقن نخلاً

موطاامام مالک، رقم الحدیث 1242

کسی عورت، بچے یا بہت بوڑھے کو قتل نہ کرنا، کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا، کسی آباد زمین کو ویران نہ کرنا۔ کسی بکری یا اونٹ کو بجز غذائی ضروریات کے ذبح نہ کرنا، شہد کی مکھیوں کو نہ جلانا۔

مگر عصر حاضر میں پر تشدد ہونے والے احتجاجوں میں مظاہرین کی طرف سے جلاؤ گھیراؤ، توڑ پھوڑ، سڑکوں اور راستوں میں رکاوٹیں ڈال کر بے چینی کا ماحول پیدا کیا جاتا ہے اور لوگوں کے اموال کو تلف کیا جاتا ہے جو کہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

مسلح جدوجہد سے اجتناب

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلح جدوجہد سے ہر صورت اجتناب کیا جائے تاکہ عامۃ الناس کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ ڈاکٹر محمد مشتاق احمد لکھتے ہیں:

اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے طاقت کا استعمال آخری حربے کے طور پر ہی کیا جانا چاہیے۔ ابتدا میں پر امن ذرائع سے ہی مسئلے کے حل کی کوشش کی جائے۔ ظلم کے شکار مسلمانوں کو اللہ کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور صبر و استقامت سے اپنے حقوق کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔

خروج اور احتجاج ذاتی مفاد سے بالاتر ہو

خروج یا احتجاج کبھی بھی ذاتی مقاصد کے لیے نہ کیا جائے بلکہ مفاد عامہ کو پیش نظر رکھا جائے۔ بعض اوقات محکوم طبقہ کو حاکم کا کوئی امر ناگوار گزرتا ہے تو وہ اس امر کے خلاف خروج یا احتجاج کی راہ پر چل نکلتا ہے۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

على المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب وكره إلا أن يؤمر بمعصية فإذا أُمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة

البخاري، رقم الحديث: 7144

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے حکمران کی بات سنے اور اس کی اطاعت کرے چاہے اسے اچھا لگے یا برا، سوائے اس کے کہ اسے گناہ کا حکم دیا جائے۔ اگر اسے گناہ کا حکم دیا گیا تو نہ اس بات کو سنے اور نہ اطاعت کرے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے محض اپنی ذات کی حد تک کسی بات کے اچھا یا برا لگنے کو بنیاد بنا کر خروج نہ کیا جائے ہاں اگر حاکم اسے ایسی بات کا حکم دے جو باعث گناہ اور معصیت ہو تو ایسی صورت میں اس کی اطاعت سے خروج کیا جا سکتا ہے۔

خروج کے جواز اور عدم جواز پر آراء کا تجزیہ

آئمہ کے اقوال (دیکھیے باب اول، فصل سوم، خروج کی شرعی حیثیت) کی رو سے حاکم کے خلاف خروج اسی صورت میں جائز ہے جب ظالم حکمران کو ہٹا کر اس کی جگہ عادل حکمران لایا جاسکتا ہو۔ اس صورت میں اگرچہ خونریزی بھی ہو لیکن وہ خونریزی اس قتل و غارت گری سے بہر صورت کم ہو جو ظالم حکمران کے اقتدار پر قابض رہنے سے متوقع ہے۔ بصورت دیگر حدیث (سنن ابی داؤد) کی رو سے سلطان جائر کے ظلم کو ظلم کہتے رہنا خاموش رہنے سے افضل ہے۔

آئمہ وفقہا میں سے جنہوں نے ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج نہ کیا اس کا یہ مطلب ہیں کہ شرعا خلیفہ کے لیے جو صفات مطلوب ہیں وہ خلفائے راشدین کے بعد آنے والے حکمرانوں میں موجود تھیں۔ بلکہ کسی بڑے شر سے بچنے کے لیے انہوں نے راہ رخصت کو اختیار کیا۔ جیسا کہ امام غزالی لکھتے ہیں:

> **فان قيل: فان تسامحه بخصلة العلم لزمكم التاسح بخصلة العدالةوغير ذلك من الخصال،قلنا: ليست هذه مسامحة عن الاختيار،ولكن الضرورات تبيح المحضورات،فنحن نعلم أن تناول الميتة محظور ولكن الموت أشد منه،ومعلوم أن البعيد مع الأبعد قريب،واهون الشرين خير بالاضافة.**

غزالی، ابو حامد بن محمد (1421ھ). الاقتصاد فی الاعتقاد، بیروت، مکتبہ الھلال، ص:259-260

> اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خلیفہ کے لیے علم کی شرط میں نرمی کی جاسکتی ہے تو ضروری ہے کہ آپ اس کے لیے عدالت کی شرط میں اور اسی طرح دوسری شرائط میں نرمی کریں اور یہ نرمی اختیاراً نہیں بلکہ اضطرارا کی جائے گی۔ جیسا کہ مردار کھانا حرام ہے مگر جان بچانے کے لیے جائز ہے۔ اسی طرح یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ ابعد کی موجودگی میں بعید کو قریب سمجھا جاتا ہے اور بڑے شر کی نسبت چھوٹے شر کو خیر کہا جاتا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اگر شر کو خطرہ زیادہ ہو تو خروج کرنے سے اطاعت کرنا بہتر ہے اور اگر خروج نہ کرنے سے شر کا خطرہ ہے تو پھر خروج کرنا سود مند ہو گا۔

خروج یا احتجاج پر نہی عن المنکر کے اطلاق جائزہ

بعض علماء کے نزدیک احتجاج پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا ہے جس کی تردید ڈاکٹر طاہر القادری کے نظریہ پیش کیا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں:

> برائی خواہ حکومتی مظالم کی صورت میں ہو یا کرپشن کی صورت میں، غیر آئینی و غیر قانونی اقدامات کی شکل میں ہو یا آمرانہ و جابرانہ طرز عمل کی شکل میں، غیر منصانہ اور غیر صالحانہ قوانین کی

صورت میں ہو یا ملک و قوم کے مفاد کے خلاف پالیسیوں کی صورت میں اس کو روکنے اور اسے اچھائی سے بدلنے کی ہر پرامن کوشش "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کے ذیل میں آتی ہے۔

طاہر القادری، ڈاکٹر، (2017ء). دہشت گردی اور فتنہ خوارج، لاہور، منہاج القرآن پبلی کیشنز، ص: 561

جبکہ امام حسین کے یزید کے خلاف جدوجہد کو بھی نہی عن المنکر قرار دیا گیا۔ اس لیے صحابہ کرام نے اگرچہ مصلحتاً امام حسین کے ساتھ خروج نہیں کیا مگر دوسری طرف خروج کرنے پر امام حسین کو خطاکار اور گناہ گار بھی نہیں کہا۔

(ملاحظہ کریں امام حسین کے خروج کی وجوہات، باب دوم، فصل دوم)

ظلم کے خلاف جدوجہد کا دائرہ کار

اگر ہم انبیاء کرام کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کریں تو کفار کے ظلم و ستم کے سامنے ان کا طرز عمل ہمارے لیے نمونہ ثابت ہوتا ہے۔ حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، سیدنا ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا بہترین نمونہ اسی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ انہوں نے کس طرح سالہا سال تک ظلم و ستم برداشت کیے اور حق بات کی دعوت دیتے رہے؟ بالآخر ایک مرحلہ ان رسولوں کی حیات مبارکہ میں ایسا آجاتا جب اللہ تعالیٰ انہیں ظالموں کی سرزمین سے ہجرت کا حکم دیتا ہے۔

لیکن دوسری طرف حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بھی سامنے آتی ہے طاقت کے حصول کے بعد ظلم کے خلاف مظلوم کی حمایت میں علم بلند کرنا ہی بہترین راستہ ہے۔ چنانچہ بعثت سے قبل قبیلہ زبید کے مظلوم نے جب بنو ہاشم کو مدد کے لیے پکارا تو آپ ﷺ بنو ہاشم کے افراد کے ساتھ خلف الفضول کے نام پر اس کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے (1)۔ اور ہجرت کے بعد جب بنو خزاعہ کے مظلومین نے آپ سے مدد طلب کی تو آپ نے 10 ہزار کے لشکر لے کر مکہ کا رخ کرتے ہیں۔

ا۔ طبقات ابن سعد، ج: 1، ص: 107

احتجاج کے اطلاقات

عصر حاضر میں ارباب و اختیار و اقتدار کے خلاف اگر مسلح خروج نہ کیا جائے تو ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حکمران طبقہ کو ظلم و ستم کرنے کی آزادی دے دی جائے اور اہل حق خاموش تماشائی بن کر بیٹھ جائیں؟ کیا ان حالات میں مسلمان شہریوں پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ تو اس کا جواب سیاسی جماعتوں اور دانشور طبقات کو چاہیے آزادی اظہار رائے کا حق استعمال کرتے ہوئے ہر سطح پر آواز بلند کرتے ہوئے پر امن اور منظم انداز میں ظلم و انصافی کے خلاف آواز بلند کریں۔ لیکن شرعی حیثیت سے ایسے طریقوں جو حرام اور ناجائز ہیں۔ مثلاً بھوک ہڑتال جو خودکشی کی حد تک پہنچ جائے یا کوئی بھی ایسا طریقہ جس سے کسی کی جان، مال یا آبرو کو خطرہ درپیش ہو یا سرکاری املاک نقصان پہنچنے کا خطرہ لاحق ہو۔ پر امن طریقے سے احتجاج کیا جائے چاہے ہڑتال ہو، بائیکاٹ ہو، دھرنا ہو، یا جلسہ جلوس ہر ممکن عوام کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ کیونکہ اپنے حقوق کے حصول کے لیے دوسروں کے حقوق کی پامالی کرنے کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا بلکہ اسلام تو ایک مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند کرنے کا حکم دیتا ہے جو اسے اپنے لیے پسند ہو۔

عالمی ڈیکلیریشن اور اسلامی نقطہ نظر کا تجزیہ

اگر جمہوری نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو احتجاج کے حق کو نہ صرف تسلیم کیا گیا بلکہ اس طرح کی جدوجہد کا شمار انسانی حقوق کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے جو کہ آج بھی Declaration of human rights کی شکل میں موجود ہے:

ہر کو اپنی رائے رکھنے اور اس کے اظہار کا حق حاصل ہے۔ان فطری حقوق میں ضمیر اور اظہار آزادی رائے،مساوات اور جمہور کی فرماں روائی اور ہر ظلم و زیادتی کے خلاف آواز بلند کرنے کا حق جیسے امور شامل ہیں۔ ہر فرد کو پرامن اجتماع و تنظیم کا بھی حق حاصل ہے۔

قاسمی،اختر امام عادل(2004ء). مولانا حقوق انسانی کا اسلامی منشور،بہار،سمستی پور،جامعہ ربانی،ص:10

اسلام میں سیاسی حقوق کے تصور کے زیر اثر تشکیل پانے والے معاشرے میں جمہوری اقتدار کو فروغ دیا گیا۔چنانچہ ریاست کو اس میں بسنے والے ہر فرد کو اس کے حقوق کا ذمہ دار قرار دیا۔یہ اسلامی روایات کا حسن ہے کہ جس میں ایک عام شہری بھی خلیفہ وقت سے اس کے ریاستی امور اور ذاتی کردار کے بارے میں باز پرس کر سکتا ہے۔اسلام کے عطا کردہ ایسے تمام سیاسی حقوق جہاں عام شہری کو شریک اقتدار کرتے ہیں وہاں دوسری طرف حکمرانوں میں بھی احساس ذمہ داری پیدا کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث

اسلامی سلطنت میں موجود تمام افراد اور اداروں پر ریاست کو مکمل بالادستی حاصل ہوتی ہے چنانچہ عوام پر شریعت کے اندر رہتے ہوئے سربراہ ریاست کی اطاعت فرض ہے۔یہ اطاعت اس کی ذات کی نہیں ہوتی بلکہ اس کی اس حیثیت کی ہوتی ہے جو اسے شرعی احکام کے نفاذ،شریعت کے ضوابط کے احترام،اس کی حدود کے نفاذ اور اس کے مقاصد کے حصول کے لیے ایک نمائندے کے طور پر حاصل ہوتی ہے۔حاکم کا انتخاب کیونکہ عوام کی طرف سے ہوتا ہے لہذا اس کے اعمال و تصرفات پر نظر رکھنے کا وہ اختیار رکھتے ہیں۔چنانچہ اگر حکمران شریعت کے ان قطعی اصولوں سے انحراف کریں جن کی مخالفت سے ایک انسان کافر ہو جاتا ہے تو عوام کو ایسے حکمران بزور قوت ہٹانے اور معزول کرنے کا حق ہوتا ہے۔لیکن اگر حکمران اپنے فرائض کی انجام دہی میں غافل ہوں اور عوام کے حقوق کو پامال کریں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو پرامن احتجاج کے ساتھ ان کی اصلاح کی کاوش کی جائے وگرنہ برخلاف اسلامی تاریخ کے عصر حاضر میں بیشتر ملکوں میں سربراہ حکومت ایک مخصوص مدت کے بعد خود بخود معزول ہو جاتا ہے۔چنانچہ اس کی معزولی تک صبر واستقامت کی راہ اختیار کی جائے۔

بحث ماحصل

اسلامی ریاست کے ابتدائی عہد اور خلفائے راشدین میں تنقید اور احتجاج کی حوصلہ افزائی کی گئی جس کی درجنوں سے زائد مثالیں ذکر کی گئی۔ ان ادوار میں تنقید کا مقصد اصلاح ہوتا تھا۔ ایسا نہیں تھا ہر شخص کو جب دل چاہا جابے جا خلیفہ پر تنقید کرنے لگ گیا۔ بلکہ اصول او رضابطہ کے خلاف اگر کوئی کام نظر آتا تو اس پر تنقید کی جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ فقہاء نے عادل حکمران کے خلاف خروج کو بغاوت قرار دیا۔ خوارج کے خروج کی بھی اسی وجہ سے حوصلہ شکنی کی گئی اور ان کی قوت کا استیصال گیا۔ غیر عادل اور ظالم وفاسق حاکم کے خلاف خروج کا مسئلہ اگرچہ مختلف فیہ رہالیکن جن آئمہ نے ایسے حکمرانوں کے خلاف خروج کو جائز قرار نہیں دیا تو ان کے پیش نظر انسانی جانوں کے ضیاع تھا۔ دوسری طرف امام ابو حنیفہ نہ صرف خروج کے جواز پر فتویٰ دیتے بلکہ نفس ذکیہ اور اس کے بھائی ابراہیم کی پس پردہ حمایت بھی کرتے رہے۔ تاریخی خروج کا عمیق جائزہ لینے کے بعد ہمیں ایسے اسباب سے بھی آگاہی ہوتی ہے جو حکمران طبقہ کے خلاف کسی تحریک کی بنیاد بنے۔ جس کی روشنی میں ہمیں موجودہ حکمرانوں کے اندر ایسے رویے نظر آتے ہیں جو کسی ریاست کو زوال کی طرف لے جانے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں عالمی سطح پر اظہار رائے اور پر امن احتجاج کو باقاعدہ قانونی حیثیت حاصل ہے۔ مگر جب تک لوگوں کی اکثریت کسی امر کے خلاف متحد نہ ہو احتجاجی مظاہرے بے اثر ثابت ہوتے ہیں۔ نتیجتاً احتجاجی مظاہرے کرنے والے طبقات میں یہ احساس تیزی سے پیدا ہوا کہ جب تک احتجاج پر تشدد نہ ہو اس وقت تک ان کی جدوجہد کامیاب تصور نہیں کی جائے گی۔ اس احساس نے ریاست پر منفی اثرات بھی مرتب کیے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ احتجاج کے جواز اور عدم جواز کے نقطہ نظر سامنے آئے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مظلوم طبقہ کے اندر اپنے حقوق کے حصول کی جدوجہد کا شعور پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی ایسے پر امن مظاہروں کی طرف رہنمائی کی جائے جو معاشرے میں فتنہ وفساد اور بے چینی پیدا کرنے کی بجائے بے حس اور لاتعلق طبقات کو بھی ان کے حق میں اٹھ کھڑے ہونے پر مجبور کردیں تاکہ معاشرے کے مظلوم طبقہ سے لاتعلقی کی بجائے ہمدردی کے جذبات پیدا ہو سکیں۔